بازی
ایم الیاس

زرنگار نے کسی پکے جواری کی طرح میز سے تاش کے پتوں کو سمیٹ کر انہیں بند کیا پھر اس نے پہلا کارڈ دیکھا' پھر اس نے دوسرے کارڈ سے پہلے کارڈ کو اتنا ہٹایا کہ دوسرے کارڈ کا صرف نمبر دکھائی دے سکے' پھر اس نے دوسرے کارڈ کو تیسرے کارڈ سے پہلے کارڈ کی طرح ہٹایا' ایک لحظہ تک ان تینوں کارڈوں کو دیکھتی رہی' کھیل میں شریک افراد کی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز ہوگئیں تاکہ اس کے چہرے سے اندازہ کرسکیں کہ اس کے پاس جو کارڈ ہیں' وہ کیسے ہیں۔ زرنگار کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھا' وہ ایک پکے جواری کی طرح اپنے چہرے سے کچھ ظاہر ہونے نہیں دیتی تھی' اس کا چہرہ کھیل کے دوران سپاٹ ہی رہتا تھا' اس نے پتے میز پر رکھنے کے بعد سو ٹاکا کا ایک اور نوٹ نوٹوں کے ڈھیر پر ڈال کر چال چل دی' عبدل خوند کر اور مشتاق چال چل رہے تھے' زرنگار اب تک بلائنڈ ہی کھیل رہی تھی' اس نے چال چلی تو عبدل خوند کر نے دو سو ٹاکا کی چال چل دی' مشتاق نے بھی دو سو ٹاکا کی چال چل دی' دو راؤنڈ دو دو سو کے ہوئے جب زرنگار کی تیسری باری آئی تو اس نے چار سو ٹاکا کی ڈبل چال دے دی' مشتاق نے دو چالیں چلنے کے بعد اپنے پتے پھینک دیئے تھے' اب میدان میں صرف زرنگار اور عبدل خوند کر رہ گئے تھے' جب زرنگار کی باری آئی تو اس نے آٹھ سو کی رقم ڈال کر چال ڈبل کر دی' عبدل خوند کر نے سولہ سو کی رقم ڈال کر اپنی چال ڈبل کر دی' زرنگار نے بتیس سو کی رقم ڈال کر اپنی چال ڈبل کر دی' کھیل میں اس وقت گرمی آگئی تھی' محفل پر سناٹا سا چھا گیا' سب کی نگاہیں ان دونوں پر مرکوز تھیں' نیلم چوہدری اور ارشاد چوہدری

دھڑکتے دل سے اپنی بیٹی کو دیکھ رہے تھے جو بڑے اعتماد اور اطمینان سے کھیل رہی تھی' ان کی بیٹی کھیل میں کبھی جذباتی نہیں ہوتی تھی' انہیں امید تھی کہ ان کی بیٹی یہ بازی جیت جائے گی۔

عبدل نے چھ ہزار چار سو ٹاکا ڈال کر چال ڈبل کر دی تھی اس طرح اس نے چھ ہزار چار سو ٹاکا کی دو چالیں چلی تھیں' زرنگار نے اس رقم کی دو چالیں چلیں' جب عبدل نے تیسری چال چلی تو زرنگار نے بارہ ہزار آٹھ سو ٹاکا ڈال کر اپنی چال ڈبل کر دی' عبدل نے سگریٹ کا آخری کش لے کر زرنگار کا چہرہ بھانپا' اس پر بلا کی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی' اس نے سگریٹ کا ٹوٹا اپنے سامنے رکھے ہوئے ایش ٹرے میں مسل دیا پھر اس نے ڈبل چال کی رقم ڈال کر کہا۔ "شو............"

زرنگار نے میز پر اپنے سامنے رکھے ہوئے کارڈوں میں سے ایک ایک کر کے تینوں کارڈ الٹ دیئے۔ "تین رانیاں۔"

"تین غلام............" عبدل نے اپنے کارڈ دکھاتے ہوئے تاش کی گڈی پر ڈال دیئے۔ "تم نے آج کی بڑی بازی جیت لی۔"

"انکل! آپ جانتے ہیں کہ میں ہمیشہ سے بڑی بازی ہی جیتتی چلی آ رہی ہوں۔" وہ میز پر سے نوٹ سمیٹتی ہوئی بولی۔

اس نے جب سے آنکھ کھولی تھی' تب سے اپنے گھر میں ہفتہ واری اور عام تعطیلات میں تاش کی محفلیں جمتی دیکھی تھیں' اس محفل میں اس کے والد کے دوست اور اس کی ماں کی سہیلیاں بھی ہوتی تھیں' یہ سب لوگ اچھے اور خوشحال گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے' یہ سب کچھ تفریح اور وقت گزاری کے لئے ہوتا تھا' تاش کی محفلیں اس دیش کے چالیس فیصد گھروں میں جمتی تھیں' عام طور پر رمی اور برج کا کھیل کھیلا جاتا تھا' جن گھروں میں باقاعدگی سے تاش کی محفلیں جمتی تھیں' ان میں پیسہ داؤ پر لگایا جاتا تھا' اس دنیا میں پیسہ ہی سب کچھ تھا' بغیر پیسے کے نہ تو زندگی میں حسن تھا اور نہ ہی کھیل

میں۔

زرنگار بچپن ہی سے اپنے ماں باپ اور ان کے دوستوں کو گھر میں تاش کھیلتے ہوئے بڑے ذوق و شوق سے دیکھتی تھی' اس کی دلچسپی کا محور بھی پیسہ ہی تھا' جب اس کے ماں باپ کوئی بازی جیتتے تو اسے بڑی خوشی ہوتی تھی' اس کا چہرہ دمک اٹھتا تھا اور آنکھوں میں چراغ جل اٹھتے تھے کیونکہ اس جیت کی خوشی میں اسے خاصی رقم مل جاتی تھی اسی لئے وہ کھیل کے دوران اپنے ماں باپ کی جیت کے لئے دعا کرتی تھی' کبھی کبھی رمی بھی کھیلی جاتی تھی لیکن زیادہ تر فلیش کھیل ہی کھیلا جاتا تھا' اس فلیش کھیل میں جب نوٹوں کی بارش ہوتی تھی' تب اسے یہ منظر بہتر دلفریب اور سندر سا محسوس ہوتا تھا' اس کے ماں باپ ہارتے بھی تھے اور جیت بھی جاتے تھے' ان کے دوستوں کے ساتھ بھی ایسا ہوتا تھا کیونکہ ہار جیت کھیل کا لازمی جزو تھا اس لئے آپس میں کوئی بدمزگی نہیں ہوتی تھی' کھیل ختم ہونے کے بعد اس موضوع پر کوئی بات نہیں ہوتی تھی' نہ ہارنے والے کے چہرے پر کوئی تاسف ہوتا نہ جیتنے والے کے چہرے پر فتح مندی جھلک رہی ہوتی تھی۔

کبھی فرصت کے لمحات میں جب اس کے ماں باپ بیٹھ کر رمی یا فلیش کھیلتے تھے تو وہ بھی شامل ہو جاتی تھی' رقم جیت جاتی تو اسے پاس رکھ لیتی تھی' ہار جاتی تو واپس لے لیتی تھی' کسی دن شہر میں کوئی ہنگامہ کھڑا ہونے' فسادات پھوٹنے' ہڑتال ہونے اور کرفیو لگنے کی صورت میں محلے یا اڑوس پڑوس کے لوگ تاش کی محفل جمانے آ جاتے تھے تب وہ بھی اپنی پونجی لے کر ان کے ساتھ کھیلنے بیٹھ جاتی تھی' وہ بچپن سے ہی بڑی تیز اور چالاک تھی' جب وہ معقول رقم جیت لیتی تو ہارنے کے خوف سے کسی بہانے سے اٹھ جاتی تھی' اسے کسی قیمت پر اپنی ہار پسند نہیں تھی۔

اس کے گھر میں سات آٹھ مخصوص افراد چھٹی کے دن تاش کھیلنے کے لئے آتے تھے' پانچ برس پہلے جب دو افراد ایک روز غیر حاضر تھے' تب وہ اپنی جمع شدہ پونجی تین ہزار تین سو ٹاکا لے کر کھیلنے بیٹھی تھی' جب وہ کھیل کر اٹھی تو پانچ ہزار سات سو کی رقم

جیت میں اسے ملی تھی جس کا اسے یقین نہیں آیا تھا' اس جیت نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا تھا پھر وہ ہر نشست میں بیٹھنے لگی' کبھی کبھی وہ ہار بھی جاتی تھی مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ وہ معمولی رقم ہارتی تھی اور پھر اس نے جوئے کی رقم الگ رکھ چھوڑی تھی' اس میں سے وہ بہت کم رقم اپنے ذاتی مصرف میں لاتی تھی' وہ صرف جوئے کے لئے مخصوص تھی' وہ رقم پھلتی پھولتی جا رہی تھی' ان پانچ برسوں میں وہ ایک پکی جواری بن چکی تھی' اسے جوا کھیلنے کی لت پڑ گئی تھی' وہ اپنی سہیلیوں کے گھروں میں جا کر کھیلتی تھی اور جیت کر اٹھتی تھی' جیت اس کا مقدر بن چکی تھی' جہاں کہیں بھی اسے جوا کھیلنے کی دعوت دی جاتی' وہ پہنچ جاتی تھی' جوا اس کی کمزوری بن گئی تھی' آج اس نے جو بازی جیتی تھی' وہ پہلی بار نہیں تھی' اس کے ہاں اب بڑا جوا ہونے لگا تھا۔

رات ٹھیک نو بجے جوئے کی محفل برخاست کر دی جاتی تھی اس کے بعد کھانا لگ جاتا تھا' کھانا دوپہر کے وقت بھی ہوتا تھا' رات کے کھانے میں مخصوص اہتمام کیا جاتا تھا۔ عبدل خوند کر نے زرنگار سے پوچھا۔ "کیا تمہارا فائنل امتحان ختم ہو گیا؟ پرچے کیسے ہوئے؟"

"بہت اچھے ہوئے انکل!" زرنگار نے جواب دیا۔ "ٹاپ نہیں کیا تو فرسٹ کلاس فرسٹ تو آ ہی جاؤں گی۔"

"بہت خوب........." شہناز بیگم نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "مجھے تم پر بہت رشک آتا ہے' تم بہت ذہین لڑکی ہو نہ صرف تاش کے کھیل میں بلکہ تم نے رقص میں بھی بڑی مہارت حاصل کر لی ہے' اس کے باوجود تم نے اپنی تعلیم پر بھی توجہ دی ہوئی ہے۔"

"اچھا تو تم اب فارغ ہی فارغ ہو........." عبدل خوند کر نے کہا۔ "اب تم اپنا وقت کیسے گزارو گی.........؟"

"اب میں نے اپنا وقت رقص سیکھنے میں دینا شروع کر دیا ہے۔" زرنگار بتانے لگی۔ "میں صبح پانچ بجے اٹھ کر رقص کا ریاض کرتی ہوں پھر ممی اور ڈیڈی کے ہمراہ

اکیڈمی چلی جاتی ہوں وہاں بھی سارا دن رقص پر ہی صرف کرتی ہوں' شام کے وقت واپس آ کر ٹیلی وژن پر وہ چینل دیکھتی ہوں جو صرف رقص کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔"

"ویل ڈن بے بی!" مشتاق نے خوش دلی سے کہا۔ "تمہیں اب رقص کی طرف زیادہ توجہ دینے کی خصوصی ضرورت ہے کیونکہ رقص ہی تمہارا مستقبل ہے۔"

"نیلم چوہدری!" مہ ناز خالد نے اپنی پلیٹ میں چاول رکھتے ہوئے کہا۔ "زرنگار کو تم اور تمہارے شوہر بچپن سے ہی رقص کی تربیت دے رہے ہیں' یہ بتاؤ اسے تم نے اب تک عوام سے روشناس کیوں نہیں کرایا' تم نے تو اسے اسکول اور کالج میں بھی کبھی فن کا مظاہرہ کرنے نہیں دیا' آخر تم نے اس گوہر نایاب کو گھر اور اکیڈمی کی چار دیواری تک کیوں محدود کر رکھا ہے؟"

"اس لئے کہ اس کی توجہ تعلیم سے ہٹ جائے گی' اسے اگر شہرت کا چسکا لگ گیا تو پھر وہ اپنی تعلیم پر توجہ نہ دے سکے گی' دنیا میں شہرت سے بڑی کمزوری اور کوئی نہیں ہے۔" نیلم چوہدری نے کہا۔ "میری بھتیجی کے ساتھ کیا ہوا' اسٹیج پر قدم رکھتے ہی اس کی تعلیم ادھوری رہ گئی' آج وہ پچھتا رہی ہے۔"

"اب جبکہ زرنگار نے فائنل کا امتحان دے دیا ہے' وہ فارغ ہی فارغ ہے' آپ اب اس کا مستقبل بنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتی ہیں' وقت بھی ہے' سنہری موقع بھی ہے اس کے علاوہ یہ بیس برس کی بھی ہو چکی ہے۔" شہناز بیگم بولیں۔

"آئندہ ماہ ہماری اکیڈمی کی تیسویں سالگرہ ہے اس موقع پر ہم نے زرنگار کو عوام سے متعارف کرانے کا سوچا ہے۔" ارشاد چوہدری نے کہا۔ "ہمیں امید ہے کہ زرنگار کے رقص عوام میں مقبول ہو جائیں گے' یہ ہماری توقعات پر پوری اترے گی۔"

"میں نے اس کا جو رقص دیکھا ہے' اس بنا پر میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ ماں باپ کا نام ضرور روشن کرے گی۔" مہ ناز خالد بولی۔ "میں کس دن کے لئے ٹیلی وژن میں بیٹھی

ہوں' میں ٹیلی وژن پر اپنی بھتیجی کو ایسی کوریج دوں گی کہ ہر شخص کی زبان پر ہماری زرنگار کا نام ہو گا۔"

"تھینکس سو مچ آنٹی!" زرنگار ممنونیت سے بولی۔ "میں آپ کا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گی۔"

☆======☆======☆

ارشاد چوہدری نے اپنی اکیڈمی کی تیسویں سالگرہ نہایت تزک و احتشام سے منانے اور اپنی بیٹی کو عوام سے متعارف کرانے کے لئے پلٹن میدان میں انتظام کیا تھا وہ اور اس کی بیوی بنگلہ دیش کے بہترین اور بے حد مقبول رقاص تھے' نیلم نے اپنی جوانی میں رقص سے جو نام پیدا کیا تھا' آج بھی اس کا چرچا ہوتا تھا جبکہ اس نے گزشتہ دس سال سے اسٹیج پر آنے سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی اور اپنی ساری توجہ اکیڈمی پر صرف کر دی تھی' اس اکیڈمی سے جو لڑکیاں رقص کی تربیت حاصل کرکے نکل رہی تھیں' وہ شو بزنس کی دنیا میں اپنا اور اس اکیڈمی کا نام روشن کررہی تھیں' کچھ لڑکیاں فلمی اداکارائیں بھی بن چکی تھیں۔

جس روز اس اکیڈمی کی تیسویں سالگرہ کی تقریب تھی' اس روز پورے شہر میں یہ خبر عام تھی کہ آج شام نیلم چوہدری اور ارشاد چوہدری کی بیٹی زرنگار اپنے فن کا مظاہرہ کرنے والی ہے' دو تین دن پیشتر اخبارات میں اس کی تصویریں چھپی تھیں اور اس کے فن کے بارے میں مضامین بھی شائع ہوئے تھے کہ اس کا فن بہت بڑا ہے کیونکہ فنکار ماں باپ نے اپنی بیٹی کی خصوصی انداز سے تربیت کی ہے' وہ رقص میں نہ صرف عبور رکھتی ہے بلکہ اس میں سحر بھی پوشیدہ ہے۔

پلٹن میدان کا کوئی گوشہ خالی نہیں تھا' لاکھوں کا مجمع تھا' کبھی کسی تقریب میں اتنا بڑا مجمع دیکھنے میں نہیں آیا تھا' جس سمت دیکھو سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے' میاں بیوی کو توقع نہیں تھی کہ آج ان کی بیٹی اور خود ان کی اس قدر پذیرائی ہو گی' نیلم چوہدری کے

دل میں ایک خوف دامن گیر تھا کہ زرنگار اتنے بڑے مجمع کے سامنے کہیں نروس نہ ہو جائے کیونکہ اسے کبھی اسکول اور کالج میں بھی اپنے فن کا مظاہرہ کرنے نہیں دیا گیا تھا۔

اسٹیج پر زرنگار اپنی ماں کے ساتھ بڑی سبک خرامی سے آئی' اس کا دلکش روپ دیکھتے ہی یہاں سے وہاں تک بھن بھناہٹ ہونے لگی شاید لوگوں نے کبھی اتنی حسین اور پُرکشش لڑکی کو سٹیج پر نہیں دیکھا تھا' نوجوانوں نے ایک دوسرے کو کہنیاں ماریں' بوڑھے آنکھوں آنکھوں میں مسکرائے' عورتوں نے اسے حسد و رشک کی نظروں سے دیکھا۔ جس وقت نیلم چوہدری مائیک پر اپنی اکیڈمی اور بیٹی کے بارے میں بتا رہی تھی' اس کی آواز مرتعش تھی' اس کے برعکس زرنگار بے حد اعتماد اور وقار سے ہجوم کے سامنے کھڑی تھی' وہ مجمع کو دیکھ رہی تھی' اس کے ہونٹوں پر دلکش تبسم رقصاں تھا۔

زرنگار کو اپنی ماں کے رقص کی وجہ سے بچپن ہی سے رقص سیکھنے کا شوق پیدا ہوا تھا' اس نے اپنی ماں اور باپ کے جو پروگرام اسٹیج پر دیکھے تھے' اس نے بڑا متاثر کیا تھا خصوصاً اسے ماں کے رقص کا انداز خوب بھاتا تھا' وہ بڑی دلچسپی سے اپنی ماں کو گھر میں مشق کرتے ہوئے دیکھتی تھی' اس دلچسپی نے رفتہ رفتہ جنون کی شکل اختیار کرلی تھی' وہ خود بھی ناچنے اور ماں کی نقل اتارنے کی کوشش کرتی تھی' ماں نے اس کے شوق کو دیکھتے ہوئے اسے رقص سکھانا شروع کیا تو اس نے پورے جذبے اور لگن سے رقص سیکھنا شروع کیا' ماں نے بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی' آج جب اس نے لاکھوں کے مجمع کے سامنے اپنا رقص پیش کیا تو ایک سناٹا سا چھا گیا' لوگ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو گئے تھے' اس کے رقص نے ان سب پر جادو کر دیا تھا' یہ صرف رقص کا جادو نہیں تھا اس کے بے مثال حسن اور پُرکشش جوانی کا بھی جادو تھا' وہ دلوں کو گرما رہی تھی' بجلیاں گرا رہی تھی' قیامت ڈھا رہی تھی' سب کا خیال تھا کہ اسٹیج پر آسمان سے کوئی حور اتر آئی ہے' اس کے رقص کا انداز بالکل نیا تھا' وقت کی قدریں بدل گئی تھیں' تیزی سے بدلتی جا رہی تھیں' ماں نے وقت کے تقاضے کو بھی پیشِ نظر رکھا تھا جس کی وجہ سے رقص اور

دلفریب اور اثر انگیز ہو گیا تھا' وہ ایک شعلہ بن کر لپک رہی تھی' مجمع چاہ رہا تھا کہ زرنگار ناچتی رہے اسی طرح ناچتی رہے مگر یہ سلسلہ صرف دو گھنٹے تک جاری رہا تھا' اس نے مختلف آئٹم پیش کئے تھے' اس کے رقص کے ہر آئٹم کی لوگوں نے دل کھول کر داد دی تھی۔

دوسرے دن کے تمام اخبارات اس کے رقص کی تعریف اور تصویروں سے بھرے ہوئے تھے۔ جب دوسرے دن ٹیلی وژن کے نیٹ ورک پر اس پروگرام کی ریکارڈنگ دکھائی گئی تو پورے دیش میں اس کے رقص اور حسن و جمال کی آگ پھیل گئی' صرف ایک ہفتے کے اندر اندر اس کے رنگین پوسٹر' پوسٹ کارڈ اور کیلنڈر بازاروں میں آ گئے' ٹیلی وژن والوں نے اس کے دو پروگرام پیش کئے اور اسے خوب کوریج دی تو ایک تہلکہ مچ گیا' صحافی' ماں باپ سے سوال کرتے تھے کہ انہوں نے اس انمول اور نایاب ہیرے کو اب تک چھپا کر کیوں رکھا ہوا تھا' اس ہیرے کو تو بہت پہلے ہی منظر عام پر آ جانا چاہیے تھا۔

ماں باپ کو کیا زرنگار کو خود اندازہ نہ تھا اور نہ ہی اس نے خواب و خیال میں سوچا تھا کہ اس کی شہرت اور مقبولیت میں دیکھتے ہی دیکھتے بے پناہ اضافہ ہو جائے گا' وہ راتوں رات شہرت کی ایسی بلندی پر پہنچ جائے گی جہاں آج تک اس دیش کی کوئی رقاصہ نہیں پہنچ سکی ہے' کون سا ایسا اخبار اور رسالہ تھا جس میں اس کا انٹرویو نہ ہو ادھر فلمسازوں نے اس کے گھر کی دہلیز کے باہر قطار لگا دی تھی' اس نے اور اس کے ماں باپ نے ان فلمسازوں سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ابھی اس نے فلمی دنیا کے بارے میں کچھ نہیں سوچا ہے' ابھی کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتے ہیں۔

اس کا حلقہ بڑی تیزی سے وسیع ہوتا گیا' اسے ہر قسم کی تقریبات میں مدعو کیا جانے لگا' فلمی ستارے بھی اس سے ملنے کے لئے اس کے گھر آنے لگے تھے' وہ اسے نجی تقریبات میں مدعو کرنے لگے' اس کی مصروفیت بڑھتی گئی' وہ جس محفل میں جاتی' ممتاز

رہتی تھی' اس کے حسن کے آگے دوسری حسیناؤں کا حسن ماند پڑ جاتا تھا۔ ایک سینما ہال میں جب اس کا ایک پروگرام رکھا گیا تو ٹکٹ خریدنے کے لئے اس کے پرستاروں نے صبح سے ہی قطاریں لگا لی تھیں' ٹکٹ بھی بلیک میں بہت ہی مہنگے داموں میں فروخت ہوئے تھے پھر اس کی جیسے روایت پڑ گئی تھی' پورے دیش کے چھوٹے بڑے شہروں میں اس کے پروگرام پیش کئے جانے لگے' دولت' عزت اور شہرت اس کے قدم چوم رہی تھی' وہ اپنے پروگرام کی جو بھی قیمت طلب کرتی تھی' منتظمین پیش کر دیتے تھے' اس کی ماں اس سے کہتی تھی۔ "بیٹی! تجھے جو عزت اور شہرت ملی ہے' مجھے تو اس کا عشر عشیر بھی نصیب نہیں ہو سکا تُو بڑی خوش قسمت ہے' اپنے دل میں کبھی غرور کو جگہ نہ دینا۔"

اس کی ماں غلط نہیں کہتی تھی' وہ جس مکان میں رہتی تھی' اس کے ارد گرد شہر کے نوجوان اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے منڈلاتے رہتے تھے' وہ جس تقریب میں جاتی ہر نگاہ ملتجی رہتی' وہ ان نگاہوں سے بے نیاز تھی کیونکہ وہ اپنا دل ایک کو دے چکی تھی' وہ جس سے دل ہی دل میں بے پناہ محبت کرتی تھی' وہ کوئی عام شخص نہیں تھا' وہ اپنے آپ کو دنیا کی خوش نصیب ترین ہستی سمجھتی تھی کہ اسے رضوان کی محبت مل گئی تھی' اس رضوان کی جس سے اس دیش کی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حسین لڑکیاں محبت کرتی تھیں' اس کے خواب دیکھتی تھیں' اسے دیکھ کر ان کے دل دھڑک اٹھتے تھے' وہ اس دیش کی فلم انڈسٹری کا مقبول ترین ہیرو تھا' وہ کسی بھی حسین سے حسین بتِ طناز کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔

وہ بھی ان ہی لڑکیوں میں سے تھی' وہ بھی رضوان کے خواب دیکھتی تھی' وہ اس کے دل کا ارمان تھا' وہ جب بھی رضوان کی کہیں تصویر دیکھتی یا کوئی فلم دیکھتی تو اس کے سینے میں سرد آہوں کا غبار بھر جاتا تھا' رضوان کو نہ پانے اور دوری کا احساس خنجر بن کر اس کے دل میں اتر جاتا تھا' اس نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اسے ایک دن رضوان کی رفاقت مل جائے گی' اس کا سپنا اس کی نظروں کے سامنے ہو گا' اس

نے جیسے ہی شہرت کی بلندیوں کو چھوا' ویسے ہی رضوان اس کی زندگی میں چپکے سے بہار کی طرح آ گیا تھا۔

رضوان سے اس کی پہلی ملاقات ایک تقریب میں ہوئی' رضوان نے ہی اس سے ملنے میں سبقت کی تھی' اس کے رقص کی دل کھول کر تعریف کی تھی' جب وہ دوسرے دن اس کے لئے بہت سارے تحائف لے کر اس کے گھر آیا اور اس سے کہا کہ وہ اس کا بہت بڑا پرستار ہے تو اسے یقین نہیں آیا کہ اتنا بڑا ہیرو اس کا مداح بھی ہو سکتا ہے۔

پھر رضوان اس سے ملنے کے لئے کسی نہ کسی بہانے سے ہر تیسرے چوتھے دن آنے لگا پھر یہ معمول بن گیا تھا' وہ ایک دل آویز تبسم کے ساتھ اس کا استقبال کرتی اور اس پر جیسے اپنے جمال کی خوشبو بکھیرتی پھر وہ دونوں فن کے موضوع پر باتیں کرنے لگتے' خلوت ہوتی تھی' ان کی نشستیں طویل ہوتی تھیں لیکن رضوان نے کبھی دوسرے فلمی ہیروؤں کی طرح اس کے قریب آنے اور محبت کے اظہار کی کوشش نہیں کی تھی' وہ کبھی کبھار یہ بات سوچنے پر مجبور ہو جاتی تھی کہ شاید رضوان اس سے محبت نہیں کرتا' وہ ایک فنکار ہے اس لئے وہ صرف اس کے فن کا شیدائی ہے' اس کا وہ حسن بھی رضوان کو مائل کرنے میں ناکام رہا ہے جس نے ایک عالم کو دیوانہ بنا رکھا تھا' یہ کیسا عجیب و غریب شخص ہے' اس کے سینے میں دل نہیں شاید پتھر ہے۔

وہ سوچتی کہ کل جب رضوان اس سے ملنے کے لئے آئے گا تو اس سے کہے گی میرے خوابوں کے مالک! میری آنکھوں کی روشنی! دل کے قرار! سرمایۂ حیات! جان تمنا! میں تمہاری محبت کے بغیر تنہا ہوں' بے سہارا ہوں' میرے دیوتا! تم اپنے دان سے میری جھولی بھر دو' میرا قرار لوٹا دو' مجھے سکون بخش دو.......... مجھ سے صرف اتنا کہہ دو کہ مجھے تم سے محبت ہے۔

لیکن جب رضوان اس کے سامنے ہوتا تھا تب اس کی زبان گنگ ہو جاتی تھی یوں تو وہ رضوان سے بہت ساری باتیں کرتی تھی' ہر موضوع پر بولتی تھی' فلمی اسکینڈلز پر

گفتگو ہوتی تھی لیکن وہ جو سوچتی تھی' اس موضوع پر ایک لفظ بھی نہیں کہہ پاتی تھی' حوصلہ نہیں پاتی تھی' جب وہ چلا جاتا تھا تو اسے افسوس ہوتا تھا' وہ پچھتاتی تھی' اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جاتی تھی۔

آخر ایک روز ویرانے میں چپکے سے بہار آ گئی' نہ جانے کس بات پر رضوان نے اس سے کھل کر اظہار محبت کر ہی دیا پھر اسے جیسے یقین نہیں آیا کہ رضوان اسے ٹوٹ کر چاہتا ہے' وہ رضوان کے دل کی دھڑکن ہے' سپنا ہے' اسے رضوان کیا ملا' رضوان کی محبت کیا ملی' اس کی دنیا ہی بدل گئی تھی' اسے اطراف میں رنگ ہی رنگ نظر آنے لگے تھے' وہ جب بھی اِدھر اُدھر دیکھتی' اسے ہر سمت میں دنیا کا ایک نیا جلوہ نظر آتا تھا' یہ سب مناظر اس کے لئے نئے تھے' اب وہ رضوان کے بغیر اپنے آپ کو ادھوری سمجھتی تھی' اس نے رضوان کی محبت میں اتنی شدت اور جذباتیت محسوس کی تھی کہ وہ رضوان کے ساتھ گھر بسانے کے بارے میں سوچنے لگی۔

ایک روز ایک تقریب میں حسین و جمیل اور نوجوان لڑکیوں نے جب رضوان کو گھیر لیا' اس سے آٹوگراف لینے لگیں اسے اپنے ہاں مدعو کرنے لگیں تو اس کے دل کے کسی کونے میں ایک خوف سا دامن گیر ہو گیا کہ کہیں کوئی عورت اس سے رضوان نہ چھین لے' اس تقریب میں جو حسین لڑکیاں موجود تھیں' ان کا تعلق کروڑ پتی گھرانوں سے تھا' ان کا جادو رضوان پر چل سکتا تھا بلکہ چل بھی رہا تھا' رضوان ان سے بہت بے تکلف ہو کر نہ صرف باتیں کر رہا تھا بلکہ دل کھول کر ہنس بھی رہا تھا' اس نے دو بلا کی حسین لڑکیوں کی دعوت بھی قبول کر لی تھی' اسے خطرے کی بو محسوس ہونے لگی تھی' رضوان کسی وقت بھی اس کے دل اور ہاتھ سے نکل سکتا تھا۔

زرنگار نے دوسرے ہی دن اس کے سامنے شادی کی تجویز رکھ دی۔ "اب ہم دونوں کو جتنا جلد ہو سکے شادی کر لینا چاہئے۔"

"وہ کس لئے..........؟" رضوان نے چونک کر اس کی شکل دیکھی' رضوان کے

لہجے میں حیرت سے زیادہ تجسّس تھا۔ "خیریت تو ہے؟"

"اس لئے کہ میرے لئے تمہاری جدائی سوہانِ روح ہے' اب میں تم سے ایک دن بھی دور نہیں رہ سکتی۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

"میری بھی وہی کیفیت ہے جو تمہاری ہے۔" رضوان نے کہا۔ "میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ میرے دن رات کیسے بے کیف اور بے چین گزرتے ہیں تمہارے بغیر.......... میں نے خود بھی کئی بار سوچا کہ اب مجھے اپنا گھر بسا لینا چاہئے لیکن ابھی شادی کا وقت نہیں آیا ہے۔"

"ابھی شادی کا وقت کیوں نہیں آیا ہے؟" وہ حیرت سے بولی پھر اس کا لہجہ شوخ ہو گیا۔ "کیا شادی بڑھاپے میں کرنے کا ارادہ ہے؟"

"اس لئے کہ ہم ابھی شہرت کی بلندیوں پر پہنچے ہیں۔" رضوان کہنے لگا۔ "یہ ہمارے عروج کا دور ہے جس طرح ایک فنکار کی زندگی میں عروج آتا ہے اسی طرح زوال بھی آتا ہے' یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں' میں چاہتا ہوں کہ عروج اور شہرت سے جتنا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے' اٹھایا جائے' یہ ایک سنہری موقع ہے' میں نہیں چاہتا کہ اسے ہاتھ سے جانے دیا جائے۔"

"کیسا فائدہ..........! میں سمجھی نہیں۔" زرنگار نے حیرت سے گردن ہلائی۔

"دولت حاصل کی جائے' جتنی دولت بھی سمیٹی جا سکتی ہے' وہ سمیٹ لی جائے' یہ دولت تابناک مستقبل کے لئے ضروری ہے' دولت ہو تو پھر زندگی خوابناک' حسین اور رنگین ہو جائے گی' اس وقت ہمارے پاس جو دولت ہے' وہ ناکافی ہے' آج کے دور میں دو چار لاکھ ٹاکا کی کوئی اہمیت نہیں ہے' وہ کسی کام کی نہیں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ شادی سے پہلے ہم کروڑ پتی بن جائیں' کروڑ پتی نہ سہی کم از کم پچاس ساٹھ لاکھ روپے تو ہوں۔"

"کیا شادی کے بعد ہم دولت نہیں کما سکتے؟" وہ متعجب ہو کر بولی۔ "شادی کے بعد

بھی تو دولت آتی رہے گی؟"

"شادی کے بعد ہماری وہ عزت' اہمیت اور شہرت نہیں رہے گی جو اس وقت ہے' شادی کے بعد ایک فنکار کی مارکیٹ ویلیو متاثر ہو جاتی ہے' ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں' کیا تم چاہتی ہو کہ ہم شادی کر کے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لیں؟"

زرنگار کو رضوان کی باتوں سے اتفاق تھا' رضوان نے غلط نہیں کہا تھا بہت سے فنکاروں کی زندگی اس کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح تھی' یہ ایک تلخ حقیقت تھی کہ فنکاروں کی زندگی میں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بڑے نشیب و فراز آتے تھے' آج بھی کتنے بڑے نامور اور عظیم فنکار کسمپرسی کی زندگی گزار رہے تھے' کوئی ان کا پرسانِ حال نہ تھا' وہ سسک رہے تھے' محتاجی اور مفلسی نے انہیں درس عبرت بنا دیا تھا' وہ گمنامی میں چلے گئے تھے' وقت کی گرد نے انہیں چھپا لیا تھا۔

زرنگار نہیں چاہتی تھی کہ ان فنکاروں کی زندگی کا جیسا سایہ اس کی زندگی پر پڑے' بڑھاپا کسی تنگ و تاریک کوٹھری اور تنگ دستی و افلاس میں گزرے' اس کے والدین کا چونکہ آبائی مکان تھا' انہوں نے اکیڈمی کھول لی تھی اس لئے وہ ایک خوش حال زندگی گزار رہے تھے۔

اب اس کی شہرت صرف اس کے دیش تک محدود نہیں رہی تھی' الیکٹرونک میڈیا اور اس کے رقص کے ویڈیو کیسٹوں نے امریکا' یورپ' برصغیر اور عرب ریاستوں تک پھیلا دی تھی پھر اسے دنیا کے گوشے گوشے سے دعوت نامے آنے لگے اور پیشکش کی جانے لگی کہ وہ وہاں آ کر اپنے فن کا مظاہرہ کرے' اس کے دیش کے باشندے جو وہاں مقیم تھے' اسے دیکھنے اور اس کے فن سے سرفراز ہونے کے بڑے متمنی تھے' وہ بھی میڈونا اور مائیکل جیکسن کی طرح مقبول ہو گئی تھی' یہ سب اس کے لئے حیرت اور خوشی کا باعث تھا۔

لندن سے ایک پارٹی نے اس کے گھر آ کر اسے لندن میں رقص کے پروگرام پیش

کرنے کے لئے اس کی توقع سے زیادہ رقم کی پیشکش کی تو اس نے قبول کرلی' اس نے معاہدہ کرلیا' اس پارٹی نے نصف پیشگی رقم بھی دے دی' وہ خود اپنے دیش سے باہر جاکر نہ صرف دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹنا چاہتی تھی بلکہ سیر و سیاحت بھی کرنا چاہتی تھی' اس کے دیش اور بھارت کے بہت سارے فنکار غیر ممالک جاکر خوب دولت کما کر لاتے تھے' وہاں ڈالروں اور ریالوں کی بارش ہوتی تھی' اس دولت سے انہوں نے کوٹھیاں اور اپنا مستقبل بنالیا تھا' اسے بھی بہت ساری دولت کی ضرورت تھی اس کے پاس ابھی اتنی دولت نہیں تھی کہ وہ ایک کوٹھی اور نئی گاڑیاں خرید سکے' اسے بہت پذیرائی ملی تھی' شہرت ملی تھی لیکن اتنی دولت نہیں ملی تھی جتنی دولت اس کے پروگرام پیش کرنے والوں نے کمائی تھی' رضوان نے اس سے ٹھیک ہی کہا تھا کہ دو چار لاکھ روپے کوئی بڑی دولت نہیں ہوتی اس سے مستقبل نہیں بنتا' وہ گلشن کے علاقے میں کوٹھی خریدنا چاہتی تھی جو ڈھاکہ شہر کا پوش علاقہ تھا' وہاں ہزار گز پر بنی ہوئی کوٹھی دو تین کروڑ سے کم نہیں ملتی تھی اس کا خیال تھا کہ امریکا' یورپ اور عرب ریاستوں کے دوروں سے وہ کروڑوں کی رقم کما کر لے آئے گی۔

وہ اپنی ماں کے ساتھ لندن روانہ ہوگئی' اس کی ماں اس کے باپ کے ساتھ بیس برس پہلے ایک طائفہ کے ساتھ فن کا مظاہرہ کرنے لندن جاچکی تھی' وہ وہاں کچھ دن رکی بھی تھی' وہاں اس کی ماں کی سہیلیاں بھی تھیں اور پھر وہ اکیلی جانا بھی نہیں چاہتی تھی' پردیس میں جانے اس کے ساتھ کس قسم کے حالات پیش آئیں اور اس کا واسطہ کس قسم کے لوگوں سے پڑے۔

لندن میں اس کا جو پہلا پروگرام پیش کیا گیا' وہ توقع سے بہت زیادہ کامیاب رہا تھا' اس پروگرام کی اتنی کامیابی کی امید نہیں تھی کیونکہ اسی دن ایک ہندوستانی فلمی دنیا سے وابستہ نامور فنکاروں کا ورائٹی پروگرام بھی تھا۔ دوسرے لندن کے اخبارات میں اس کے رقص کے بارے میں تعریفی مضامین کی اور اس کی تصویروں کی بھرمار ہوگئی اس کا انٹرویو

ہوا۔ ایسی کوریج بہت کم فنکاروں کو ملتی تھی وہ بڑی خوش نصیب تھی کہ برطانوی پریس نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا جبکہ وہ بہت کم غیر ملکی فنکاروں کو گھاس ڈالتے تھے۔

☆======☆======☆

ثمن حیات کے سامنے بنگلہ دیش کے سب سے بڑے اور مشہور ہفت روزہ میگزین "راہنما" کا تازہ شمارہ رکھا ہوا تھا یہ میگزین ایک کروڑ سے زیادہ کی تعداد میں ہر ہفتے چھپتا تھا' اس کے سرورق پر زرنگار کی ایک ایسی رنگین تصویر رقص کے انداز کی چھپی ہوئی تھی کہ لوگ دیکھیں تو اپنا دل تھام لیں' اس میگزین کے سرورق پر شاذ و نادر ہی شو بزنس کے کسی فنکار کی تصویر چھپتی تھی' کسی فنکار کی تصویر چھپ جائے تو یہ اس کی خوش قسمتی اور اس کے لئے اعزاز ہوتا تھا' زرنگار کی صرف سرورق پر رنگین تصویر نہیں چھپی تھی بلکہ اندر بھی اس کے لئے ایک گوشہ مختص کیا گیا تھا' اس میں اس کی چھ عدد تصویروں کے علاوہ ایک رنگین پوسٹر بھی تھا' اس کے علاوہ اس میں نہ صرف زرنگار کا انٹرویو بھی شامل تھا بلکہ ایک سروے رپورٹ بھی تھی کہ زرنگار نے پورے بنگلہ دیش میں جو مقبولیت' شہرت اور عزت حاصل کی ہے' وہ ماضی میں ایک سیاسی شخصیت کی شہرت اور مقبولیت سے کسی طرح کم نہیں' لوگ اس کے رقص کے دیوانے ہیں' اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اس کے گھر کے باہر دھرنا دے کر بیٹھے رہتے ہیں' وہ لاکھوں دلوں کی دھڑکن ہے' کون سی دکان اور ایسا گھر ہے جہاں اس کے پوسٹر اور تصویریں نہ لگی ہوں' بنگلہ دیش کیا پورے مغربی اور مشرقی بنگال میں آج تک کسی فنکار کو ایسی پذیرائی اور شہرت نصیب نہیں ہوسکی۔

مضمون میں اور بھی تفصیل سے بہت کچھ لکھا ہوا تھا' زرنگار نے اپنے انٹرویو میں جن سوالات کے جوابات دیئے تھے' اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں تھا' ثمن حیات کو ان تمام باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' اسے اس بات کا یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک لڑکی نے صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں ایسی شہرت اور مقبولیت حاصل کرلی تھی جو دوسرا

تیس برس میں بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

ثمن حیات اپنے کاروبار اور دوسری مصروفیات کے سلسلے میں کوئی تین ماہ سے لندن میں مقیم تھا' اس مرتبہ اس کا قیام کسی وجہ سے طویل ہو گیا تھا۔ ثمن حیات ایک سیاسی لیڈر تھا' اس کی بنگلہ دیش میں اپنی ایک سیاسی پارٹی تھی یوں تو اس کی پارٹی اس لحاظ سے بڑی تھی کہ پورے دیش میں اس پارٹی کے دفاتر تھے اور ورکرز موجود تھے لیکن الیکشن میں کبھی اس کی پارٹی کو خاطر خواہ کامیابی نصیب نہیں ہو سکی تھی' کبھی تین سے زیادہ اس کی پارٹی کے ممبر قومی سمبلی میں نہیں پہنچ سکے تھے' گزشتہ الیکشن میں دھاندلی کے باعث اسے چار نشستیں مل گئی تھیں مگر اسے آج تک اسمبلی میں پہنچنا نصیب نہیں ہوا تھا' گزشتہ الیکشن میں وہ زبردست دھاندلی کے باوجود ہار گیا تھا' اس کی پارٹی بیس برس پہلے وجود میں آئی تھی' ہر الیکشن میں اس نے اسمبلی میں نشست حاصل کرنے کی سر توڑ کوشش کی تھی لیکن اسے کامیابی ہو کے نہیں دے رہی تھی' ہر الیکشن میں اسے اپنے ہی علاقے سے شکست ہو جاتی تھی۔

ثمن حیات بنگلہ دیش کے مالدار ترین لوگوں میں سے تھا' اس کا ایک کارگو جہاز' تین بڑے بڑے مسافر اسٹیمر اور پندرہ لانچیں تھیں' اس کے علاوہ دس کوچیں اور چالیس مال بردار ٹرک تھے' ہر بڑے شہر میں نہ صرف اس کے شاپنگ سینٹرز بلکہ پیٹرول پمپ اسٹیشن بھی تھے اس کے علاوہ گھوڑا سال میں جوٹ کی دو ملیں اور چٹاگانگ میں کپڑے کے تین کارخانے تھے' ڈھاکہ اور چٹاگانگ کے علاوہ لندن میں بھی ایک جیولری شاپ تھی' امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار تھا جو امریکا اور یورپ تک پھیلا ہوا تھا' اس کے دفتر بھی تھے اور اپنے اپارٹمنٹ بھی .... ڈھاکہ شہر میں گلشن کے علاقے میں اس کی دو کوٹھیاں دو دو ہزار گز پر بنی ہوئی تھیں' اس کی دولت میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔

اس کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح قومی اسمبلی کی نشست حاصل کر لے اور اس کی پارٹی برسراقتدار آ جائے' صرف اسے ایک مرتبہ برسراقتدار

آنے کا موقع مل جائے' وہ اس مقصد کے لئے اپنی ساری دولت لٹانے کے لئے تیار تھا' ہر الیکشن کے موقع پر اس نے دل کھول کر خرچ کیا تھا' دھاندلی بھی کرائی تھی' جس کامیابی کے خواب اس نے دیکھے تھے' وہ پورے نہ ہو سکے تھے' اس مرتبہ وہ لندن میں بیٹھ کر ایک پلان بنا رہا تھا کیونکہ چھ سات مہینے کے بعد جنرل الیکشن ہونے والے تھے' وہ اس موقع پر ایک بہت بڑا جوا کھیلنا چاہتا تھا تاکہ بازی جیت جائے' اسے اپنی جیت کے امکانات زیادہ روشن نظر نہیں آ رہے تھے کیونکہ اس کی پارٹی کو دوسری دو بڑی پارٹیوں کے مقابلے میں شہرت اور مقبولیت حاصل نہ تھی اس میں ایک پارٹی اپوزیشن کی تھی دوسری برسراقتدار .... لیکن ایک جوا کھیلنے سے کامیابی کے امکانات تھے' یہ جوا کوئی آسان نہیں تھا' وہ ایسی پارٹیوں کو اپنے ساتھ ملانا چاہتا تھا جو اپنے اپنے علاقوں سے ایک ایک دو نشستیں جیت لیتی تھیں' ایک قومی اتحاد کے نام سے جماعت بنائی جا سکتی تھی' پیسے' دھاندلی سے دونوں بڑی پارٹیوں پر اثر انداز ہوا جا سکتا تھا' اس خیال نے اسے خوش کر دیا تھا اسی لئے وہ لندن میں بیٹھا پلان بنا رہا تھا۔

ثمن حیات 64 سال کا ہو چکا تھا' آج بھی اس کی صحت قابل رشک تھی' وہ کسی جوان کی طرح چاق و چوبند تھا' اسے کبھی اپنے بڑھاپے کا احساس نہیں ہوا تھا' اس نے کبھی اپنی عمر کے بارے میں نہیں سوچا تھا' نہ سوچنا چاہتا تھا' اس کی زندگی میں دو نوجوان عورتیں آئی تھیں' یہ تیس برس پہلے کی بات تھی لیکن اس کی ازدواجی زندگی بری طرح ناکام رہی تھی کیونکہ اس کی دونوں حسین و جمیل بیویوں کو کبھی اس سے نہیں بلکہ اس کی بے پناہ دولت سے محبت رہی تھی' اس کی پہلی بیوی ثمرین نے شادی کے دو برس کے بعد ہی اسے زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ وہ اس کی دولت اور جائداد کی مالک بن جائے اور اپنے آشنا سے شادی کر لے جو اس کے ایک دفتر میں کیشیئر تھا۔ چونکہ اس کی موت کا وقت نہیں آیا تھا' اس لئے وہ بچ گیا تھا' اس کی زندگی بچانے میں اس کی ملازمہ نے کردار ادا کیا تھا' اس کی بوڑھی ملازمہ بانو اس کی جوانی کے دنوں سے

کام کر رہی تھی' سلیقہ شعار' پُرخلوص اور بے حد خدمت گزار .... وہ اس کی تمام ضروریات کا ہر وقت خیال رکھتی تھی' بانو نے اس کا گھر سجانے سنوارنے میں جوانی سے بڑھاپے تک کا سفر کیا تھا' اسے ایک بیٹے کی طرح چاہا تھا' ملازمہ ہونے کے باوجود وہ اس کی ذات پر اپنی ممتا نچھاور کرتی تھی' بانو نے اس کی بیوی پر کڑی نگاہ رکھی ہوئی تھی' بیوی کی حرکات و سکنات نے بانو کو شک و شبہے میں مبتلا کر دیا تھا' اس نے خطرے کی بو سونگھ لی تھی' ایک رات بانو نے اس کی بیوی کو کافی میں زہر ملاتے ہوئے دیکھ لیا تھا' اس وفادار ملازمہ کی وجہ سے اسے ایک نئی زندگی مل گئی تھی۔

پہلی بیوی کو طلاق دینے کے دو برس کے بعد اس نے دوسری شادی ایک سولہ برس کی لڑکی نجمہ سے کی' وہ اس کے دفتر کے مینجر کی بیٹی تھی' وہ بے حسین لڑکی تھی' ثمن حیات نے جب سے اسے دیکھا تھا' تب سے وہ اس کے حسن کا دلدادہ ہو گیا تھا' نجمہ نے ہمیشہ سے اپنی ذات کا خیال رکھا تھا' وہ بڑی شاہ خرچ تھی' کسی رنگین تتلی کی طرف آزاد فضاؤں میں پرواز کرتی رہتی تھی۔ بانو نے اس سے کئی بار کہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو اتنی آزادی نہ دے لیکن اس نے بانو کی ایک نہ سنی' نجمہ نے اس پر جیسے جادو کر دیا تھا آخر ایک روز وہی ہوا جس کا بانو کو خدشہ تھا' ایک رات نجمہ نے اس کے دودھ میں بے ہوشی کی دوا ملا دی اور اس کی تجوری صاف کر کے اپنے آشنا کے ساتھ فرار ہونے والی تھی کہ سیڑھیوں سے پھسل کر شدید زخمی اور بے ہوش ہو گئی' اس کی بیوی کا نوجوان آشنا اس کے دوست کا لڑکا تھا' کوٹھی کے باہر اپنی محبوبہ کا انتظار کرتا رہ گیا تھا' بانو نجمہ کی چیخ سن کر زینے پر آئی تو نجمہ بے ہوشی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی' وہ اٹیچی کیس جس میں کپڑے اور دولت بھری تھی' وہ اس کے قریب پڑا ہوا تھا' سر میں اندرونی چوٹ آنے کی وجہ سے نجمہ تین دن تک بے ہوش رہی تھی' اس کے دائیں پیر میں فریکچر ہو گیا تھا۔

اس نے اپنی نوجوان اور بے وفا بیوی کو طلاق دے دی تھی پھر اس نے شادی نہیں کی اور نہ اس کا خیال بھولے سے بھی دل میں لایا تھا' کسی عورت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں

دیکھا تھا کیونکہ اسے عورت سے سخت نفرت ہو گئی تھی' اب اسے دنیا کی کسی عورت پر بھروسا نہیں رہا تھا' اسے ہر عورت مار آستین لگتی تھی۔

اگر اسے کسی بات کا جنون تھا تو وہ یہ تھا کہ اس دیش کا وزیر اعظم بن جائے' یہ اس کا نہیں اس کے مرحوم باپ کا بھی خواب تھا' اس کا باپ بھی سیاستدان رہ چکا تھا' ایک سیاسی پارٹی بھی بنائی تھی جو باپ کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو گئی تھی' اس کے پاس دولت کیا کسی چیز کی کوئی کمی نہ تھی' اس دنیا میں اس کا کوئی خونی رشتہ نہیں تھا اس لئے بھی سیاست اس کی ذات کا محور بن گئی تھی' اس نے چالیس برس کی عمر میں ایک نئی سیاسی پارٹی کی داغ بیل ڈالی تھی' اس کی ساری توجہ کا مرکز سیاست اور کاروبار رہا تھا' کاروبار پر اس کی توجہ اس لئے بھی رہی تھی کہ سیاست میں حصہ لینے اور اپنی پارٹی کی بنیادوں کو مضبوط بنانے کے لئے دولت کی ضرورت تھی' دولت ایک حیات آفرین قوت تھی' ایٹم بم سے کہیں زیادہ طاقتور .... دولت کے بغیر کوئی بھی سیاستدان نہ تو ایک قدم چل سکتا تھا اور نہ ہی اپنی پارٹی کو مستحکم اور پاپولر بنا سکتا تھا۔

آج کی شام اس کی خالی تھی' اس نے "راہنما" رسالہ اٹھا لیا' اس میں ایک مضمون بنگلہ دیش کے اندرونی خلفشار کے بارے میں تھا' وہ اسے سکون و اطمینان سے پڑھنا چاہتا تھا تاکہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے' سیاست میں موقع پرستی کچھ زیادہ ہی چلتی ہے' حکومت کی کمزوری' نااہلی اور خامیوں سے فائدہ اٹھا کر عوام کو بھڑکانا ایک لیڈر کا سب سے پہلا اصول ہے' جو سیاستدان اور پارٹی پہل کرتی تھی' عوام میں اس کا امیج بن جاتا تھا' وہ اسے اپنے دل کی آواز اور اپنا نمائندہ اور سچا ترجمان سمجھتے تھے' اصل کامیابی عوام کا دل جیتنا اور حمایت حاصل کرنا ہوتا تھا' وہ جلتی پر تیل چھڑکنا چاہتا تھا تاکہ اس کے لئے فضا سازگار ہو' راستہ ہموار ہو' الیکشن بہت زیادہ دور نہیں تھے ادھر حکومت کے لئے مہنگائی پر قابو پانا اور خلفشار کو دبانا بہت مشکل ہو رہا تھا۔

مگر صفحہ الٹنے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ اس کی نگاہ اس رسالے کے سرورق پر غیر

ارادی طور پر جم گئی جس پر زرنگار کی رنگین تصویر چھپی ہوئی تھی پھر جیسے وہ آپ ہی آپ اس کے طلسم کا اسیر ہوتا گیا' ایسی موہنی صورت اس نے اپنی ساری زندگی میں شاید ہی دیکھی ہو پھر اس نے اندرونی صفحات دیکھے جن میں زرنگار کے فن اور اس کی شخصیت پر مضمون' اس کا انٹرویو اور گرما دینے والی رنگین تصویریں تھیں' اس کی نگاہ زرنگار کی کسی تصویر سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

اس نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ زرنگار کے رقص میں ایسی کیا بات ہے کہ اسے راتوں رات اتنی شہرت اور مقبولیت نصیب ہو گئی جو بنگلہ دیش میں آج تک کسی فنکار اور سیاستدان کو بھی نصیب نہ ہو سکی' کیا وہ کوئی جادوگرنی ہے جس نے اپنے جادو کے زور سے بنگلہ دیش کے کروڑوں عوام کو اپنا مطیع بنالیا اور ان کے دلوں پر حکومت کر رہی ہے' وہ اس جادوگرنی کا رقص دیکھے گا' اسے دیکھنا چاہیئے کہ وہ اس کے دیش کی ایک عظیم فنکارہ ہے۔

آج اس نے مقامی اخبار میں زرنگار کے رقص کے پروگرام کے بارے میں ایک اشتہار چھپا دیکھا تھا' شائقین کے بے حد اصرار پر عجلت میں ایک اضافی پروگرام رکھا گیا تھا' اس کے ٹکٹ پیٹرک ہال پر دستیاب تھے جہاں زرنگار کے رقص کا شو تھا۔

وہ پروگرام شروع ہونے سے ایک گھنٹہ قبل پیٹرک ہال پہنچ گیا تھا' اس نے وہاں جو کچھ دیکھا' وہ اس کے لئے ناقابل یقین تھا' پیٹرک ہال میں دو ہزار سے زیادہ نشستوں کا بندوبست نہ تھا لیکن وہاں سات آٹھ ہزار سے زیادہ مجمع تھا' ہر سمت سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے' ان میں عورتیں بھی تھیں' ان میں اکثریت اس کے ہم وطنوں کی تھی' ہزاروں کے مجمع کو دیکھ کر اسے ایسا لگا اس شہر میں مقیم اس کے سارے ہم وطن اس فنکارہ کا شو دیکھنے کے لئے چلے آئے ہیں۔ گھروں میں کوئی نہیں رہا ہے' ٹکٹوں کے حصول کے لئے لمبی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی شخص بھی زرنگار کا پروگرام دیکھے بغیر جانا نہیں چاہتا۔

اسے ٹکٹ آسانی سے مل گیا تھا کیونکہ منتظمین سے اس کی واقفیت تھی' وہ اسے بہت اچھی طرح جانتے اور عزت بھی کرتے تھے۔ جب زرنگار اسٹیج پر آئی تو ایک شعلہ سا لپک گیا تھا' اس کے نازک بدن کے زاویوں اور رقص کی ہوشربا پھیریوں نے اس کے دل کی دھڑکن تیز کر دی تھی' وہ اس کے دل پر بجلی بن کر گرتی رہی تھی' اس نے اپنی زندگی میں کبھی ایسا ترشا ہوا مجسمہ نہیں دیکھا تھا۔

جب رات ایک بجے وہ اپنے اپارٹمنٹ پر پہنچا تو اسے ایسا لگا کہ وہ اپنا دل ہار آیا ہے۔ زرنگار اس کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی' اس کا دل کسی نوجوان لڑکے کی طرح یہ سوچ کر دھڑک اٹھا کہ کیا وہ زرنگار کو اپنا ہم سفر بنا سکتا ہے؟ مگر وہ بیس برس کی ایک نوجوان اور بہت ہی حسین و جمیل لڑکی ہے' دولت' عزت اور شہرت زرنگار کا مقدر بن چکی ہے' وہ چونسٹھ برس کا ہو چکا ہے' اس کے دل نے اسے سمجھایا پھر اس نے سوچا کہ تیس برس پہلے اس نے دولت کے بل بوتے پر دو حسین و جمیل عورتوں کو اپنایا تھا' وہ اسے کیوں نہیں اپنا سکتا' آج وہ بنگلہ دیش کا ایک امیر ترین شخص ہے' دولت کی طاقت کے سامنے کسی کی طاقت اور جادو چل نہیں سکتا ہے' زرنگار کے حصول کے لئے ایک جوا کھیل کر دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ شاید وہ بازی جیت جائے' اگر زرنگار نے اس کی خواہش کو ٹھکرا دیا تو پھر وہ اسے اس قابل نہیں چھوڑے گا کہ اپنے فن کا سفر جاری رکھ سکے' اس کے چہرے پر تیزاب پھینک کر اسے بدصورت اور مکروہ بنا دے گا۔

حیات شمن ساری رات ایک پل کے لئے بھی نہیں سو سکا تھا' زرنگار کے تصور نے اسے سونے نہیں دیا تھا' اس کے تصور میں زرنگار کا دلکش سراپا لہراتا رہا تھا' اس کے حسن کے ان گنت روپ تھے' ہر روپ اس قدر حسین تھا کہ وہ ان کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔

حیات شمن نے یہ بھی سوچا تھا کہ زرنگار اس کی زندگی میں آنے والی ان دو عورتوں کی طرح خودغرض اور خطرناک ثابت نہیں ہوگی؟ پھر اس نے اپنے دل کو سمجھایا

تھا کہ نہیں.......... ہر عورت ایک جیسی نہیں ہوتی اور پھر وہ فنکارہ ہے‘ ایک فنکار کا دل بڑا خوبصورت اور نرم ہوتا ہے اور پھر وہ خود بھی محتاط اور چوکنا رہے گا۔

جب وہ زرنگار سے ملنے اور بات کرنے جا رہا تھا‘ اس کی مثال ایک جواری کی سی تھی‘ وہ اپنی زندگی کا بہت بڑا جوا کھیلنے جا رہا تھا‘ اس کے پاس بہت سارے ٹرمپ کارڈ تھے‘ وہ جانتا تھا کہ یہ بازی جیت جائے گا‘ ہر قیمت پر اس بازی کو جیتنے کی کوشش کرے گا‘ اس نے اپنی زندگی میں جو بھی جوا کھیلا تھا‘ اس میں وہ کبھی ہارا نہیں تھا‘ ایک اقتدار تھا جو اسے نصیب نہیں ہو سکا تھا لیکن اس مرتبہ اسے پوری امید تھی کہ وہ اقتدار بھی اس الیکشن میں حاصل کر لے گا۔

☆======☆======☆

زرنگار اپنی ماں کے ساتھ ایک ہوٹل کے سوٹ میں ٹھہری ہوئی تھی‘ وہاں نہ صرف اس کے پرستار موجود تھے بلکہ اخبار اور نشریاتی اداروں کے نمائندے بھی تھے۔ زرنگار اور نیلم چوہدری نے اسے بڑی حیرت اور پُرمسرت انداز سے دیکھا تھا‘ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بنگلہ دیش کا ایک بہت بڑا سیاستدان اور امیر ترین شخص ان کی چوکھٹ پر قدم رکھ سکتا ہے‘ جب اس نے ماں بیٹی کو رات کے کھانے پر اپنے اپارٹمنٹ پر مدعو کیا تو اس کی دعوت قبول کر لی گئی تھی۔

اس نے اپنی گاڑی بھیج کر ماں بیٹی کو بلا لیا تھا‘ وہ انہیں لندن کے سب سے بڑے ہوٹل میں ڈنر پر لے جانا چاہتا تھا‘ ڈنر پر جانے سے پہلے زرنگار اور اس کی ماں سے بات کرنا چاہتا تھا‘ ہوٹل میں کھانے کی میز پر وہ گفتگو نہیں ہو سکتی تھی جو وہ چاہتا تھا اور پھر انہیں شیشے میں اتارنے کے لئے تنہائی‘ سکون و اطمینان کی بھی ضرورت تھی اور پھر وہ انہیں اپنے اپارٹمنٹ سے بھی متاثر اور مرعوب کرنا چاہتا تھا۔

اس کا یہ پہلا تیر تھا جو ٹھیک اپنے نشانے پر جا لگا تھا‘ ماں اور بیٹی نے اس کے اپارٹمنٹ کو اس طرح دیکھا تھا جیسے وہ کوئی عجوبہ دیکھ رہی ہوں‘ اس نے اپنے اس

اپارٹمنٹ کی تزئین و آرائش پر پیسہ پانی کی طرح بہایا تھا‘ اس کا یہ اپارٹمنٹ کسی شاہی محل سے کم نہیں تھا‘ وہ سحرزدہ سی ہو کر ایک ایک چیز کو بڑی دیر تک دیکھتی رہی تھیں۔

کچھ دیر تک رسمی باتوں کا سلسلہ چلتا رہا پھر اس نے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا۔ ”ڈنر پر چلنے سے پیشتر میں آپ دونوں سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں‘ آپ ان باتوں کا برا نہ منائیں‘ کچھ خیال نہ کریں‘ گو میری درخواست بڑی عجیب اور حیران کن ہو گی لیکن اس میں زرنگار کا مستقبل پوشیدہ ہے‘ اسے اپنی زندگی کو بہت حسین اور خوابناک بنانے کے لئے ایک سنہرا موقع مل رہا ہے‘ میں چاہتا ہوں کہ زرنگار اس موقع سے استفادہ کرے۔“

”جو بات کہنا ہے کھل کر صاف اور واضح الفاظ میں کہیں‘ ہم اس بات کا برا نہیں مانیں گے۔“ نیلم چوہدری بولی۔

”میں آپ کی بیٹی زرنگار سے شادی کرنا چاہتا ہوں؟“ اس نے بغیر کسی جھجک کے دل کی بات کہہ دی۔

”کیا..........؟“ نیلم چوہدری بھونچکی سی رہ گئی‘ اس کا خیال اس طرف نہیں گیا تھا اور نہ ہی وہ اس بارے میں سوچ سکتی تھی اور پھر ایک ایسے شخص سے جو عمر میں نگار سے کافی بڑا تھا‘ جس کے لئے دنیا میں حسین اور نوجوان لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں تھی‘ اس سے اس بات کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اس کی بیٹی کا رشتہ مانگے گا‘ وہ کوئی معمولی شخص نہیں تھا پھر اس نے ایک حقیقت پسند عورت کی طرح ایک پل کے ہزارویں حصے میں بڑی سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے سوچا۔ اس دنیا میں کوئی بھی بات عجیب اور ناممکن نہیں رہی ہے‘ اس کے دیش میں ساٹھ ستر برس کی عمر کے افراد گیارہ بارہ برس کی لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں‘ یہ سلسلہ صدیوں سے چلا آ رہا ہے اور آج کے مہذب دور میں بھی جاری ہے‘ دنیا میں غربت و افلاس سے زیادہ بری اور ہولناک چیز کوئی نہیں ہے‘ وہ غریب ماں باپ جن کی بیٹیاں سینے پر چٹان کی طرح ہوتی تھیں اور ان کے پاس دو وقت کیا

ایک وقت بھی کھانے کے لئے نہیں ہوتا تھا' وہ کوڑیوں کے مول بیچ دی جاتی تھیں' یہ صرف اس کے اپنے دیش میں نہیں ہوتا تھا بلکہ ساری دنیا میں دولت کے زور پر حسین اور نوجوان لڑکیوں کو شادی کے نام پر خرید لیا جاتا ہے۔

لیکن اس کے اور اس کی بیٹی کے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا' کوئی مجبوری یا تنگدستی نہیں تھی' ابھی تو خوش قسمتی کے ایک دو در کھلے تھے' ایک ایک کر کے ساتوں در کھلنے والے تھے' یہ شخص ایک سوداگر تھا جو اس کی بیٹی کو بازار کی جنس سمجھ کر خریدنے کے لئے آیا تھا' یہ سوداگر لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز بکنے والی ہوتی ہے' وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی کہ زرنگار کے حسن و جمال نے اس شخص کو اس کی بیٹی کے حصول کے لئے مجبور کیا ہے' ایک سیاستدان اور دولت مند کو فن سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے' یہ لوگ جس طرح اپنے گھروں کو سجاتے ہیں اسی طرح ایک عورت کو ڈیکوریشن پیس سمجھ کر اپنے بیڈ روم کی زینت بنانے کے لئے خرید لیتے ہیں۔

نیلم چوہدری نے اس کی بات کا جواب دینے سے پہلے زرنگار کی طرف دیکھا کہ اس کے کیا تاثرات ہیں' کیا ردعمل ہے۔ زرنگار کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا' اس کے چہرے سے ایسا لگ رہا تھا کہ اسے ثمن حیات کی بات سخت ناگوار لگی ہے' اس کی آنکھوں میں اس کی دلی کیفیت کو پڑھا جا سکتا تھا' وہ اپنے غصے کو جیسے دبانے کی کوشش کر رہی تھی' حیات ثمن کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو وہ شاید ایک لمحے کے لئے بھی نہیں رکتی' اس گھر سے نکل جاتی مگر اس کی بیٹی نے جیسے یہ کڑوی گولی نگل لی تھی۔

نیلم چوہدری اس سے کوئی بیر مول لینا نہیں چاہتی تھی' اس نے ٹالنے کی غرض سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ کی اس عزت نوازی کا شکریہ' ابھی زرنگار شادی کرنا نہیں چاہتی' میں خود بھی اس کی شادی کے حق میں نہیں ہوں' اگر شادی کا ارادہ ہوتا تو اس کی شادی کب کی ہو چکی ہوتی' اس کے لئے رشتوں کی بھرمار ہے مگر ہم نے نہ تو سوچا ہے اور نہ ان رشتوں کی طرف دیکھا ہے۔"

"آخر آپ اپنی بیٹی کی شادی کس لئے نہیں کرنا چاہتی ہیں؟ کیا اس کی عمر شادی کی نہیں ہے یا میں موزوں نہیں ہوں؟"

"ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔" نیلم چوہدری نے جواب دیا۔ "یہ ابھی بیس سال کی بھی نہیں ہوئی ہے اور پھر اسے رقص سے جنون کی حد تک عشق ہے' یہ اپنے فن کی معراج تک پہنچنا چاہتی ہے' اس کی خدمت کرنا چاہتی ہے' اسے دنیا کے کونے کونے سے دعوت نامے آ رہے ہیں' اس کے دل میں بڑا ارمان ہے کہ وہ اپنے دیش کی بہت بڑی مثالی رقاصہ بنے' فن اور اپنے ماں باپ کا نام روشن کرے' اس لئے ہم ماں بیٹی معذرت چاہتی ہیں۔"

"شادی کرنے کے بعد فن کی خدمت کا سلسلہ جاری رکھا جا سکتا ہے۔" حیات ثمن نے کہا۔ "میں آپ کی مثال دے سکتا ہوں' شادی کے بعد بھی آپ میاں بیوی نے فن کی خدمت کا سلسلہ اور سفر جاری رکھا' شادی سے کوئی اثر نہیں پڑا' شادی کے بعد بھی آپ میاں بیوی کو بڑی عزت ملی' آپ دونوں نے نام پیدا کیا' دیش اور فن کا نام روشن کیا۔"

"آپ کی باتوں سے مجھے اتفاق ہے۔" ماں سے پہلے زرنگار بول اٹھی۔ "اصل بات یہ ہے کہ میں ابھی اس لئے شادی کرنا نہیں چاہتی ہوں کہ میں اتنی دولت کمانا چاہتی ہوں کہ اپنا مستقبل بنا سکوں' ایک کوٹھی اور گاڑی خرید سکوں اور پھر جو پذیرائی ہو رہی ہے' دنیا کے کونے کونے سے دعوت نامے موصول ہو رہے ہیں کہ میں وہاں آ کر اپنے فن کا مظاہرہ کروں' اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں' میرے دل میں دنیا کی سیر و سیاحت کی جو خواہش ہے' وہ اس بہانے پوری ہو جائے گی۔"

"اس کے لئے اتنا دور جانے' لمبا سفر کرنے اور وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ زیر لب مسکرا دیا پھر اس نے ایک جواری کی طرح بازی جیتنے کے لئے ایک چال چلی۔ "میں آپ کا خواب اور تمام خواہشات پوری کر سکتا ہوں' آپ کو بنگلہ دیش

کے کس شہر اور کس علاقے میں کوٹھی چاہئے‘ مجھے بتائیں‘ آپ جتنی گاڑیاں چاہیں آپ کو مل سکتی ہیں‘ میں پوری دنیا کی ایک بار نہیں دس مرتبہ سیر کرا سکتا ہوں‘ آپ کو یہ سب کچھ حاصل کرنے میں سال دو سال لگ سکتے ہیں‘ میں صرف ایک دو دن میں آپ کی نذر کر سکتا ہوں۔“

”میں شادی کر کے اپنے آپ کو قید کرنا نہیں چاہتی ہوں۔“ زرنگار نے صاف گوئی سے کہا۔ ”اپنی ساری زندگی فن کی خدمت کے لئے وقف کرنا چاہتی ہوں‘ یہ کوئی ضروری اور لازمی نہیں ہے کہ عورت شادی کرے‘ شادی کے بغیر بھی رہا جا سکتا ہے۔“

”شادی کر کے گھر بسانا قید نہیں ہے۔“ اس نے تکرار کے انداز میں کہا۔ ”عورت شادی کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتی‘ ہمسفر کے بغیر اسے اپنی زندگی کا سفر جاری رکھنا دشوار ہو جاتا ہے‘ شادی صرف جسمانی ملاپ کا نام نہیں ہے اس کا تعلق روحوں سے ہوتا ہے۔“

”آپ کچھ بھی کہہ لیں میں شادی کے موڈ میں نہیں ہوں‘ میں نے عہد کیا ہوا ہے کہ میں شادی نہیں کروں گی۔“ اس نے جھوٹ بولا۔

حیات ثمن نے کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں‘ وہ ایک سیاستدان ہی نہیں بلکہ کاروباری شخص بھی تھا‘ سیاست کے میدان کا ایک کھلاڑی تھا‘ اس نے زرنگار کی آنکھوں میں جھانکا‘ ایک جواری کی طرح دیکھا‘ ایک جواری قافیہ شناس بھی ہوتا ہے‘ جب بازی لگ جاتی ہے تو وہ اپنے حریف کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کرتا ہے‘ اس نے چہرہ پڑھ لیا تھا‘ زرنگار کا لہجہ جھوٹ کی چغلی کھا رہا تھا‘ وہ اسے ٹال رہی تھی‘ اس کے پاس ٹرمپ کارڈوں کی کمی نہیں تھی‘ اس نے ایک ٹرمپ کارڈ نکالا۔

”مس زرنگار۔“ اس نے بڑے پُرسکون لہجے میں کہا۔ ”دنیا اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ میں صرف ایک سیاستدان ہی نہیں بلکہ دولت مند شخص ہوں‘ اس دنیا میں بالکل تنہا ہوں‘ میرے بیوی‘ بچے بھی نہیں ہیں‘ کوئی خونی رشتہ بھی نہیں ہے‘ میری

کروڑوں کی دولت اور جائیداد ہے‘ کاروبار سے لاکھوں کی آمدنی ہوتی ہے‘ میں اس وقت چونسٹھ برس کا ہو چکا ہوں‘ میں زیادہ سے زیادہ چھ سات برس اور زندہ رہوں گا‘ میری موت کے بعد آپ اس اثاثے کی مالک بن جائیں گی‘ صرف آپ قانونی حقدار ہوں گی۔“

زرنگار متزلزل ہو گئی‘ اس کے تصور میں رضوان کا چہرہ ابھر آیا‘ رضوان جو اس کی محبت تھا‘ جو اس دولت سے کہیں زیادہ قیمتی اور عزیز تھا۔ وہ اس دولت کو لات مار سکتی تھی‘ رضوان کی محبت سے دستبردار نہیں ہو سکتی تھی‘ اسے محبت کی قربانی منظور نہیں تھی۔

”آپ شاید مجھے خریدنے پر تل گئے ہیں مگر میں کوئی بکاؤ مال نہیں ہوں حیات ثمن صاحب!“ وہ تلخ لہجے میں بولی۔ ”آپ یہ کیوں فرض کر لیتے ہیں کہ دنیا میں ہر شے خریدی جا سکتی ہے اور وہ بکنے والی ہوتی ہے‘ دنیا میں صرف دولت ہی سب کچھ تو نہیں ہوتی ہے۔“

فضا میں ایک تناؤ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ نیلم چوہدری گھبرا سی گئی‘ وہ حیات ثمن کو اس انداز سے انکار کرنا اور ٹالنا نہیں چاہتی تھی۔ زرنگار کو اس بات کا اندازہ نہ تھا کہ حیات ثمن کیسا شخص ہے‘ سیاستدان کس ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں‘ کس قدر خود غرض ہوتے ہیں‘ ان سے نہ دوستی اچھی اور نہ دشمنی .... فضا جو ایک دم سے بدل گئی تھی‘ اس کو خوشگوار بنانے کے لئے بولی۔ ”آپ میری بیٹی کی بات کا کچھ خیال نہ کریں‘ زرنگار نہ جانے کیوں شادی کرنا نہیں چاہتی؟ اسے شادی کے نام سے کس لئے چڑ ہے‘ میں آج تک سمجھ نہ سکی۔“

”میں انہیں کوئی دوش نہیں دوں گا۔“ حیات ثمن نے کہا۔ ”نہ میں نے اس کی بات کا برا منایا‘ ہر شخص اظہار خیال میں آزاد ہے‘ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ زرنگار نے بڑی صاف گوئی سے کام لیا‘ انہوں نے مجھے فریب میں نہیں رکھا‘ لگی لپٹی

بات نہیں کی' میں نے زرنگار سے شادی کی خواہش کی ہے' رشتہ مانگا ہے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے' ہر شخص کی یہ فطری کمزوری اور خواہش ہوتی ہے کہ وہ اچھی سے اچھی اور خوبصورت سے خوبصورت چیز اپنی ذات اور زندگی کے لئے حاصل کرے' دنیا میں بے جوڑ شادیاں ہوتی ہیں' عمروں کے فرق کو نہیں بلکہ مستقبل کو دیکھا جاتا ہے' انہیں اپنی قربانی کے عوض میں جو کچھ دے رہا ہوں وہ ان کے تصور سے زیادہ ہے۔"

نیلم چوہدری نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ زرنگار کو یہ رشتہ منظور کر لینا چاہئے' وہ اس لئے حیات ثمن کے رشتے کو رد کر رہی ہے کہ وہ رضوان سے محبت کرتی ہے' رضوان کے لئے جذباتی ہو رہی ہے لیکن وہ زرنگار کو مجبور کرنا نہیں چاہتی تھی' اسے اندازہ تھا کہ محبت کیا شے ہوتی ہے' اس نے بھی تو اپنے شوہر سے محبت کی تھی' بڑی قربانیوں سے اپنی منزل مراد پائی تھی۔

"اگر آپ کو میری باتوں سے دکھ پہنچا ہے تو میں آپ سے معافی کی خواستگار ہوں۔" وہ معذرت خواہانہ لہجے میں بولی۔ "میں کسی وجہ سے جذباتی ہو گئی تھی پلیز..........! آپ میری ان باتوں کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔"

"میرا دل بالکل صاف ہے۔" حیات ثمن نے ہنستے ہوئے کہا۔ اسے اپنی ہنسی بے جان سی محسوس ہوئی۔

حیات ثمن نے ایک لمحہ کے لئے اپنے دل میں سوچا کہ کیا وہ یہ بازی ہار جائے گا..........؟ اس کے سارے خواب چکنا چور ہو جائیں گے..........؟ اس کے دل کے ارمان پورے نہیں ہوں گے؟ اس کے دل کے کسی کونے میں دکھ کی لہر اٹھی' اسے بہت امید تھی کہ زرنگار ایک امیر ترین شخص کی بیوی بننے کے لالچ میں اس سے شادی کرنے پر خوشی خوشی تیار ہو جائے گی' یہ تو ذرے سے آفتاب بنانے والی بات تھی' زرنگار کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اس کا رشتہ پا کر خوشی سے پھولی نہیں سماتی مگر زرنگار نے تو اسے مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بے دردی سے دھکیل دیا تھا' اب اس کے پاس اس

سے بڑا ٹرمپ کارڈ کوئی نہیں رہا تھا' اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ زرنگار ایک بے وقوف' ضدی اور خود سر لڑکی ہے' شہرت اور مقبولیت کے نشے نے اسے مغرور بنا دیا ہے' اس کا دماغ خراب کر دیا ہے' اب وہ کیا کرے..........؟ اس کے پاس زرنگار کا کیا علاج ہے؟ کیا زرنگار کو چہرے پر تیزاب پھینکنے کی دھمکی دے کر شادی کے لئے مجبور کرے؟ اس نے سوچ رکھا تھا کہ زرنگار کے انکار کرنے پر وہ اسے شادی کے لئے بلیک میل کرے گا مگر شادی جو جبر و زیادتی کا نتیجہ ہو' کیا وہ کامیاب ہو سکتی ہے؟

دفعتاً ایک خیال اس کے ذہن میں آیا تو وہ حیرت اور خوشی سے اچھل پڑا' اس کی نظروں کے سامنے ایک کوندا سا لپک گیا تھا' نیلم چوہدری اور زرنگار نے حیرت سے اس کی بدلتی ہوئی کیفیت کو دیکھا' انہیں اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی محسوس ہوئی' زرنگار نے ماں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ اپنے شانے اچکا کر رہ گئی۔

حیات ثمن نے سرشاری سے سوچا کہ اسے یہ نادر خیال پہلے کیوں نہیں آیا' اس نے اس انداز سے زرنگار کے بارے میں سوچا کیوں نہیں۔ اس خیال کی وجہ سے اس کی نظروں میں زرنگار کی اہمیت اور بڑھ گئی تھی' اب وہ اس کی زندگی اور خوبوں کے لئے بہت ہی ضروری ہو گئی تھی' اب تو اسے ہر قیمت پر زرنگار کو حاصل کرنا تھا' اپنا بنانا تھا کیونکہ زرنگار اس کا مستقبل تھی' اس کی وہ منزل جس پر پہنچنے کے لئے گزشتہ بیس برسوں سے ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔

اس کے ذہن میں ابھی ابھی جو بات آئی ہے' وہ ایک ٹرمپ کارڈ کا کام دے سکتی ہے' وہ اس کی مدد سے زرنگار کو شادی کے لئے رضامند کر سکتا ہے' ہاری ہوئی بازی جیت میں بدل سکتی ہے' ایک لمحے کے لئے یہ خیال اس کے ذہن میں آیا کہ شاید اسے کامیابی نہ ہو کیونکہ زرنگار کے ذہن میں شادی نہ کرنے کا خناس بھرا ہوا ہے' اس نے سوچا کہ اس ٹرمپ کارڈ کو استعمال کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ شاید بات بن جائے۔

اس نے اپنی حیرت کو دباتے اور مسرت کو چھپاتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ کے

بارے میں بہت کچھ سوچا ہے‘ جو کچھ سوچا ہے وہ آپ کے خواب و خیال میں نہیں آسکتا ہے‘ آپ نے میرا رشتہ اور میری فراخ دلانہ پیشکش کو اس لئے ٹھکرا دیا کہ میں عمر میں آپ سے بہت بڑا ہوں‘ اس کے عوض آپ کو جو کچھ ملے گا‘ آپ نے اس کے بارے میں سنجیدگی سے نہیں سوچا‘ آپ کو میری اس بات کا یقین نہیں ہے کہ میری موت کے بعد آپ میرے سارے اثاثوں کی مالک ہوں گی‘ میں شادی سے پہلے اس کی ضمانت دینے کو تیار ہوں‘ اس کے علاوہ میں آپ کو ایک ایسی عزت‘ حیثیت اور مقام دلانا چاہتا ہوں جو اس مقام سے بھی اونچا ہے۔“

”وہ کیا؟“ زرنگار نے بے دلی سے پوچھا۔ ”میرے نزدیک دنیا میں فنکار کے مقام سے اونچا مقام کوئی اور نہیں ہے۔“

”میں آپ کو بنگلہ دش کی وزیراعظم بنانا چاہتا ہوں‘ کیا آپ اپنے دیش کی وزیراعظم بننا پسند کری گی؟“

”وزیراعظم.........؟ مجھے.........؟“ زرنگار ایک لمحے کے لئے بھونچکی سی ہو گئی‘ اس پر سکتہ سا چھا گیا‘ اس نے حیرت سے اپنی ماں کی طرف دیکھا پھر وہ ایک قہقہہ مار کر ہنسی۔ ”آپ میرے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے ہیں؟“

”اس میں حیرت کی کیا بات ہے.........؟“ وہ تعجب سے بولا۔ ”اس میں یقین نہ آنے والی کیا بات ہے؟“

”اس لئے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں فنکارہ ہوں‘ سیاستدان نہیں ہوں جو وزیراعظم بن جاؤں۔“

نیلم چوہدری نے چونک کر حیات ثمن کی طرف دیکھا اور دل میں سوچا کہیں زرنگار کے شادی سے انکار کرنے پر صدمے سے اس بوڑھے کا دماغ تو نہیں چل گیا ہے جو بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے‘ یہ تو اس کی بیٹی پر ریشہ خطمی ہو کر رہ گیا ہے۔

”یقین نہ کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔“ حیات ثمن سنجیدگی سے کہنے لگا۔

”آپ کے فنکارہ ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے‘ ایک سیاستدان کی بیوی ہونے کے ناتے آپ بنگلہ دیش کی وزیراعظم بن سکتی ہیں‘ اتنا بڑا عہدہ حاصل کرنے کے لئے ایک پلیٹ فارم کی ضرورت ہوتی ہے‘ آپ میری پارٹی کے پلیٹ فارم سے وزیراعظم بن سکتی ہیں‘ یہ پلیٹ فارم آپ کو میری بدولت میری بیوی بننے سے مل سکتا ہے‘ میں آپ کو وزیراعظم بنا سکتا ہوں‘ بہت آسانی سے.........“

”مگر میری بیٹی وزیراعظم کیسے بن سکتی ہے جبکہ اسے سیاست کے اسرار و رموز نہیں معلوم ہیں۔“ نیلم چوہدری بولی۔

”میں اسے بتاؤں گا‘ اس کی تربیت کروں گا اور میری پارٹی کا پلیٹ فارم اس کے لئے راستہ بنائے گا۔“

”آپ شاید بیس برس سے قومی اسمبلی کا ممبر بننے کے لئے الیکشن لڑ رہے ہیں لیکن ایک بار بھی آپ الیکشن میں کامیاب نہ ہو سکے اور پھر آپ کی پارٹی کو کبھی بھی دو تین سے زیادہ نشستیں نہیں مل سکی ہیں اس صورت میں آپ کی پارٹی کی کامیابی کے امکانات اب جو الیکشن ہونے والا ہے‘ اس میں بھی نظر نہیں آتے ہیں۔“ نیلم چوہدری نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔

”بات یہ ہے کہ میں نے کبھی الیکشن میں کاروبار کی وجہ سے زیادہ سنجیدگی اور منصوبے سے کام نہیں لیا۔“ حیات ثمن نے بات بنائی۔ ”اب میں نے پوری توجہ سیاست کی طرف مبذول کر دی ہے‘ میں نے ابھی سے منصوبہ سازی شروع کر دی ہے‘ اسی مقصد کے پیش نظر لندن میں ہوں‘ کچھ پارٹیوں کے ساتھ مل کر الیکشن پلان بنانے کے بارے میں سوچ رہا ہوں شاید ان کے ساتھ اشتراک کروں‘ میرے پاس دولت کی کمی نہیں ہے‘ میں اسے الیکشن میں جھونک دوں گا‘ اس لئے مجھے کامیابی کی امید ہے۔“

”آپ کو اس بات کی امید ہے کہ میری بیٹی الیکشن میں کامیابی حاصل کر لے گی‘ وہ ایک گھریلو عورت ہے۔“

"کیوں نہیں.........." حیات ثمن نے سر ہلایا۔ "اس دیش کی دو عورتیں ملک کی وزیراعظم بن چکی ہیں۔"

"آپ میری بیٹی کے مقابلے میں کسی نوجوان لیڈر کو لے کر کیوں نہیں چلنا چاہتے؟ آپ کو آخر میری بیٹی میں ایسی کیا خوبی نظر آئی جو اس کے لئے بے چین ہو رہے ہیں' بنگلہ دیش میں نوجوان مرد لیڈروں کی کوئی کمی نہیں ہے۔" نیلم چوہدری اس کا انٹرویو لینے لگی تھی۔

"دنیا میں ہر جگہ آج کا دور ایک عورت کا ہے' عورتوں کو سیاست میں بڑی کامیابی اور مقبولیت حاصل ہو رہی ہے اس لئے میں آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں' اسے وزیراعظم بنانا چاہتا ہوں مگر آپ کی بیٹی کو اپنا تابناک مستقبل عزیز نہیں ہے' زندگی میں ایک سنہرا موقع مل رہا ہے مگر اسے ہاتھ سے جانے دے رہی ہیں۔"

"آپ ہمیں سوچ بچار اور فیصلہ کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت دیں۔" نیلم چوہدری نے کہا۔ "اس لئے کہ اتنے بڑے اور اہم فیصلے فوری نہیں کئے جاتے ہیں اور پھر مجھے زرنگار کے باپ سے ٹیلی فون پر صلاح مشورہ بھی تو کرنا پڑے گا۔"

"آپ ایک دن کی کیا دو دن کی مہلت لے لیں۔" حیات ثمن خوش ہو کر بولا۔ اسے اندھیرے میں امید کی کرن دکھائی دینے لگی۔ "میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ میری پیشکش قبول کرنے سے خوش قسمتی کے ساتوں در کھل جائیں گے۔"

پھر وہ زرنگار اور نیلم چوہدری کو اپنی کیڈلک میں لے کر ہوٹل کی طرف روانہ ہوا' وہ گاڑی خود ہی چلا رہا تھا' زرنگار اگلی نشست پر اس کے ساتھ بیٹھی مہک رہی تھی' اس کی ماں پچھلی نشست پر بیٹھی تھی' اس گاڑی نے اسے اور اس کی ماں کو بہت مرعوب کیا تھا۔ زرنگار نے ایک لمبی سانس لے کر سوچا کہ کاش اس بوڑھے کی جگہ رضوان ہوتا تو یہ لمحات کس قدر حسین ہوتے۔

ڈنر بہت شاندار اور پُر تکلف تھا' ایسے شاندار ہوٹل میں کھانے کا ماں بیٹی کو پہلا

اتفاق ہوا تھا' ایسا عظیم الشان ہوٹل انہوں نے کب دیکھا تھا' ان کے شہر میں سنار گاؤں ہوٹل شیرٹن تھا' اس ہوٹل میں جو تقریبات ہوتی تھیں' اسے مدعو کیا جاتا تھا لیکن لندن کے اس ہوٹل کی بات ہی اور تھی' اس کا ماحول بڑا سحر انگیز تھا' یہاں ڈنر پر شاہی خاندان کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے۔

اس نے ڈنر کے دوران حیات ثمن کو ایک نفیس اور شائستہ مزاج شخص پایا تھا' اسے سحر انگیز شخصیت کا مالک لگا تھا' بردبار اور ذہین بھی تھا' اس کی گفتگو میں بڑی گہرائی تھی' اس کی معلومات بہت وسیع تھیں' کھانے کی میز پر حیات ثمن نے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جو معیوب اور اخلاق سے گری ہوئی ہو' نہ کسی حیلے بہانے سے اپنی نظروں کی پیاس بجھانے کی کوشش کی تھی' اس نے شادی کے موضوع پر بات کی اور نہ اپنی امارت کا رعب جمایا' وہ بس مختلف موضوعات اور اس کے رقص کے بارے میں اظہار خیال کرتا رہا تھا۔

رات بارہ بجے حیات ثمن نے ماں بیٹی کو ان کے ہوٹل پر ڈراپ کیا تھا' ہوٹل پہنچ کر نیلم چوہدری نے زرنگار سے پوچھا۔ "ہاں تو بیٹی..........! تمہیں حیات ثمن کیسے لگے؟ ان کے رشتے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"یہ آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں رضوان سے محبت کرتی ہوں۔" زرنگار نے حیرت اور تیزی سے پوچھا۔

"اس میں حیرت اور غصے کی کیا بات ہے؟" نیلم چوہدری متعجب ہو کر بولی۔ "کیا تم نے اسے ایک اچھا اور بردبار شخص نہیں پایا؟"

"تو کیا آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں اس بڈھے کھوسٹ سے شادی کر لوں اور رضوان کے لئے بے وفا بن جاؤں..........؟"

"ہاں.......... میں یہی چاہتی ہوں' ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ مجھے حیات ثمن بہت پسند آئے' رضوان کے مقابلے میں وہ بہتر شخص ثابت ہو گا' تم اس کی عمر کو مت

دیکھو' اس کی شخصیت اور مزاج کو دیکھو' اس میں کیسا ٹھہراؤ ہے۔"

"ماں.........!" زرنگار ششدر سی رہ گئی' اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "اس بڈھے میں اور کیا خوبیاں ہیں؟ بولیں' بتائیں؟"

"اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس سے شادی کرنے کے بعد تمہارا مستقبل محفوظ ہو جائے گا' اس کی موت کے بعد تم ارب پتی بیوہ ہو جاؤ گی اس کے علاوہ وہ تمہیں بنگلہ دیش کی وزیر اعظم بھی بنانا چاہتا ہے' تمہیں اور کیا چاہئے؟"

"میرا مستقبل رضوان بھی تابناک بنا سکتا ہے' بات دولت کی نہیں ہے' محبت اور خلوص کی ہے۔" زرنگار تنک کر بولی۔

"رضوان.........؟" نیلم چوہدری کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔ "وہ تمہیں نہ تو محبت دے سکتا ہے اور نہ تمہاری زندگی بنا سکتا ہے' وہ صرف فلموں میں اچھا لگتا ہے' وہ ایک خودغرض اور مطلبی شخص ہے اور پھر اس کا کوئی مستقبل نہیں ہے' اس سال اس کے پاس صرف تین فلمیں ہیں' کیا تم دیکھ اور محسوس نہیں کر رہی ہو' اسے پہلے کی طرح فلموں میں چانس نہیں مل رہا ہے' وہ تمہیں کیا دے سکتا ہے؟ اس نے اپنی ساری آمدنی کا جانے کیا کیا' اس کے پاس اپنا ایک مکان تک نہیں ہے' اس کے علاوہ وہ بدمزاج اور مغرور شخص ہے' وہ تم سے اس لئے دوستی اور پینگیں بڑھا رہا ہے کہ تم اس سے شادی کر لو تاکہ وہ تمہاری آمدنی اور دولت پر قابض ہو جائے' تمہیں محبت کے اندھے جنون میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔"

"ماں.........!" زرنگار کے چہرے پر تیزی' تندی اور ناگواری سی چھا گئی' وہ اپنی پلکیں جھپکاتی ہوئی ہذیانی لہجے میں کہنے لگی۔ "آپ یہ باتیں آج اس لئے کہہ رہی ہیں کہ آپ کو وہ شخص بہت پسند آ گیا ہے' اس لئے کہ وہ نہ صرف بہت بڑا سیاستدان ہے بلکہ بنگلہ دیش کا ایک مالدار شخص ہے' وہ میرا مستقبل بنا سکتا ہے' آپ اس کی اور میری عمر کو نہیں دیکھ رہی ہیں صرف اور صرف اس کی دولت کو دیکھ رہی ہیں۔ چونسٹھ برس کا شخص

کیا مجھے محبت دے سکتا ہے' وہ مجھ سے شادی نہیں کر رہا ہے بلکہ خرید رہا ہے' میرے قدموں میں دولت کا ڈھیر لگانے کے لئے تیار ہے اسی لئے آج آپ رضوان میں کیڑے نکال رہی ہیں' کل تک تو آپ نے یہ باتیں مجھ سے نہیں کہی تھیں' اس کی گھر میں آمدورفت اور ملاقاتوں پر بھی آپ اور ابو نے کبھی نہیں ٹوکا تھا' آپ تو اس بات سے بھی بہت خوش تھیں کہ رضوان جیسے عظیم اور مشہور ہیرو نے مجھے پسند کر لیا ہے' ہم دونوں کا جوڑ مثالی ہے' دنیا ہم دونوں پر رشک کرے گی۔"

زرنگار سانسوں پر قابو پانے کے لئے رکی' اس کی سانسیں پھول رہی تھیں۔ نیلم چوہدری اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھی جو بے حد جذباتی ہو گئی تھی' اس کا چہرہ اور آنکھیں لال ہو رہی تھیں' اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی زرنگار نے اپنی بات جاری رکھی۔ "آپ میرے مستقبل کے خیال سے فکرمند اور پریشان نہ ہوں' رضوان کا مستقبل بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے' ہم دونوں ہی بنگلہ دیش کے عظیم ترین اور تابندہ ستارے ہیں جو شوبزنس کے افق پر جگمگا رہے ہیں' ہم اتنی دولت جمع کر لیں گے کہ ہماری آئندہ زندگی بہت حسین اور سندر سپنوں کی طرح گزرے گی' رضوان نے اپنی دولت عیاشیوں میں نہیں لٹائی ہے' عورت کبھی اس کی کمزوری نہیں رہی ہے' وہ شرابی کبابی بھی نہیں ہے' اسے بھی میری طرح جوئے کا شوق ہے' جوئے کی لت نے اسے برباد کر دیا ہے' اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ کبھی تاش کے کھیل کے پاس نہیں جائے گا' اپنی کمائی بچا کر رکھے گا' میں نے روانگی سے قبل رضوان سے کہہ دیا تھا کہ ٹور سے واپسی کے بعد ہم دونوں شادی کر لیں گے۔"

"کوئی ستارہ تابندہ نہیں ہوتا ہے۔" نیلم چوہدری کہنے لگی۔ "ستارے کچھ دن چمکتے ہیں اور پھر ڈوب جاتے ہیں' اس شوبزنس کے افق پر کل جو ستارے چمک رہے تھے' آج ان ستاروں کا کہیں پتا نہیں ہے' تم بھی ان فنکاروں کے بارے میں جانتی ہو' تم حقیقت پسند بن کر سوچو' دور اندیشی سے کام لو صرف کچھ برسوں کی بات ہے' تم شادی

کرنے کے بعد بیوہ ہو جاؤ گی اور پھر اس دیش کی وزیر اعظم بن جاؤ گی' وزیر اعظم بننے کے بعد نہ صرف تم عزت' شہرت اور دولت کی مالک بن جاؤ گی بلکہ پانچ برسوں تک شاہانہ انداز سے حکومت کرو گی' وزیر اعظم بننے میں جو عزت ہے' تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی ہو پھر تم حکومت کے خرچ پر ساری دنیا کی سیر و سیاحت کر سکو گی۔"

رات تھی' نیند زر نگار کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی' وہ رضوان کی محبت اور حیات ثمن کے رشتے کے بارے میں سوچ رہی تھی' وہ ایک عجیب سے دوراہے پر کھڑی تھی' ماں کی باتیں اس کے ذہن میں گونج رہی تھیں' ایک طرف رضوان تھا وہ رضوان سے سچی اور شدید محبت کرتی تھی' رضوان کے بغیر اس کی زندگی ادھوری تھی' رضوان ہی اس کے لئے سب کچھ تھا' رضوان کے مقابلے میں دنیا کی ہر دولت ہیچ تھی۔ وہ کسی قیمت پر رضوان کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔

دوسری طرف ماں کی باتیں بھی اس کی سمجھ میں آ رہی تھیں جو دولت حیات ثمن کے پاس تھی اس کا پانچ فیصد بھی ساری زندگی اس کے پاس نہیں آ سکتا تھا اور پھر یہ سچ تھا کہ ستارے چمکنے کے بعد ڈوب جاتے ہیں صرف وہ ایک فنکار ہی تھے جو ایک آسودہ حال زندگی گزار رہے تھے' کل کیا ہو گا' کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا' وہ سپنوں جیسی زندگی گزارنا چاہتی تھی' دولت اس کے لئے ضروری اور لازمی تھی۔

اس کے ذہن میں ایک خیال آتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے سوچا کہ ایسا ممکن ہے کہ شادی کے کچھ مہینوں کے بعد وہ بیوہ ہو جائے' اس کے لئے ایسی کوئی تدبیر کرنا ہو گی جس سے سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے .... رضوان کو اس کی شادی پر اعتراض تو ہو گا وہ اس سے سخت ناراض ہو جائے گا کہ اس نے محبت کے نام پر فریب دیا' روٹھ بھی جائے گا' اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ دلبرداشتہ ہو کر خودکشی کر لے' اگر اس نے خودکشی نہیں کی تو وہ نفرت کرنے پر مجبور ہو جائے گا پھر اپنی نفرت کا اظہار کرنے کے لئے کسی اور لڑکی سے شادی کر لے گا' رضوان سے کتنی ہی لڑکیاں شادی کی

خواہشمند ہیں' اس پر جان چھڑکتی ہیں' اس کی چاہت میں پاگل ہیں' رضوان نے اسے بارہا بتایا تھا کہ اس کی پرستار لڑکیاں اپنے خون سے اسے محبت بھرے خط لکھتی ہیں۔

اگر رضون نے اس کی شادی کی خبر سن کر فوراً ہی کسی لڑکی سے شادی کر لی تو پھر وہ جیتے جی مر جائے گی' وہ رضوان کو خط لکھ کر بتائے گی' سمجھائے گی کہ اس نے حیات ثمن سے یہ شادی کیوں اور کس لئے کی ہے۔ شادی کا یہ جوا اس نے صرف اور صرف اپنی محبت کے لئے کھیلا ہے' اپنا سب کچھ جو داؤ پر لگایا ہے' وہ اپنے محبوب کو پانے کے لئے لگایا ہے' اسے امید ہے کہ وہ یہ بازی ایک دن جیت جائے گی' رضوان اس کے ایثار اور قربانی کے جذبے کی قدر کرے گا' حالات سے سمجھوتہ کر لے گا۔

پھر اسے خیال آیا کہ وہ یہ بازی ہار بھی تو سکتی ہے' جوا کھیلتے وقت ہر جواری کو اپنی ہی جیت کی امید ہوتی ہے' کھیل میں تو ہار جیت ہوتی ہی ہے' وہ یہ بازی ہار بھی تو سکتی ہے لیکن وہ کسی قیمت پر یہ بازی نہیں ہارے گی' اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ یہ جوا ہر قیمت پر کھیلے گی' اس میں اتنا حوصلہ ہے کہ اپنی جیت اور رضوان کو پانے کے لئے بہت دور جا سکتی ہے' اس کے لئے وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے سہاگ کو اجاڑ دے گی اس صورت میں اسے اپنی منزل مراد مل جائے گی۔

☆======☆======☆

صبح جب زر نگار نے اپنی ماں کو ڈرامائی انداز میں حیات ثمن سے شادی کرنے کے فیصلے سے آگاہ کیا تو نیلم چوہدری کو نہ جانے کیوں ایک لمحے کے لئے یقین نہیں آیا' اس نے اپنی سماعت کا فتور سمجھا' وہ اپنی بیٹی کی باغیانہ باتوں' جذباتی پن اور خیالات سے مایوس ہو گئی تھی' اس کے دل کو بڑا صدمہ پہنچا تھا' اسے اتارنا اس کے بس کی بات نہیں رہی تھی' ماں نے اپنی بیٹی کو فرطِ مسرت سے گلے لگا کر اس کے چہرے پر محبت کی بارش کر دی تھی' اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد زر نگار کی جہاندیدہ ماں نے اس سے کہا۔ "بیٹی! مجھے اس بات

سے بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ تم نے ایک حقیقت پسندانہ اور دانشمندانہ فیصلہ کیا ہے‘ تم نے اپنی حسین زندگی اور مستقبل کے لئے اپنی محبت کی جو قربانی دی ہے‘ وہ کبھی رائیگاں نہیں جائے گی‘ بہت کچھ پانے کے لئے بہت کچھ کھونا بھی پڑتا ہے‘ عشق دماغ کا خلل ہوتا ہے‘ اب تم کبھی بھول کر اپنی محبت اور رضوان کی طرف مت دیکھنا‘ ایک شوہر اپنی بیوی کے ہرجائی پن کو کسی قیمت پر معاف نہیں کرتا ہے۔“

☆======☆======☆

چوتھے دن ایک سادہ اور پُروقار تقریب میں زرنگار کا نکاح حیات ثمن سے اس کے بہت ہی شاندار اور خوبصورت لگژری اپارٹمنٹ میں ہو گیا‘ حیات ثمن نے اپنے تین بے حد قریبی دوستوں اور ان کی بیویوں اور ”ٹائم“ کے رپورٹر کو مدعو کیا تھا‘ زرنگار کا باپ ارشاد چوہدری بھی اپنی بیٹی کی شادی میں شرکت کی غرض سے بنگلہ دیش سے لندن پہنچ گیا تھا‘ اس کی آمدورفت کے اخراجات اس کے ہونے والے داماد نے ادا کئے تھے جو عمر میں اس سے بھی بڑا تھا‘ ارشاد چوہدری اس ڈرامے پر حیران سے زیادہ خوش تھا‘ اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا کیونکہ اسے جو کچھ بتایا گیا تھا‘ وہ بڑا خوش کن تھا‘ اس میں اسے اعتراض کی کوئی بات نظر نہیں آئی تھی‘ اسے یہ سب کچھ ایک دیوانے کے خواب کی طرح لگا تھا‘ وہ ابھی سے اپنی بیٹی کو بنگلہ دیش کا وزیراعظم سمجھنے لگا۔

صرف ٹور ہی نہیں بلکہ سارے پروگرام اس شادی کی وجہ سے منسوخ کر دیئے گئے تھے کیونکہ زرنگار اب ایک رقاصہ نہیں رہی تھی‘ ایک سیاستدان اور مالدار ترین شخص کی بیوی تھی‘ اب وہ کچھ دنوں کے بعد سیاست کے اسٹیج پر نمودار ہونے والی تھی‘ پردہ ہٹنے کی دیر تھی‘ شادی کی خبر اور شادی کی تصویریں انٹرنیٹ سے بنگلہ دیش روانہ کر دی گئی تھیں تاکہ فضول قسم کی افواہیں جنم نہ لے سکیں‘ شادی کی تیاری کی وجہ سے وہ رضوان کو تفصیلی خط نہ لکھ سکی تھی‘ اس نے کچھ دنوں کے بعد رضوان کو خط لکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا‘ اسے اندازہ تھا کہ رضوان اس کی شادی کا ذکر سن کر سکتے میں آ جائے گا‘

اس کے دل کو گہرا صدمہ پہنچے گا مگر وہ خودکشی نہیں کرے گا۔

نکاح والے دن ہی سہ پہر کے وقت حیات ثمن ہنی مون منانے کے لئے زرنگار کو لے کر سوئٹزرلینڈ روانہ ہو گیا تھا‘ ارشاد چوہدری اور نیلم چوہدری نے لندن میں اپنے سمدھی کے اپارٹمنٹ میں ایک ہفتہ قیام کر کے دیرینہ دوستوں اور ہم وطنوں سے مل کر وطن واپسی کا پروگرام بنایا تھا‘ میاں بیوی بہت خوش تھے کہ ان کی بیٹی نے چاکلیٹی ہیرو کے بجائے چاکلیٹی سرمایہ دار سے شادی رچالی۔

حیات ثمن نے پہلے ہی سے ہنی مون کا پروگرام ترتیب دے ڈالا تھا‘ اس نے سارے انتظامات کر لئے تھے‘ اس کے لئے رقم کا کوئی مسئلہ نہیں تھا‘ سوئس بینکوں میں اس نے اپنا کالا دھن جمع رکھا تھا تاکہ کڑے وقت میں کام آ سکے‘ اس نے سوئٹزرلینڈ کے شہر جنیوا میں ایک اعلیٰ اور مہنگے ترین ہوٹل میں ایک سوٹ بک کرا لیا تھا‘ اس نے ہوٹل والوں کو فیکس بھیجا تھا کہ وہ ہنی مون منانے آ رہا ہے‘ اس کے سوٹ کو دلہن کی طرح سجایا جائے‘ سجاوٹ میں اس کے دیش کے انداز کو ملحوظ رکھا جائے‘ وہ زرنگار کے جسم کا ہی نہیں بلکہ اس کے دل کا مالک بھی بننا چاہتا تھا‘ اسے اس بات کا احساس تھا کہ زرنگار نے اس سے شادی ایک ضرورت اور مجبوری کے تحت کی ہے‘ ایک عورت کا دل جیتنے کے لئے اس نے نفسیاتی کھیل کھیلنے کا فیصلہ کیا تھا۔

حیات ثمن نے اس ہنی مون کو ناقابل فراموش بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ وہ یادگار اور امر بن جائے‘ اس نے سفر کے دوران زرنگار سے کہا تھا۔ ”ہم دونوں اپنا لمحہ لمحہ ایک دوسرے کی محبت میں گزاریں گے‘ سیر و تفریح کریں گے‘ پہاڑوں پر چڑھیں گے غرض زندگی کی تمام لذتوں سے محظوظ ہوں گے‘ میں ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں گا‘ تم ہر وقت میری نظروں کے سامنے رہو گی‘ میں دنیا کی ہر خوشی تمہاری جھولی میں ڈال سکتا ہوں صرف تمہارے لبوں کی جنبش کی دیر ہے‘ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو بلا جھجک مجھ سے فرمائش کر سکتی ہو‘ اس کی قیمت کی پروا مت کرنا اس لئے کہ اب تم میری بیوی

اور رفیق سفر بن چکی ہو۔"

حیات ثمن کی ان باتوں نے اس کا دل موہ تو لیا تھا مگر حیات ثمن اس کے دل میں اپنے لئے جگہ نہیں بنا سکا تھا اس لئے کہ اس کے من کے نہاں خانے میں تو رضوان کی تصویر نقش تھی' وہ اس نقش کو باوجود کوشش کے مٹا نہیں سکی تھی۔

زرنگار نے حجلۂ عروسی کو دیکھا تو دیکھتی رہ گئی تھی' حیات ثمن نے شادی کے سارے اخراجات خود ہی برداشت کئے تھے' اس کی ماں کو ایک پونڈ بھی خرچ کرنا نہیں پڑا تھا' اس کے شوہر نے شادی سے پہلے اسے اور اس کی ماں کو لے جا کر شاپنگ کرائی تھی' ملبوسات اور زیورات کی خریداری پر پیسہ پانی کی طرح بہایا تھا' اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ سپنوں کی حسین وادی میں پہنچ گئی ہے' یہ کسی شاہی محل کا حجلۂ عروسی تھا' رضوان سے اس کی شادی ہوتی تو اسے یہ سب کچھ نصیب نہیں ہوتا' اس نے خواب وخیال میں بھی نہیں سوچا تھا وہ سوئٹزرلینڈ میں ہنی مون منائے گی' وہ حجلۂ عروسی میں سحرزدہ سی کھڑی تھی مگر اس وقت بھی وہ رضوان کے خیال سے غافل نہیں تھی' اسے رضوان یاد آ رہا تھا اس نے نہ جانے کتنی ہی مرتبہ سوچا تھا کہ اس بوڑھے کی جگہ رضوان ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا پھر اس نے اپنے دل ناداں کو سمجھایا کہ اسے غم زدہ اور جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں' اس کی زندگی میں دوسرے ہنی مون کا دن زیادہ دور نہیں ہے' وہ سوئٹزرلینڈ کے اسی ہوٹل میں اور ایسے ہی حجلۂ عروسی میں رضوان کی دلہن بن کر بیٹھی ہوگی' اس نے جو اپنی زندگی کا سب سے بڑا جوا کھیلا ہے' اس میں جیت اسی کی ہوگی۔

سفر کی تھکن ہوٹل میں قدم رکھتے ہی اتر گئی تھی' حیات ثمن نے اس سے کہا کہ وہ ایک ضروری کام سے باہر جا رہا ہے' اس کی واپسی تین گھنٹے کے بعد ہوگی' اتنی دیر میں وہ سستا لے پھر دلہن کی طرح تیار ہو جائے' وہ اسے اپنے دیش کی روایتی دلہن کی طرح دیکھنا چاہتا ہے' حیات ثمن کے جانے کے بعد وہ کپڑے بدل کر بستر پر لیٹ گئی' حیات ثمن نے جانے سے پہلے دروازے کے باہر ''ڈونٹ ڈسٹرب'' کا کارڈ لگا دیا تھا یوں بھی یہاں

کوئی ایسا شناسا نہیں تھا جو اس کے آرام اور نیند میں خلل ڈالنے آ جاتا۔

دو گھنٹے تک سستانے اور سونے کے بعد اس نے اٹھ کر غسل کیا پھر اس نے اپنا عروسی جوڑا نکال کر پہنا' اسے میک اپ کر کے دلہن بننے میں پورا ایک گھنٹہ لگ گیا پھر وہ تیار ہو کر پلنگ کے کنارے اپنے پیا کے انتظار میں بیٹھ گئی جس سے اسے سخت نفرت تھی لیکن اب وہ اپنی نفرت کا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد زرنگار نے حیات ثمن کو سوٹ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو وہ پلنگ پر سکڑ اور سمٹ کر رنگین گٹھری کی طرح بن گئی پھر اس نے اپنا خوشنما سر جھکا لیا پھر اس نے اپنی خوبصورت کاجل بھری آنکھوں پر پلکوں کی چلمن ڈال دیں' اس نے اپنی آنکھیں اس لئے بند نہیں کی تھیں کہ فطری شرم وحیا اس پر غالب آ گئی تھی بلکہ اس لئے کہ اس کے دل میں نفرت بھری تھی' وہ اپنے بوڑھے شوہر کا چہرہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

حیات ثمن بستر پر زرنگار کے سامنے بیٹھ گیا پھر وہ اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا' اس کا خواب' اس کی منزل مراد اس کی نظروں کے سامنے تھی' اس نے اپنے دل میں ایک لمحے کے لئے سوچا آخر اس نے یہ بازی جیت ہی لی' پہلے جب وہ زرنگار کے لئے رشتہ لے کر گیا تھا تب اس کے ذہن میں یہ بات نہ تھی کہ زرنگار اس کی منزل مراد بھی بن سکتی ہے' وہ تو اس کے قیامت خیز حسن وشباب سے متاثر ہو کر رشتہ لے کر گیا تھا' اس پر ریشہ خطمی ہو گیا تھا' زرنگار کے انکار کرنے پر پھر اسے یہ خیال آیا تھا کہ زرنگار اس کے لئے کامیابی وکامرانی کا زینہ بن سکتی ہے پھر اس نے وزیر اعظم بنانے کا دانہ ڈالا تھا' اس نے ماں بیٹی کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ حسن اور فن سے متاثر ہو کر زرنگار سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر اصل بات کچھ اور ہی تھی' وہ زرنگار کی شخصیت اور شہرت کو سیاسی پلیٹ فارم پر استعمال کرنا چاہتا تھا' یہ ایک ایسا ٹرمپ کارڈ تھا جس کی بدولت اس کی پارٹی الیکشن میں سب سے زیادہ نشستیں آسانی سے حاصل کر سکتی تھی کیونکہ بنگلہ دیش کے کروڑوں عوام

جنون کی حد تک زرنگار سے محبت کرتے تھے‘ اسے پسند اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے‘ وہ ان کے دلوں پر راج کر رہی تھی‘ الیکشن میں جب اس کی پارٹی سب سے زیادہ نشستیں حاصل کرلے گی تب وہ خود بھی جوڑ توڑ کر کے اپنے دیش کا وزیراعظم بن جائے گا۔

حیات ثمن نے منہ دکھائی میں سب سے پہلے اس کی انگلی میں ہیرے کی انگوٹھی پہنائی پھر اس نے اپنے ہی ہاتھوں سے زرنگار کی صراحی دار گردن میں نیکلس پہنایا جس میں مٹر کے دانوں کے برابر ایک سو ہیرے تھے اور اس نیکلس کو پلاٹینم سے بنایا گیا تھا پھر اس نے ایک لفافہ زرنگار کے ہاتھ پر رکھ دیا جس میں دو ہزار گز پر بنی ہوئی کوٹھی کے کاغذات تھے جو ڈھاکہ کے سب سے اعلیٰ رہائشی علاقے میں تھی۔ زرنگار کو منہ دکھائی میں اس قدر قیمتی تحائف ملنے کی امید نہیں تھی‘ وہ ان تحائف کو پاکر ایسی سرشار ہوئی کہ رضوان تو کیا اپنے آپ کو بھی بھول گئی تھی۔

رات کے آخری پہر حیات ثمن نے اس سے کہا۔ ”زرنگار! تم کسی معمولی شخص کی بیوی نہیں ہو‘ تمہیں میری بیوی ہونے کے ناتے عزت‘ وقار اور نیک نامی کی زندگی گزارنا ہوگی‘ تم سیاسی زندگی میں میرے ساتھ قدم ملا کر چلوگی‘ اس وقت تم ایک صاف وشفاف آئینے کی مانند ہو‘ تم مستقبل کی وزیراعظم ہو‘ اگر تمہاری ذات پر کوئی حرف آیا اور کوئی اسکینڈل کھڑا ہوا تو نہ صرف تمہاری عزت بلکہ میری سیاسی شہرت بھی خاک میں مل جائے گی کیونکہ اس سے دوسری پارٹیاں ہماری کمزوری اور خامیوں سے فائدہ اٹھائیں گی‘ ہر سیاسی پارٹی اپنی حریف پارٹی کو نقصان پہنچا کر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے کسی بھی پارٹی کی ساکھ ایک دن میں قائم نہیں ہوتی‘ میں نے بیس برس اپنی پارٹی کا مقام بنانے میں بڑی جدوجہد کی اس پر آنچ نہیں آنے دی ہے‘ یہ سچ ہے کہ میری پارٹی نے کبھی کسی بھی الیکشن میں ایک دو سے زیادہ نشستیں حاصل نہیں کی ہیں‘ میں بھی کامیاب نہیں ہوا ہوں لیکن اس کے باوجود اس کی عزت اور ایک مقام ہے‘ تم چونکہ نوجوان ہو اور تمہارا حسن و جمال بے مثال ہے‘ تم شوبزنس میں رہ چکی ہو‘ میں تمہارے ماضی کو

ناواقف ہوں اس لئے ایک نامعلوم سا خوف محسوس ہو رہا ہے‘ ایک بات تم ذہن نشین کرلو کہ مجھے اور میری پارٹی کو تمہاری ذات نے بدنامی کا طوق پہنایا تو پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا پھر میں تمہیں معاف نہیں کروں گا‘ میں اس کی ایسی سزا دوں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کرسکتی ہو۔“

زرنگار کے تن بدن میں ایک آگ سی لگ گئی تھی‘ اس کے شوہر کی زبان سے آخری جملے کا نکلا ہوا ایک ایک لفظ اس کے وجود میں نہیں بلکہ روح میں زہر میں بجھے ہوئے تیروں کی طرح اتر گیا تھا‘ اس کی رگوں میں لہو ابلنے لگا‘ اس کے شوہر حیات ثمن نے پہلے یہ بات کہی ہوتی تو شاید وہ اس کا منہ نوچ لیتی‘ اس کے شوہر نے منہ دکھائی میں جو کچھ دیا تھا‘ اس کے منہ پر دے مارتی‘ اس کی جھولی میں نہ گرجاتی‘ اب وہ ایک بڑی عمر کے شخص کی قانونی اور شرعی بیوی تھی‘ وہ اس کی ملکیت بن چکی تھی۔

زرنگار کو اب پچھتاوا سا ہو رہا تھا کہ اس نے محبت‘ دولت اور مستقبل کو پانے کے لئے ایک بوڑھے کی بات مان لی اور اس کا ہاتھ تھام لیا‘ اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا‘ وہ اتنی دور جاچکی تھی کہ واپسی کا راستہ ہی نہیں رہا تھا‘ اب اس شکی مزاج شوہر سے نجات پانے کی ایک ہی صورت تھی‘ وہ تھی اس کی بیوگی .... لیکن اتنی جلدی بیوہ ہونا مناسب نہیں تھا‘ ابھی اُس کا وقت نہیں آیا تھا‘ اس دن کے لئے اسے ابھی سے سوچنا تھا‘ اس دن کا انتظار کرنا تھا کیونکہ وہ اپنے شوہر کے رحم و کرم پر تھی‘ اس کی ماں نے ہنی مون پر جانے سے پہلے اسے نصیحت کی تھی کہ اس کا شوہر مال دار ترین ہی نہیں بلکہ سیاستدان بھی ہے اور پھر بوڑھا بھی .... اس عمر میں ہر شخص شکی مزاج اور خرانٹ ہوتا ہے‘ چڑچڑا بھی ہو جاتا ہے‘ سٹھیا بھی جاتا ہے لہٰذا اسے اپنے شوہر کو بڑے ضبط و تحمل اور برداشت سے ساتھ لے کر چلنا ہوگا‘ خون کے گھونٹ پینے ہوں گے گو یہ سب کچھ بڑا اذیت ناک ہوگا مگر اسے اپنے جذبات واحساسات کی قربانی دینی ہوگی تب کہیں جاکر وہ یہ بازی جیت سکتی ہے‘ اس کی ذرا سی جلد بازی اور غلطی سے سارا کھیل بگڑ سکتا ہے۔ اسے

اپنی اداؤں سے دیوانہ اور بے وقوف بنا سکتی ہو' اپنا غلام بنا سکتی ہو۔

"یہ بات آپ نے شادی سے پہلے کیوں نہیں سوچی؟ میری ذات سے ایسا ہی خوف و خدشہ تھا تو آپ کو مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہئے تھی۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بولی۔

"میں نے سوچا تھا پھر میں نے یہ دیکھا کہ تمہارا کوئی افیئر نہیں ہے' تمہارا کوئی اسکینڈل بھی نہیں ہے' اگر ایسا ہوتا تو وہ اب تک اخبارات میں آ چکا ہوتا' اس کے باوجود میرے دل میں اس لئے بھی ایک شبہے نے سر اٹھایا کہ لوگ شاید تمہیں ٹریپ کرنے کی کوشش کریں' میرے خلاف بھڑکائیں' ہماری شادی کی خبر سے میرے دشمنوں کے سینوں پر سانپ لوٹ گئے ہوں گے' وہ یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ تم میری زندگی کی ساتھی بنی رہو' وہ صاف و شفاف آئینے پر خراشیں ڈالنے کی کوشش کریں گے۔"

"میں آپ کو اس بات کا یقین دلاتی ہوں کہ کبھی میری ذات سے آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچے گی' آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں' اب جبکہ میں آپ کی ہو چکی ہوں' میں نے ہر طرح سے آپ کی ذات کو قبول کر لیا ہے' اپنے دل میں جگہ دے دی ہے تو آپ کو میری ذات پر شک نہیں کرنا چاہئے' کوئی شخص میرے آپ کے درمیان دیوار کھڑی نہیں کر سکتا۔" زرنگار نے اسے پُر اعتماد لہجے میں یقین دلایا۔ "خدارا .... آئندہ آپ کوئی بدگمانی میری ذات سے متعلق نہ کریں ورنہ میں جیتے جی مرجاؤں گی۔"

حیات ثمن نے اس کے لہجے ہی میں نہیں بلکہ اس کی آنکھوں میں بھی سچائی کا عکس محسوس کیا تھا' وہ خوش ہو گیا۔ "مجھے تم سے بہت ساری توقعات وابستہ ہیں' سیاست کے کارزار میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنا دامن بچا کر چلو' صرف ایک لغزش سارا کیریئر تباہ کر دیتی ہے۔"

جھوٹ .... جھوٹ .... جھوٹ .... زرنگار نے دل میں اپنے آپ سے کہا۔ دنیا میں سب سے بڑا جھوٹا خود سیاستدان ہوتا ہے' وہ جتنا جھوٹ بولتا ہے' اتنا ہی بڑا

لیڈر بھی بن جاتا ہے' وہ ساری زندگی جھوٹ بولتا رہتا ہے' جھوٹ بول بول کر عوام کو فریب دیتا رہتا ہے' بے وقوف بناتا رہتا ہے' اگر اس نے بھی جھوٹ بول کر اپنے شوہر کو بے وقوف بنایا ہے تو اس نے کوئی قصور نہیں کیا ہے' جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اسی طرح ایک جھوٹے کو جھوٹ سے ہی بے وقوف بنایا جا سکتا ہے' اب وہ ساری زندگی جھوٹ ہی بولتی رہے گی۔

زرنگار نے اس کی باتوں سے محسوس کیا تھا کہ شک و شبہات کے بادل ابھی چھٹے نہیں ہیں' وہ دونوں چونکہ ساری رات کے جاگے ہوئے تھے' اس لئے بارہ بجے کے بعد ہی بیدار ہوئے تھے' تیار ہو کر نیچے جا کر انہوں نے لنچ کیا' وقت لنچ کا تھا پھر دونوں سوٹ میں آ گئے' تھوڑی دیر کے بعد وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ ایک ضروری کام سے باہر جا رہا ہے' اس کی واپسی رات آٹھ بجے ہو گی' وہ ڈنر ایک ایسے ریسٹورنٹ میں جا کر لیں گے جس کے سی فوڈ ساری دنیا میں مشہور ہیں۔

اس کے جانے کے بعد زرنگار بستر پر سونے کے لئے دراز ہو گئی کیونکہ اس کی نیند ابھی پوری نہیں ہوئی تھی' اسے بڑے زور کی نیند آ رہی تھی' وہ شام سات بجے تک گہری نیند سوتی رہی تھی۔ حیات ثمن ٹھیک آٹھ بجے آیا تو وہ تیار تھی' حیات ثمن کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا' اس بریف کیس میں وہ کیا لایا ہے' اسے کچھ معلوم نہ ہو سکا اور نہ اس نے پوچھا۔

حیات ثمن اسے اپنے ہمراہ لے کر اس ریسٹورنٹ میں پہنچا جس کے سی فوڈ بہت مشہور تھے۔ اس ریسٹورنٹ میں بہت رش تھا' کوئی میز خالی دکھائی نہیں دے رہی تھی' حیات ثمن نے چونکہ میز بک کرا لی تھی' اس لئے انہیں انتظار اور کوفت کا سامنا کرنا نہیں پڑا تھا' جب اس نے مینو میں قیمتیں دیکھیں تو اسے اندازہ ہوا کہ یہ بہت ہی مہنگا ریسٹورنٹ ہے لیکن جب اس نے کھانا کھایا تو بہت اچھا لگا' اس نے اپنی زندگی میں ایسا مزیدار' لذیذ اور ذائقہ دار سی فوڈ کبھی نہیں کھایا تھا۔

حیات ثمن نے اپنے اور اس کے لئے شیمپئن منگوائی۔ حیات ثمن نے اس سے شراب کے بارے میں پوچھا تو اس نے بلاجھجک صاف صاف کہہ دیا کہ وہ ایک دو مرتبہ پی چکی ہے لیکن اس کی عادی نہیں ہے' بنگلہ دیش کے معاشرے میں اب بہت ساری ممنوع چیزیں عام ہو گئی تھیں' اس پر مغربی تہذیب کا اثر کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا اس لئے اس کے والدین نے جوئے اور بیئر پینے سے باز نہیں رکھا تھا لیکن اسے ان کے دوستوں کے سامنے پینے کی ممانعت تھی۔

یہ ریسٹورنٹ ساحل سمندر پر تھا' چاندنی رات بھی تھی' حیات ثمن اس سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا' اس کے فن کے بارے میں نہیں بلکہ اس کی ذات کے بارے میں .... زرنگار بہت محتاط ہو کر اور سنبھل سنبھل کر اس کے ہر سوال کا جواب دیتی رہی تھی' اس کے دوستوں کے حلقے میں لڑکے زیادہ ہیں یا لڑکیاں.......... اس کے ہم جماعت لڑکوں کی کیا گھر میں آمدورفت رہتی ہے' اس کی خواہشات اور تمنائیں کیا ہیں؟ اس کا جواب زرنگار نے گول مول دیا کہ وہ خواب نہیں دیکھتی ہے' اس نے سوچا کہ حیات ثمن سے کہہ دے کہ اس کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ جتنی جلد بیوہ ہو سکتی ہے' بیوہ ہو جائے اور ساری دولت کی مالک بن جائے' تمنا یہ ہے کہ رضوان سے شادی کر لے' رضوان کے ساتھ سوئٹزرلینڈ آکر اسی ہوٹل کے سوٹ میں ٹھہرے' اسی ریسٹورنٹ میں سی فوڈ کھائے۔

پھر حیات ثمن نے اس سے پوچھا۔ "سچ سچ بتاؤ کہ تم نے اسکول اور کالج میں کسی لڑکے سے محبت کی؟"

"نہیں.........." زرنگار نے جواب دیا۔ "مجھے رقص اور پڑھائی سے فرصت نہیں ملتی تھی کہ میں محبت کے چکر میں پڑتی' آپ یہ سوال کس لئے کر رہے ہیں؟ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر لڑکی اپنی زندگی میں محبت کرے؟"

"میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کل کلاں وہ لڑکا جس سے تم محبت کرتی تھیں'"

ہماری سیاسی اور ازدواجی زندگی میں دخل اندازی نہ کرے' محبت کرنا کوئی جرم نہیں ہے' اس دیش کے نوے فیصد لڑکے لڑکیاں محبت کرتی ہیں' ہمارا دیش رومان پرور ہے چونکہ تم بہت حسین ہو اس لئے کسی لڑکے نے تم سے محبت کی ہو گی' تمہارے سینکڑوں امیدوار ہوں گے' ایک حسین اور جوان لڑکی محبت کرنے سے کیسے باز رہ سکتی ہے؟"

زرنگار کا خون کھول اٹھا' اس کا چہرہ سرخ ہو گیا' اس نے اپنے دل میں بڑی نفرت اور حقارت سے سوچا کہ شوہر کے منہ پر تھپڑ مار دے یا پھر چیخ چیخ کر کہے کہ ہاں! میں نے محبت کی ہے' اب بھی محبت کرتی ہوں' میرا دیوتا رضوان ہے' فلم انڈسٹری کا چاکلیٹی ہیرو رضوان بھی مجھ سے محبت کرتا ہے' تم کیا جانو محبت کیا ہوتی ہے' تم نے میری محبت نہیں خریدی ہے' میری روح نہیں خریدی ہے' تم انہیں خرید بھی نہیں سکتے ہو' تم نے صرف میرا جسم خریدا ہے' ہم دونوں تمہاری موت کے بعد شادی کر لیں گے' مجھے دنیا میں جس شخص سے شدید ترین نفرت ہے' وہ تم ہو حیات ثمن .... تم .... تم دنیا کے ذلیل ترین شخص ہو۔

حیات ثمن اپنی بات کہنے کے بعد ایک ہالی وڈ کی اداکارہ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جو اپنے منگیتر کے ساتھ ڈنر پر آئی تھی' وہ ان کی میز کے پاس سے مہکتی اور اپنا جلوہ دکھاتی ہوئی گزری تھی اگر حیات ثمن نے اس کا چہرہ اور آنکھیں دیکھ لی ہوتیں تو اسے زرنگار کے دلی تاثرات کا انداز ہو جاتا' وہ جب زرنگار کی طرف متوجہ ہوا تو اس وقت تک زرنگار نے خود پر قابو پالیا تھا' وہ بڑے ضبط سے بولی۔ "اگر میں نے کسی لڑکے سے محبت کی ہوتی اور میرا رومانس چل رہا ہوتا تو میں اب تک اس سے شادی کر چکی ہوتی' کتنی عجیب سی بات ہے کہ کوئی لڑکا میرا دل جیت نہ سکا' آپ نے میرا دل جیت لیا' میری زندگی میں آنے والے آپ پہلے اور آخری مرد ہیں۔" زرنگار کا لہجہ چبھتا ہوا سا تھا۔

"جانے کیوں میرا دل اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا ہے' یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک حسین اور جوان لڑکی کی زندگی کا ورق رنگین ہونے کے بجائے سادہ ہے' تم مجھ سے کچھ

چھپا رہی ہو۔" حیات ثمن نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"چھپانے کی بات نہیں ہے' میرے کئی دعویدار پیدا ہو جاتے بالفرض محال کسی ایسے شخص کا وجود ہوتا تو آپ کیا کرتے؟"

"میں اسے خاموشی سے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔" حیات ثمن نے سفاک لہجے میں کہا' وہ اندر ہی اندر کانپ کر رہ گئی۔

جب وہ ریسٹورنٹ سے اپنے ہوٹل پہنچے تو رات کا ایک بج رہا تھا۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد زرنگار نے اپنی اندرونی کیفیت کو ظاہر نہیں ہونے دیا تھا' اس کے اندر ابھی تک نفرت کی لہر اٹھ رہی تھی' اس کے شوہر نے اس سے جو یہ کہا تھا کہ اگر کوئی اس کا محبوب ہوتا تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا' اس بات نے اس کا دماغ الٹ دیا تھا' اس نے محسوس کیا تھا کہ اس کے اندر ایک ظالم' وحشی اور درندہ صفت شخص چھپا ہوا ہے جو اپنی اور پارٹی کی سیاسی ساکھ کی بقاء کے لئے کچھ بھی کر سکتا تھا۔

پھر اس نے اپنے بارے میں سوچا کہ اس کے اندر بھی تو ایک ایسی ہی عورت چھپی ہوئی ہے جو اپنے شوہر کے خاتمے کے لئے سخت بے چین ہے' دونوں ایک جیسے ہیں' اس کے ذہن میں شوہر سے نجات پانے کے لئے ایک تدبیر پک رہی ہے۔

زرنگار بظاہر مسکراتی رہی اور یہ تاثر دیتی رہی کہ آج کی شام بہت حسین اور خوشگوار گزری ہے' اس کی زندگی کے لئے یادگار اور ناقابل فراموش رہے گی لیکن اس کے دل میں اپنے شوہر کے لئے محبت کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

حیات ثمن نے کپڑے بدلنے کے بعد بریف کیس کو کھولا' زرنگار نے دیکھا کہ اس میں ایک بہت ہی خوبصورت اور جدید ترین درمیانہ سائز کا ٹیپ ریکارڈر تھا' چھ عدد کیسٹ بھی تھے جو سادہ تھے۔

زرنگار نے ان کیسٹوں کو اٹھا کر الٹ پلٹ کر دیکھا پھر اس سے دریافت کیا۔ "یہ آپ کس لئے لائے ہیں؟ ایسا لگتا ہے کہ آپ ان کیسٹوں میں اپنی تقریریں بھر کے بنگلہ

دیش بھیجیں گے؟"

"ہاں .... اس میں تقریریں بھری جائیں گی میری نہیں بلکہ تمہاری .... اس لئے تو میں یہ لے کر آیا ہوں۔" حیات ثمن نے بتایا۔

"میری تقریریں.........؟" زرنگار کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ وہ شادی کے بعد پہلی بار اس طرح ہنسی تھی' حیات ثمن کو اس کی ہنسی بڑی پیاری لگی تھی' اس ہنسی نے زرنگار کو اور نکھار دیا تھا پھر وہ اپنی رسیلی آواز میں بولی۔ "مجھے تقریر کرنا کہاں آتی ہے' آپ جانتے ہیں کہ میں ایک رقاصہ ہوں' سیاسی لیڈر نہیں ہوں' میں صرف اچھا ناچ سکتی ہوں۔"

"کیا تم اپنے کالج میں ہونے والے مباحثوں کے مقابلے میں حصہ نہیں لیتی تھیں؟" حیات ثمن نے اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈوبتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے دو ایک مباحثوں میں سہیلیوں کے اصرار پر حصہ تو لیا تھا مگر میں کبھی ان میں پوری تقریر نہ کر سکی' میں ہوٹ ہوتی رہی ہوں۔"

"مگر اب تمہیں اپنے دیش کی بہت بڑی مقررہ بن کر دکھانا ہے' اس میں بھی تمہیں ایسا ہی نام پیدا کرنا ہے جیسا رقص میں کیا ہے۔"

"یوں تو تقریر ہر شخص کر سکتا ہے لیکن ایک اچھا مقرر بننا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے' بہت اچھی اور دل میں اتر جانے والی تقریر کرنا بھی ایک فن ہے' میں اس فن میں کیسے نام پیدا کر سکتی ہوں جبکہ میں اس فن سے واقف ہی نہیں ہوں۔"

"تمہیں تقریر کے فن سے آشنا میں کروں گا۔" حیات ثمن کہنے لگا۔ "تمہیں ایک بہترین مقررہ بنانا میری ذمے داری ہے' تمہاری آواز بڑی رسیلی' کھنک دار اور مترنم ہے' تم آواز کے جادو سے جلد ہی ایک بڑی مقررہ بن جاؤ گی' کل سے ہی میں اس کا آغاز کر رہا ہوں' تمہاری کلاس لوں گا' میں یہ چاہتا ہوں کہ جب ہم ہنی مون سے وطن پہنچیں تو تم ایک اچھی مقررہ بن چکی ہو' تمہیں ہر صورت میں تقریر کا فن سیکھنا ہے' اس کے بغیر سیاست میں کامیابی نہیں ہو سکتی ہے اور نہ ہی تم وزیراعظم بن سکتی ہو۔"

"ہم یہاں ہنی مون منانے اور سیر و سیاحت کے لئے آئے ہیں؟" زرنگار نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "کیا ہمیں اس کے لئے وقت مل جائے گا' سوچ لیں۔" وہ پھر ہنس پڑی۔

"میں نے اپنے پروگرام میں آج ہی کچھ تبدیلی کرلی ہے' میں تمہیں بتانا بھول گیا' ہم دو دن کے بعد بحری جہاز سے سفر پر روانہ ہوں گے' یہ سفر دو روز کا ہو گا' ہم اس جہاز سے جزائر بھاما جائیں گے جو بہت خوبصورت ہے' جہاز پر سفر کے دوران ہمارے پاس وقت کی کمی نہ ہو گی' ہم بھاما میں تین دن رہیں گے' وہاں سے ہوائی جہاز سے واپس ہوں گے' میں یہ چاہتا ہوں کہ جب ہم اپنے وطن کی سرزمین پر قدم رکھیں تو تم لوگوں کے سامنے ایک بہترین مقررہ کے روپ میں آؤ۔"

صبح ناشتے سے فراغت پانے کے بعد حیات ثمن سہ پہر تک آنے کے لئے کہہ گیا تو اس نے رضوان کو خط لکھنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ اس نے کیوں اور کس لئے شادی کی' اپنی صفائی پیش کرنا بھی اس کے لئے ضروری تھا۔ اس نے لکھا۔

"میری جان میری روح رضوان! میں تمہیں یہ خط ہوٹل سے لکھ رہی ہوں' میرا شوہر کسی کام سے گیا ہوا ہے' مجھے کچھ گھنٹوں کی فرصت مل گئی ہے' میں تمہیں خط لکھنے کے لئے بڑی بے چین تھی' مجھے موقع مل ہی نہیں رہا تھا' مجھے اس بات کا احساس اور اندازہ ہے کہ تم مجھ سے سخت ناراض ہو گے' شدید نفرت کرنے لگے ہو گے' اب تمہیں میرا نام سننا اور شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں ہو گا' میری شادی کی اچانک اور غیر متوقع خبر تم پر بجلی بن کر گری ہو گی۔ تمہارے دل کو شدید صدمہ پہنچا ہو گا' تمہیں شاید یقین بھی نہیں آیا ہو گا کہ میں ایسا نہیں کر سکتی' یہ افواہ ہے' جھوٹی خبر ہے' میں ایک بوڑھے شخص سے شادی کیسے کر سکتی ہوں' تم نے دل میں مجھے طعنہ دیا ہو گا' برا بھلا کہا ہو گا' الزام دیا ہو گا' میں نے دولت کی خاطر اپنے آپ کو بیچ دیا' محبت کا گلا گھونٹ دیا' تمہیں فریب دیا' نہیں رضوان.........! نہیں.......... یہ میں نے دولت کی خاطر نہیں بلکہ تمہاری محبت میں اندھی ہو کر شادی کی ہے' تم جانتے ہو کہ حیات ثمن اس وقت

بنگلہ دیش کا مالدار ترین شخص ہے' اس کی دولت سوئس بینکوں میں بھی ہے' اس وقت وہ چونسٹھ برس کا ہے' اس کی زندگی دو تین برس سے زیادہ کی نہیں ہے' میں دو تین برس کیا دو تین مہینے اس کے ساتھ بسر نہیں کر سکتی' میرے ذہن میں ایک ایسی تدبیر ہے جس سے اس کی موت واقع ہو گی' میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گی صرف اس لئے کہ میں تم سے جدا نہیں رہ سکتی' میں تم سے محبت کرتی ہوں' میں اسے اس طرح موت کے منہ میں دھکیلوں گی کہ وہ ایک حادثہ معلوم ہو گا' اس کی موت کے بعد پھر میں اس کی ساری دولت' جائیداد اور کاروبار کی مالک بن جاؤں گی پھر ہم دونوں جلد ہی شادی کر لیں گے' ہنی مون منانے سوئٹزرلینڈ جائیں گے' بحری جہاز پر بھی ہنی مون منائیں گے' پوری دنیا کی سیر و سیاحت کریں گے' اس خط کو پڑھ کر تمہارا دل صاف ہو جانا چاہئے' تم اندازہ نہیں کر سکتے ہو کہ مجھے حیات ثمن سے کس قدر شدید نفرت ہے۔

وطن واپس آنے کے بعد حیات ثمن کو قتل کرنے تک ہم دونوں چوری چھپے ملتے رہیں گے' اپنی محبت کو پروان چڑھاتے رہیں گے' اچھا اب اجازت دو' اس خط کو پڑھنے کے بعد پھاڑ کر پھینک دینا' اسے جلا دینا' کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے ہاتھ لگ جائے۔

تمہاری صرف تمہاری زرنگار.........."

زرنگار نے خط مکمل کرنے کے بعد اسے دو تین مرتبہ پڑھا' اب اس کے دل کو اطمینان ہو گیا تھا کہ اس خط کو پڑھنے کے بعد نہ صرف رضوان کی ناراضگی دور ہو جائے گی بلکہ اس کا غم بھی ہلکا ہو جائے گا پھر اس سے رضوان کو شکایتیں نہیں رہیں گی پھر اس نے نیچے جا کر خود اپنے ہاتھوں سے خط پوسٹ کیا' جب وہ تھوڑی دیر کے بعد اپنے سوٹ میں واپس آئی تو اب اس نے اپنے اعصاب کو پھول کی طرح ہلکا محسوس کیا' اس کے سر سے منوں بوجھ ہٹ گیا تھا' سینے میں ایک پھانس سی گڑی ہوئی تھی' وہ نکل گئی تھی۔

یہ کیفیت اس پر تھوڑی دیر تک چھائی رہی تھی پھر اسے خیال آیا کہ خط میں اسے اپنے شوہر کے قتل کے بارے میں رضوان کو نہیں لکھنا چاہئے تھا' اگر یہ خط رضوان کے

بجائے کسی اور کے ہاتھ لگ گیا تو اس کے لئے بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی پھر اسے خیال آیا کہ رضوان نے پوسٹ بکس لے رکھا ہے' خط اس نے پوسٹ بکس کے نمبر پر پوسٹ کیا ہے لہٰذا خط کسی اور کے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔

☆======☆======☆

چوبیس دنوں کے بعد وہ دونوں بڑی خاموشی سے وطن واپس آئے تھے۔ زرنگار نے حیات ثمن کے کہنے پر اپنے والدین کو ٹیلیفون کر کے سختی سے تاکید کر دی تھی کہ ان کی واپسی کی اطلاع کسی کو بھی نہ دی جائے۔ حیات ثمن نہیں چاہتا تھا کہ ایئرپورٹ پر پریس کے نمائندے اپنے سوالات سے اسے تنگ کریں۔ ہنی مون زرنگار کے لئے بڑا تکلیف دہ اور اذیتناک تھا' ایک ایک دن اس پر صدی کی طرح بھاری رہا تھا' وقت تھا کہ گزرنے کا نام نہیں لیتا تھا' اگر رضوان سے اسے محبت نہ ہوتی تو شاید یہ سب کچھ اس کے لئے اس قدر تکلیف دہ نہیں ہوتا' رضوان کا تصور ہر وقت اس کے ذہن میں اور دل پر چھایا رہتا تھا' وہ اس سے ملنے کے لئے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی' ترس رہی تھی' جلد سے جلد وطن واپس جانا چاہتی تھی۔

اس نے اپنی وحشت اور اذیت کم کرنے کے لئے تقریر سیکھنے پر زیادہ توجہ دینا شروع کر دی تھی' حیات ثمن اسے روزانہ ایک گھنٹے سیاست کے اسرار و رموز پر لیکچر دیتا تھا' وہ کیا ساری دنیا جانتی تھی کہ سیاست کی بنیاد جھوٹ اور عوام کو فریب دینے پر قائم ہے لیکن وہ سیاستدان شوہر کی زبانی سنتی تھی کہ جھوٹ کی سیاست میں کیا اہمیت ہے' کیا مقام ہے' کس طرح عوام کو بے وقوف بنایا جا سکتا ہے' عوام کو خواب دکھائے جائیں چونکہ وہ غریب اور پریشان حال ہوتے ہیں اس لئے جلد باتوں میں آ جاتے ہیں' عوام کی نفسیاتی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے سے ہی کامیابی مقبولیت اور شہرت قدم چومتی ہے۔

حیات ثمن نے اسے تقریر کرنا بھی سکھا دیا تھا' وہ اپنی تقریریں ٹیپ کرلیتی تھی پھر انہیں سنتی تھی' اسے اپنے دیش کے عوام کی کمزوری کا علم تھا' یہ ایک باشعور قوم تھی' بڑا سیاسی شعور رکھتی تھی لیکن پھر بھی اس کی بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ جذباتی تھی' جذباتی اور پُرجوش اور ہیجانی انداز کی تقریروں کو بہت پسند کرتی تھی پھر اسے سیاست سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی' اس بہانے وہ اپنے آپ کو مصروف رکھتی تھی' اس کا وقت کٹ جاتا' اس کا کرب اور ذہنی اذیت بھی کم ہو جاتی تھی جس موضوع پر اسے تقریر کرنا ہوتی' اس کے متعلق وہ دلیلیں اور نکتے ڈھونڈتی رہتی تھی' حیات ثمن نے سیاست کے موضوع پر جو کتابیں اسے لے کر دی تھیں' انہیں پڑھتی تھی پھر وہ اپنے شوہر سے تبادلۂ خیال کرتی' بحث کرتی' کچھ مسائل پر اپنے شوہر کو لاجواب کر دیتی تھی' اس نے ہنی مون کے دوران جو کچھ سیکھا تھا' اس بات سے حیات ثمن بہت خوش اور مطمئن تھا' اس کا خیال تھا کہ زرنگار اپنی تقریروں سے دھوم مچا دے گی۔

ایئرپورٹ سے زرنگار سیدھے اپنے والدین کے گھر چلی گئی' حیات ثمن اپنے گھر .... اس نے والدین کو بتایا کہ وہ بہت خوش ہے' حیات ثمن ایک اچھا شوہر ہے' اس کے پاس جو دولت ہے' وہ اندازے سے کہیں زیادہ ہے' اس کا شوہر اس پر بہت مہربان ہے' وہ اپنے شوہر کو پسند کرنے اور دل و جان سے چاہنے لگی ہے' اس نے حیات ثمن سے شادی کر کے بہت اچھا کیا ہے' کوئی غلطی نہیں کی ہے' اسے کوئی پچھتاوا نہیں ہے' اس نے کبھی اپنے شوہر کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دیا' اس کا شوہر بھی اس سے نہ صرف بہت خوش ہے بلکہ اس پر جان چھڑکتا ہے' اگر وہ کسی اور شخص سے شادی کرتی تو اسے وہ اتنی خوشیاں ہرگز نہیں دیتا۔

زرنگار نے اپنے والدین سے اس لئے سفید جھوٹ بولا تھا کہ وہ اس کی باتوں کے فریب میں آ جائیں' اب وہ ایک سیاستدان کی بیوی تھی' وہ یہ بات جانتی تھی کہ دنیا میں سارا کاروبار جھوٹ پر چل رہا ہے' ہر شخص موقع محل کے لحاظ سے جھوٹ بولتا ہے' اس

کے والدین نہیں چاہتے تھے کہ رضوان سے اب اس کا میل جول جاری رہے' شادی والے دن ہی اس کی جہاندیدہ ماں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ رضوان سے متعلق ہر یاد اور ہر بات کو سدا کے لئے فراموش کر دے' اس جھوٹ کے بولنے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ جب وہ اپنے شوہر کو راستے سے ہٹائے گی تب اس کے والدین اس پر شک نہ کر سکیں اور پولیس کو گواہی دیں کہ وہ اپنے شوہر کو حد سے زیادہ چاہتی تھی۔

اسے دو دن تک سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملی تھی کیونکہ اس کے پرستاروں اور ملنے والوں کا تانتا بندھ گیا تھا' وہ رضوان سے ٹیلیفون پر بات کرنے کے لئے بے چین تھی' اس کی آواز سننے کے لئے بے قرار تھی' رضوان سے اس کا ملنا اتنا آسان نہیں تھا' وہ پہلے ٹیلیفون پر بات کر کے یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کے محبوب کا موڈ کیسا ہے' اسے تیسرے دن موقع مل گیا' گھر میں اس کے اور دو ملازماؤں کے سوا کوئی نہیں تھا' اس کے ماں باپ اکیڈمی گئے ہوئے تھے۔ اس نے ٹیلیفون پر رضوان سے رابطہ کیا' سب سے پہلے اس نے رضوان سے اپنے خط کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ اسے ملا یا نہیں .... رضوان نے بتایا کہ وہ خط مل گیا ہے' وہ اس سے ملنا چاہتا ہے پھر اس نے رضوان کو بڑے پیار سے سمجھایا کہ اس کا فوری طور پر ملنا بہت مشکل ہے' اس کی مجبوری یہ ہے کہ وہ اسے اپنے گھر پر بھی نہیں بلا سکتی کیونکہ اس کے والدین نہیں چاہتے ہیں کہ وہ اس سے کوئی تعلق رکھے' وہ کچھ دن صبر کر لے' وہ موقع محل دیکھ کر خود ہی اس سے ملے گی' وہ خود بھی اس سے جلد سے جلد ملنے کے لئے بے چین اور بے تاب ہے۔

کچھ دنوں کے بعد حیات ثمن نے اپنی پارٹی کی جانب سے سنار گاؤں شیرٹن ہوٹل کے سبزہ زار پر پریس کانفرنس بلائی' ریڈیو اور ٹیلی وژن کے نمائندوں اور فوٹوگرافروں کی فوج موجود تھی' اس کے علاوہ غیر ملکی نمائندوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا' اس پُرہجوم کانفرنس میں حیات ثمن نے اپنی بیوی زرنگار کو پیش کر کے سنسنی پھیلا دی کہ وہ بھی اس کے دوش بدوش عملی سیاست میں حصہ لے رہی ہے' اب جو پورے ملک بھر میں الیکشن

ہونے والے ہیں‘ اس میں وہ تین حلقوں سے الیکشن لڑے گی۔

صحافیوں نے زرنگار پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی تھی مگر وہ بڑی پُرسکون رہی‘ ذرہ برابر بھی نہیں گھبرائی اور نہ سوالات سے پریشان ہوئی‘ اس نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں ہر سوال کا جواب دیا اور سامنا کیا‘ اس نے برسراقتدار پارٹی کی جانبدارانہ پالیسی پر سخت نکتہ چینی کی‘ اس نے جو عوام سے وعدے کئے تھے‘ انہیں پورا نہیں کیا ہے‘ اس نے صحافیوں کو ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اس کی پارٹی برسراقتدار آنے کے بعد سب سے پہلے غذائی قلت اور مہنگائی کے عفریت پر قابو پانے کی کوشش کرے گی اس کے بعد جو لوگ ہر سال طوفان سے متاثر ہوتے ہیں‘ ان کی آبادکاری کی جائے گی‘ بڑے پیمانے پر سرکاری ہسپتالوں میں عوام کو مفت علاج معالجے کی سہولتیں مہیا کرے گی اس کے علاوہ حکومت کے تمام کارندے سادگی کی زندگی بسر کریں گے اور زندگی کے ہر شعبے میں عوام کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھا جائے گا‘ عوام کے لئے وزیروں کے گھر کے دروازے ہر وقت کھلے رہیں گے‘ انہیں احتساب کا بھی حق ہو گا۔

دوسرے دن اس کی پریس کانفرنس کو اخبارات نے زبردست کوریج دی تھی‘ زرنگار کی تصویروں سے اخبار کے صفحات بھرے ہوئے تھے‘ اخبارات نے لکھا تھا کہ بنگلہ دیش کی ایک عظیم فنکارہ اب سیاست کے میدان میں عوام کی خدمت کے لئے آ گئی ہے‘ یہ دیش کی قسمت پلٹ دے گی۔

اس پریس کانفرنس کے چوتھے دن پارٹی کی جانب سے ایک سیاسی جلسے کا انعقاد کیا گیا‘ پورے شہر میں بینرز لگا دیئے گئے تھے کہ زرنگار اس جلسے میں قوم سے خطاب کرنے والی ہے‘ حیات ثمن کو اس جلسے کی کامیابی کی توقع نہیں تھی کیونکہ اس کی پارٹی کے جلسوں میں پندرہ بیس ہزار سے زیادہ لوگ نہیں ہوتے تھے اور پھر لوگوں کو جلسہ گاہ تک لانے کے لئے رقم بھی خرچ کی جاتی تھی‘ یہ بات اپنی جگہ درست تھی کہ زرنگار اس وقت ملک کی سب سے بڑی فنکارہ ہے لیکن اسے پہلے جلسے میں وہ کامیابی نہیں مل سکی

تھی جو دوسری خاتون لیڈروں کو نصیب تھی۔

جلسے کے شروع ہونے کا وقت چار بجے کا تھا۔ جب حیات ثمن‘ زرنگار اور اپنی پارٹی کے عہدیداروں کے ساتھ جلسہ گاہ میں پہنچا تو اسے اپنی نظروں پر یقین نہیں آیا‘ ریس کورس گراؤنڈ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا‘ لوگ جوق در جوق جلسہ گاہ میں چلے آ رہے تھے‘ ان میں نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کی بھی بہت بڑی تعداد موجود تھی‘ ہر سمت سر ہی سر اور آنچل ہی آنچل دکھائی دے رہے تھے‘ پانچ سات لاکھ سے کم کا مجمع نہیں تھا۔ حیات ثمن نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا ہے‘ کہیں یہ اس کی نظروں کا فریب تو نہیں ہے۔

پھر اس پر ایک گھبراہٹ سی طاری ہو گئی تھی کہ آیا زرنگار اتنے بڑے مجمع کے سامنے تقریر کر سکے گی؟ زرنگار نے جب پہلی بار پلٹن میدان میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا تھا‘ اس وقت دو لاکھ کا مجمع تھا‘ وہ بھی ایک عام پروگرام تھا‘ اس میں کوئی ٹکٹ وغیرہ نہ تھا لیکن رقص کرنے اور لاکھوں کے سامنے تقریر کرنے میں بڑا فرق تھا۔

جلسے کی کارروائی شروع ہوئی‘ پارٹی کے تین لیڈروں نے باری باری تقریریں کیں جب زرنگار کے نام کا اعلان ہوا تو جلسہ گاہ تالیوں کے شور سے دس منٹ تک گونجتا رہا تھا‘ وہ بے حد اعتماد اور وقار سے لاکھوں کے ہجوم کے سامنے کھڑی تھی‘ اس ہجوم کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا‘ زرنگار نے چاروں طرف ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی‘ سامعین کی صفوں میں ایک اضطراب سا پیدا ہوا‘ زرنگار چند لمحوں تک اپنی آنکھیں بند کئے کھڑی رہی پھر اس نے اپنے یاقوتی لب وا کئے‘ اس کے ہونٹوں میں ایک لرزش ہوئی‘ ایک تڑپتی ہوئی آواز ابھری۔ ”سننے والو.........!“ زرنگار نے کہا۔ ”میں آپ لوگوں کی خدمت میں یہ بتانے کے لئے حاضر ہوئی ہوں کہ میں نے سیاست کے کارزار میں اقتدار کی ہوس یا شہرت کے لئے قدم نہیں رکھا ہے‘ میں صرف اور صرف انسانیت کی اور عوام کی بے لوث خدمت کرنا چاہتی ہوں‘ اس لئے میں نے فن سے کنارہ کشی

اختیار کرلی ہے' میں اس بات کو کیسے بھول سکتی ہوں کہ آپ نے میری بطور رقاصہ بڑی پذیرائی کی' مجھے اتنی عزت دی کہ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ آپ کے اس احسان کا شکریہ ادا کروں۔"

زرنگار نے سانس لینے کے لئے توقف کیا' لاکھوں کے مجمع پر ایک سناٹا طاری تھا' وہ ہمہ تن گوش تھے۔ "آپ لوگوں نے کبھی غور کیا کہ اقتدار کیا چیز ہے؟ یہ ایک آنی جانی چیز ہے' کبھی کسی کو یہ راس نہیں آسکا ہے' میری آپ سے التجا ہے کہ آپ ایسے لوگوں اور پارٹی کو اقتدار میں لائیں جو دیش سے مخلص ہوں' بے غرض ہوں' جن کے دلوں میں کچھ کرنے کا جذبہ موجود ہو' بیس برسوں سے یہ کیا ہو رہا ہے کہ صرف دو پارٹیاں باری باری حکومت میں آجاتی ہیں' آج جو پارٹی برسراقتدار ہے وہ کل اپوزیشن میں تھی' اس نے اس وقت کی حکومت کے خلاف مہم چلائی' اس میں کیڑے نکالتی رہی' آج کل کی اپوزیشن برسراقتدار ہے' اس نے آپ کو اور دیش کو کیا دیا' آخر یہ کیا تماشا ہے' دراصل دونوں پارٹیوں کی ملی بھگت ہے' خدا کے لئے چہرے بدلیں' ان لوگوں کو خدمت کا موقع دیں جو محب وطن ہیں' آپ اس الیکشن میں ایسے لوگوں کو کامیاب بنائیں جنہیں کبھی اسمبلی اور اقتدار میں آنے کا موقع نہیں ملا بلکہ انہیں ایک سازش کے تحت کامیاب ہونے نہیں دیا گیا' اگر نئے چہرے حکومت میں آجائیں گے تو پھر عوام کی اور دیش کی قسمت بدل جائے گی' ایک نیا اور سنہرا دور شروع ہو جائے گا۔

زرنگار چپ ہو گئی' خطابت کا یہ انداز بالکل نیا تھا' ہجوم میں کھلبلی سی مچ گئی۔ جب تک سننے والے دوبارہ چپ نہیں ہو گئے' زرنگار چپ چاپ کھڑی لاکھوں کے مجمع کو دیکھتی رہی پھر اس کی زبان سے ایک آبشار جاری ہوا' ایک ایسا آبشار جس کے میٹھے ٹھنڈے پانی نے سب کو بھگو دیا' بوڑھوں کی آنکھیں نم ناک ہو گئیں' نوجوانوں نے اسے ستائشی نظروں سے دیکھا' عورتیں سسکیاں بھرنے لگیں۔

پھر زرنگار نے زیادہ طویل تقریر نہیں کی' اس کا ہر لفظ تراشا ہوا' متوازن اور

رمزیت میں ڈوبا ہوا تھا' جب وہ چبوترے سے اتری تو بوڑھوں نے اس کی تقریر کو دل کھول کر سراہا پھر حیات ثمن کے اشارے پر اسے ایک جلوس کی شکل میں لے جایا گیا۔

حیات ثمن بہت خوش تھا' دوسرے دن کے اخبارات نے زرنگار کی تقریر اور پارٹی کے جلسے کی روداد کو پہلے صفحے پر نمایاں جگہ دی تھی' زرنگار نے خوب تعریف کی تھی' زرنگار کی فصاحت کی آگ جنگل کی آگ کی طرح پورے دیش میں پھیل گئی تھی' اس نے دھوم مچا کر رکھ دی تھی' حیات ثمن کو اس قدر شاندار کامیابی کی ایک فیصد بھی امید نہیں تھی' اب اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا تھا کہ اس کی پارٹی آئندہ الیکشن میں سب سے زیادہ نشستیں حاصل کرلے گی لیکن اس بات کی ضرورت تھی کہ زرنگار ہر جلسے میں ایسی ہی پُرجوش اور جذباتی تقریریں کرتی رہے' وہ نہ صرف بڑے اور چھوٹے شہروں میں بلکہ بنگلہ دیش کے گوشے گوشے میں جائے۔

کوئی دس دن کے بعد لندن سے ایک فیکس آیا تو حیات ثمن بہت فکرمند اور پریشان ہو گیا' اس کی نیند اڑ کر رہ گئی' زرنگار نے اسے بستر پر کروٹیں بدلتے اور سگریٹ پر سگریٹ پھونکتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔ "خیریت تو ہے آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟"

"حکومت' پارٹی کی شہرت اور مقبولیت سے پریشان ہو کر میرے سوئس اکاؤنٹ کا کھوج لگانے کی کوشش کر رہی ہے۔" حیات ثمن نے وحشت زدہ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر انہیں میرے اکاؤنٹ کا علم ہو گیا تو پھر سب کچھ خاک میں مل جائے گا۔"

"اس میں اس قدر پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔" زرنگار حیرت سے بولی۔ "آپ کا امریکا اور یورپ میں کاروبار ہے' سوئس بینکوں میں آپ کا اکاؤنٹ موجود ہے تو یہ بات قابل گرفت نہیں ہے' حکومت پتا چلا رہی ہے تو چلانے دیں۔"

"میرے کاروباری اکاؤنٹ لندن اور نیویارک کے بینکوں میں ہیں' سوئس بینکوں میں میرے ذاتی اکاؤنٹ ہیں' ان میں میری بہت بڑی رقومات جمع ہیں' ان کا علم ہونے

کی صورت میں یہاں کی عدالتیں میرا احتساب کر سکتی ہیں۔" حیات ثمن نے کہا۔

زرنگار نے یہ نہیں پوچھا کہ اس کا بینک بیلنس کتنا ہے تاہم اس نے پوچھا۔ "اب آپ کیا اقدام کریں گے؟"

"میں دو دن کے بعد تین مہینے کے لئے لندن جا رہا ہوں۔" حیات ثمن نے کہا تو اس کے دل میں خوشی کی لہر پھوٹی۔ "اس کے علاوہ مجھے اور بھی کچھ کام کرنے ہیں کوشش کروں گا کہ تین ماہ کے بجائے دو ماہ میں ہی واپس آ جاؤں؟"

"آپ کے جانے کے بعد میرا کیا ہو گا..........؟ میں ایک دن بھی آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی' میں بھی آپ کے ساتھ چلوں..........؟ میرے ساتھ چلنے سے آپ کی پریشانی کم ہو جائے گی' آپ کو سہارا اور حوصلہ بھی رہے گا۔" اس نے اپنی مسرت دباتے ہوئے کہا۔ اس خبر نے اسے سرشار کر دیا تھا۔

"صرف دو تین مہینے کی تو بات ہے۔" اس نے کہا۔ "میں دانستہ تمہیں نہیں لے جا رہا ہوں کیونکہ یہاں تمہاری ضرورت ہے۔"

"میں یہاں رہ کر پاگل ہو جاؤں گی' یہاں میرے لئے کوئی کام نہیں ہے۔" وہ جھوٹ پر جھوٹے بولے جا رہی تھی۔

"تم یہاں رہ کر مصروف رہو گی تو میرے فراق میں پاگل نہیں ہو گی۔" حیات ثمن نے تیز لہجے میں کہا۔ "تم میرے جاتے ہی انتخابی مہم شروع کر دینا' یہ مہم ابھی سے شروع کرنے سے بہت فائدہ ہو گا' پارٹی کی جڑیں عوام میں گہری اور مضبوط ہو جائیں گی۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیں' کسی بات کی فکر نہ کریں۔" زرنگار نے اسے بڑے اعتماد سے یقین دلایا۔ "میں اس انتخابی مہم کو پورے جوش و خروش اور زور و شور سے چلاؤں گی' دیش کے چپے چپے میں جاؤں گی' اپنی پارٹی کو مقبول بنانے کے لئے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گی' مجھے پوری امید ہے کہ ہم اپنی توقع سے کہیں زیادہ کامیابی حاصل کر

لیں گے' اس لئے بھی کہ موجودہ حکومت کے خلاف عوام میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے' وہ روز بروز متنفر ہوئے جا رہے ہیں' اس وقت لوہا خوب گرم ہے۔"

"میں اس مقصد کے لئے تمہیں پچاس لاکھ کی رقم دے کر جا رہا ہوں جو نقد کی صورت میں ہو گی' اسے تم اپنے پاس رکھو گی' اسے بینک میں رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' بینک میں رکھنے سے دس قسم کے سوالات اٹھ کھڑے ہوں گے' انکم ٹیکس کا محکمہ بھی پیچھے پڑ جائے گا' میں نہیں چاہتا ہوں کہ تم کسی الجھن اور پریشانی کا شکار ہو۔"

تیسرے دن حیات ثمن لندن چلا گیا تو زرنگار کو وہ دن عید کی طرح لگا تھا' اس نے سکون و اطمینان کا سانس لیا تھا' وہ اس طرح خوش ہو گئی تھی جیسے اسے صدیوں کے بعد زندان سے رہائی ملی ہو' ایک بدروح سے نجات پالی ہو کیونکہ حیات ثمن نے اسے بیوی نہیں کھلونا بنا رکھا تھا مگر وہ اس کی موت تک یہ سب کچھ برداشت کرنے کے لئے مجبور تھی۔

اس کے ذہن میں اپنے شوہر کو ٹھکانے لگانے کا جو منصوبہ پرورش پا رہا تھا' وہ اس پر فوری طور پر عمل کرنا نہیں چاہتی تھی' اس کے دماغ میں یہ بات آ گئی تھی کہ شوہر کا پتا جلد صاف کرنے سے ہر کسی کے شک و شبہے کو تقویت پہنچ سکتی ہے اور پھر ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا' حیات ثمن لندن نہ بھی جاتا تو وہ اپنے منصوبے پر تین ماہ کے بعد عمل کرنے والی تھی' وہ اپنے شوہر کی واپسی تک اپنے منصوبے کا اچھی طرح جائزہ لینا بھی چاہتی تھی' اس کے تمام پہلوؤں پر وہ غور کرنا چاہتی تھی تاکہ اس میں کوئی سقم اور جھول نہ رہ جائے۔

اس نے اپنے شوہر سے کہہ دیا تھا کہ اس کے لندن جانے کے بعد وہ اس کی واپسی تک اپنے میکے میں رہے گی کیونکہ وہ اتنی بڑی کوٹھی میں اس کے بغیر ملازماؤں کے ساتھ نہیں رہ سکتی ہے' وہ پارٹی کے دفتر جا کر انتخابی مہم کے سلسلے میں کارکنوں اور عہدیداروں سے ملاقات اور تبادلہ خیال کرتی رہے گی' حیات ثمن نے اسے میکے جا کر رہنے کی

اجازت دے دی تھی۔

میکے جا کر رہنے میں اسے بڑا سکون اور آزادی تھی' وہ جب اور جس وقت چاہے کہیں بھی آ جا سکتی تھی' جس سے چاہے مل سکتی تھی' کوئی روکنے ٹوکنے اور اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنے والا نہیں تھا' وہ اب تک رضوان سے بھی نہیں مل سکی تھی کیونکہ اس کے شوہر نے ہنی مون سے واپسی کے بعد میکے میں صرف تین دن رہنے دیا تھا پھر اسے ایک دن کے لئے بھی میکے جانے نہیں دیا تھا اس کے علاوہ اس نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ گھر کی ایک ملازمہ غیر محسوس انداز سے اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھے ہوئے ہے' جب وہ شوہر کی غیر موجودگی میں کسی سے ٹیلیفون پر بات کرتی ہے تو دوسرے کمرے کے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر سنا جاتا ہے اس کے علاوہ وہ جب بھی اکیلی شاپنگ یا کسی سہیلی سے ملنے گئی تو اس نے ایک شخص کو سراغرساں کی طرح اپنے تعاقب میں پایا تھا اس کے علاوہ وہ باورچی خانے میں کھانا تیار کرتی تو وہ ملازمہ سائے کی طرح لگی رہتی تھی' وہ کھانا اس لئے پکاتی تھی کہ اس کے شوہر کو اس کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے بہت مرغوب تھے۔

اب چونکہ اسے پوری آزادی مل گئی تھی' اس لئے اس نے پہلی فرصت میں رضوان سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ حیات ثمن کے جانے کے دوسرے دن کے بعد سے اپوزیشن نے حکومت کے خلاف ملک گیر مہم چلانے کا فیصلہ کر لیا' اس میں ہڑتالوں کا بھی پروگرام شامل تھا جس کی وجہ سے ان کے جلسوں پر اثر پڑ سکتا تھا' اسمبلی میں جو اپوزیشن پارٹی تھی' وہ بھی حیات ثمن کی پارٹی کی مقبولیت سے بوکھلا گئی تھی' اس لئے پارٹی کی ہائی کمان نے جلسوں کا پروگرام ایک ماہ کے لئے مؤخر کر دیا تھا للذا اب زرنگار کے پاس وقت ہی وقت تھا' فرصت ہی فرصت تھی' اس نے رضوان سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا' رضوان دو ملازموں کے ساتھ اپنے گھر پر اکیلا رہتا تھا' اس کے گھر والے کومیلا رہتے تھے' رضوان نے ملاقات والے دن اپنے ملازموں کو دو گھنٹوں کی رخصت پر بھیج دیا۔ زرنگار بہت محتاط

تھی' وہ نہیں چاہتی تھی کہ رضوان سے اس کی ملاقاتوں کا علم کسی کو بھی ہو' اس کے شوہر کے کانوں میں کبھی بھی بھنک پڑنے سے رضوان کی موت واقع ہو سکتی تھی اس کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی سلوک کر سکتا تھا' اس لئے وہ کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھی۔

زرنگار جب بھی کہیں جانے کے لئے گھر سے نکلتی تھی تو وہ اپنے حلئے میں اس قدر تبدیلی کر لیتی تھی کہ کوئی اس کی شناخت نہ کر سکے اور پھر اس کی گاڑی کے شیشے رنگین بھی تھے اس کے باوجود بہت محتاط ہوتی تھی کیونکہ اب وہ کوئی معمولی ہستی نہیں رہی تھی' اس دیش کا بچہ بچہ اسے بہت اچھی طرح پہچانتا تھا' اس نے گھر کے عقبی راستے سے نکل کر ایک سائیکل رکشا لیا پھر ایڈن گرلز کالج کے سامنے رکشا کو رکوا کر بے بی (آٹو رکشا) لیا پھر وہ رضوان کے ہاں پہنچ گئی۔ رضوان بے چینی سے اس کا منتظر تھا۔

جب وہ رضوان سے ملی تو اسے ایسا لگا تھا کہ جیسے وہ رضوان سے صدیوں کے بعد مل رہی ہو' اسے بچھڑا ہوا سویرا مل گیا ہو' رضوان نے اس کا بڑی محبت اور گرمجوشی سے استقبال کیا تھا' زرنگار کو یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی تھی کہ اس کے شادی کرنے کے باوجود رضوان کے دل میں محبت کا گہرا جذبہ بدرجہ اُتم موجود ہے' اس میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔

اس نے رضوان سے کوئی بات نہیں چھپائی تھی' اسے پوری کہانی سنا دی تھی لیکن اس نے محسوس کیا کہ رضوان کچھ چپ چپ سا ہے' باتیں کرتے کرتے کہیں کھو سا جاتا ہے' اس میں پہلی جیسی خوش مزاجی نہیں رہی ہے' اس نے اداسی کا سبب پوچھا تو رضوان نے کہا۔ ''جب میں نے تمہاری شادی کی خبر اخبار میں پڑھی تو میرے دل کو شدید صدمہ پہنچا پھر میں نے اپنا غم بھلانے کے لئے شراب اور جوئے کا سہارا لیا' میرے پاس جو جمع پونجی سات لاکھ کی رقم تھی وہ نہ صرف ہار گیا بلکہ تین لاکھ کی رقم کا مقروض الگ ہو گیا ہوں۔''

"یہ تم نے کیا کیا رضوان..........!" وہ حیرت اور دکھ سے بولی۔ "دس لاکھ کی رقم کم نہیں ہوتی ہے اور پھر تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ جوا نہیں کھیلو گے' تمہیں اتنی بڑی رقم داؤ پر نہیں لگانا چاہئے تھی۔"

"میں نے تمہیں بتایا نا کہ تمہاری شادی کی خبر نے میرا دل توڑ کے رکھ دیا تھا' شراب اور جوئے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا' تمہارا خط نہ ملتا تو میں خودکشی کر چکا ہوتا۔"

"تمہیں کیا ضرورت تھی' بڑے اور پیشہ ور جواریوں کے ساتھ بیٹھ کر کھیلنے کی ....اتنا بڑا کھیل کھیلنے کی.........."

"میں نے جن لوگوں کی محفل میں رقم ہاری ہے' وہ رئیس لوگ ہیں' ان میں دو فلم پروڈیوسر' دو اداکارائیں اور دو صنعت کار ہیں' بڑا صاف ستھرا کھیل ہوتا ہے' وہاں جو بھی کھیلتا ہے' وہ پانچ دس لاکھ سے کم رقم لے کر نہیں بیٹھتا ہے' میری قسمت نے ساتھ نہیں دیا' میں نے وہاں دیکھا ہے کہ جو بھی بازی جیت کر اٹھتا ہے' وہ دس بارہ لاکھ سے کم کی نہیں ہوتی ہے۔"

"اچھا.........." زرنگار ایک لمحے کے لئے گہری سوچ میں ڈوب گئی' اسے تاش کھیلے بہت دن ہو گئے تھے' دس بارہ لاکھ کی رقم کا سن کر اس کے منہ میں پانی آ گیا' وہ تو مقدر کی سکندر تھی' وہ بہت کم بازی ہارتی تھی۔ وہ بولی۔ "تم مجھے کل ہی وہاں لے چلو.........."

"وہ کس لئے..........؟" رضوان نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تم وہاں جا کر جوا کھیلو گی..........؟"

"اس لئے میں وہاں جا کر کھیلوں گی تاکہ تمہاری ہاری ہوئی رقم جیت کر تمہیں دے سکوں۔"

"لیکن وہاں پہلی شرط یہ ہے کہ کھیلنے والا کم سے کم پانچ لاکھ کی رقم لے کر بیٹھے' تم

اتنی بڑی رقم کہاں سے لاؤ گی؟"

"پانچ نہیں بلکہ میں دس لاکھ کی رقم لے کر چلوں گی' میرے پاس پچاس لاکھ کی رقم موجود ہے جو میرے شوہر نے انتخابی مہم چلانے اور جلسوں کے لئے دی ہے اب چونکہ یہ پروگرام اپوزیشن نے ملک گیر ہڑتال کی وجہ سے ایک ماہ کے لئے ملتوی کر دیا ہے' اس لئے میں اسے استعمال میں لے آؤں گی۔"

"اگر تم دس لاکھ کی رقم ہار گئیں تو کیا ہو گا؟ تم اتنا بڑا خطرہ مول کیوں لے رہی ہو؟"

"میرے ہارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' میں چھ سات برس سے تاش کے کھیل میں بڑی مشاق ہو گئی ہوں' میں نے ہارنا سیکھا ہی نہیں ہے' مجھے اپنی ذات اور قسمت پر بھروسا ہے' میں تمہارے لئے تو اس سے بھی بڑا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہوں۔"

دوسرے دن شام کے وقت زرنگار' رضوان کے ہمراہ گلشن پہنچی۔ یہ ڈھاکا کا اعلیٰ رہائشی علاقہ تھا۔ یہ کوٹھی جہاں تاش کی محفل جمتی تھی فلم ساز کمال نواب کی تھی۔ یہ ایک عالی شان کوٹھی تھی۔ اس کا مالک کمال نواب چوٹی کا فلم ساز تھا۔ دوسرا فلم ساز اور ہدایت کار نجم تھا آج کل اس کا طوطی بول رہا تھا۔ بڑے بڑے اداکار اور اداکارائیں اس کے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔ اس نے رضوان کو آسمان کی بلندیوں پر پہنچایا تھا۔

ایک اداکارہ کویتا تھی۔ اس کی اور رضوان کی جوڑی بہت کامیاب جا رہی تھی۔ ان کے بارے میں افواہیں گردش کرتی رہتی تھیں۔ فلمی اداکاراؤں میں جتنی دولت اس کے پاس تھی کسی اداکار اور اداکارہ کے پاس نہ تھی۔ اندرون ملک اور بیرون ملک اس کے قدردانوں کی کمی نہ تھی۔ اس کی آواز بھی بہت اچھی تھی۔ وہ جب بیرون ملک سے آتی تو اس کے بینک بیلنس میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا تھا۔

دوسری اداکارہ انجمن آراء تھی۔ اس میں جو گلیمر تھا وہ کسی اداکارہ میں نہیں تھا۔ اس کے علاوہ وہ ماڈلنگ بھی کرتی تھی۔ وہ کسی بھی آمدنی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتی

تھی۔ اس نے خوب جائیداد بنائی تھی۔ ایک دو مرتبہ منشیات بھی لندن لے جا چکی تھی۔ نیو اسکائن اور مگ بازار میں اس کے دو بنگلے تھے جو کرائے پر اٹھے ہوئے تھے۔ اس کا گاڑیوں کا بہت بڑا شو روم تھا۔ ان کے علاوہ دو صنعت کار بھی موجود تھے۔ ان میں ایک نے گاڑیوں کی اسمبلنگ کا پلانٹ لگایا ہوا تھا۔ دوسرے کے ہاں لانچیں اور موٹر بوٹس تیار ہوتے تھے۔

محفل کے شرکاء نے اس کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا تھا۔ اسے اپنے سامنے پا کر بہت خوش تھے۔ زرنگار کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ کون کیا ہے۔ ان کے پاس دولت کہاں سے اور کیسے آ رہی ہے۔ اتنا بڑا جوا کالی آمدنی والے ہی کھیل سکتے تھے۔

کھیل بہت صاف ستھرا تھا۔ مگر یہاں اس کی قسمت نے ساتھ نہیں دیا تھا۔ صبح کھیل ختم ہوا تو وہ پورے دس لاکھ کی رقم ہار چکی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اس نے اتنی بڑی بازی ہاری تھی۔ وہ حیران تھی کہ وہ کیسے ہار گئی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اگر اسے ہرانے کے لئے کوئی منصوبہ بنایا گیا تھا تو اسے اس کا علم ہو جاتا۔ وہ کوئی بچی یا نئی جوارن نہیں تھی۔ اسے بیوقوف نہیں بنایا جا سکتا تھا۔

وہ دوسرے دن بھی دس لاکھ کی رقم لے کر پہنچ گئی۔ ابتدا میں اس نے تین چار بڑی بازیاں جیتی تھیں لیکن جب وہ اٹھی تو دوسرے دن بھی دس لاکھ کی رقم ہار چکی تھی۔ پھر وہ تیسرے دن بھی پہنچی۔ ناکامی نے جیسے اس کا منہ دیکھ لیا تھا۔ تین دن میں وہ تیس لاکھ کی رقم ہار چکی تھی۔ اب صرف اس کے پاس بیس لاکھ ٹاکا رہ گئے تھے۔ اس نے دو دن کے کھیل کے بارے میں والدین کو ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ تیسرے دن جب وہ گھر پہنچی تو ماں کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

نیلم چوہدری گھبرا گئی۔ اس کے علم میں یہ بات تو تھی کہ اس کی بیٹی تاش کھیلنے کے لئے کس کے ہاں جا رہی ہے۔ اسے اس بات کی بالکل بھی خبر نہیں تھی کہ اس کی بیٹی

کھیلنے کے لئے کتنی رقم لے جاتی ہے۔ وہاں کتنا بڑا داؤ لگتا ہے۔ اس کی بیٹی کتنی بڑی رقم ہار کر آتی ہے۔ جب زرنگار نے ساری کہانی سنائی تو وہ بھونچکی سی ہو گئی۔ ”تیس لاکھ ٹاکا.........؟“ اس پر جیسے کوئی بجلی سی آگری۔ وہ سکتے کے عالم میں کھڑی رہ گئی۔

”یہ تم نے کتنی بڑی حماقت کی بیٹی!“ نیلم چوہدری نے دل گرفتہ لہجے میں کہا۔ ”تمہیں کیا ضرورت تھی اتنا بڑا جوا کھیلنے کی......... اب تم کیا جواب دو گی اپنے شوہر کو ....اس سے کیا کہو گی۔ تمہارے پاس کچھ ہے کہنے کے لئے؟“

”میری خود سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اب میں کیا کروں.........؟ کہاں جاؤں.........؟“ زرنگار نے سسکیوں کے درمیان کہا۔

”تم نے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے۔“ نیلم چوہدری کو غصہ آ گیا۔ ”جب وہ سنے گا کہ تم نے انتخابی مہم کی رقم میں سے تیس لاکھ کی رقم جوئے کی نذر کر دی ہے تو غصے سے پاگل ہو جائے گا۔ تمہیں کس حکیم نے مشورہ دیا تھا تم وہاں جا کر ان لوگوں کے ساتھ جوا کھیلو.........“

اس نے ایک پل کے لئے سوچا کہ وہ اپنی ماں کو اعتماد میں لے کر بتا دے کہ اس نے یہ جوا رضوان کی خاطر کھیلا ہے۔ رضوان نے جو رقم ہاری تھی وہ واپس دلانے کے لئے......... اس کا خیال تھا کہ وہ یہ بازی جیت لے گی لیکن وہ ایک بازی بھی جیت کر نہ آ سکی۔ پھر یہ سوچ کر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا کہ اس کی ماں رضوان کا نام سنتے ہی چراغ پا ہو جائے گی۔ اسے لعن طعن کرے گی۔ اب اس گھر میں رضوان کا نام لینا اور اس کا ذکر کرنا بھی گناہ تھا۔ اس کی ماں کو اس کے رضوان سے سخت نفرت تھی۔

”دولت کی ہوس اور جیت کے زعم نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں دو چار لاکھ ٹاکا جیت کر ہی اٹھوں گی۔“

”مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ اس بات پر تمہارا شوہر تمہیں طلاق نہ دے دے......... کیونکہ یہ بات چھوٹی اور نظرانداز کرنے والی نہیں ہے۔“

"وہ مجھے طلاق نہیں دے گا بلکہ سرزنش کرے گا۔ اس لئے کہ میں اس کے لئے ایک ٹرمپ کارڈ ہوں' منزل مراد ہوں۔ وہ مجھے اس دیش کا وزیر اعظم بنانا چاہتا ہے اسے اور اس کی پارٹی کو میرے کھیل سے جو مقبولیت مل رہی ہے وہ بیس برس میں لاکھوں کی رقم خرچ کرنے سے بھی نہیں مل سکی تھی .... کیا وہ تیس لاکھ کے نقصان کو میری خاطر برداشت نہیں کر سکتا؟"

"خیر............ اب ان باتوں کو چھوڑو............ ایسی کوئی تدبیر سوچو کہ سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے............ ایسی کیا صورت ہو سکتی ہے کہ تمہارا شوہر اس نقصان کو ہنسی خوشی برداشت کر لے۔ اس کے ماتھے پر بل نہ پڑے۔ تیس ہزار یا دو تین لاکھ ٹاکا کی بات ہوتی تو یہ تمہارے باپ سے دلوا دیتی۔ یہ تیس لاکھ کی رقم ہے۔ یہ بہت بڑی رقم ہے بیٹی! وہ شاید ہی اس نقصان کو برداشت کرے۔ تم یہ بات مت بھولو کہ وہ ایک سیاست دان ہی نہیں کاروباری شخص بھی ہے۔"

"اس مصیبت سے نپٹنے کی ایک ہی صورت ہے کہ میں اسے اعتماد میں لے کر ساری بات سچ بتا دوں۔" زرنگار نے کہا۔

"تم میری بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہی ہو؟ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا قدم اٹھا سکتا ہے کہ جو تمہارے لئے پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔ تمہارا مستقبل تاریک کر سکتا ہے۔ تم نے ہمیں اور اپنے آپ کو کس مصیبت میں ڈال دیا ہے۔"

"میں آپ کی بات اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ اب ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ وہ ہوائی حادثے کا شکار ہو جائے یا پھر ہم اس کی موت کا ایسا بندوبست کریں کہ دنیا والوں کو ہم پر شک نہ ہو۔ پھر میں اس دیش کی سب سے مالدار عورت بن جاؤں گی۔"

"کیا............؟" نیلم چوہدری نے چونک کر حیرت اور خوف سے اپنی بیٹی کی شکل دیکھی۔ "کیا ہم اسے قتل کر دیں............؟ یہ تم کہہ رہی ہو؟"

"آہستہ بولیں............ کوئی سن نہ لے۔" زرنگار نے اٹھ کر کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ "اس کے سوا چارہ بھی نہیں ہے۔ اس صورت میں اس رقم کا حساب دینے سے بچ جاؤں گی............ پھر اس کے تمام اثاثوں کی واحد مالک............" اس کا لہجہ سفاک ہو گیا۔

"تمہاری عقل ٹھکانے ہے۔" نیلم چوہدری بھڑک اٹھی۔ "یہ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو؟ کہیں تم نے پی تو نہیں رکھی ہے۔"

"میری عقل اور میرے حواس قابو میں نہیں ہیں۔" زرنگار نے گردن ہلا کر اقرار کیا۔ "تیس لاکھ کی رقم ہارنے کے غم نے میرا دماغ معطل کر دیا ہے۔ مجھے حیرت سے زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ میں کیسے اور کیوں کر اتنی بڑی رقم ہار گئی۔ اب اس کی واپسی کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ کیا میں بیس لاکھ کی رقم لے جا کر اسے بھی داؤ پر لگا دوں............؟ جہاں ستیاناس وہاں سوا ستیاناس۔"

"نہیں ایسی حماقت نہ کرنا۔" نیلم چوہدری بولی۔ "مجھے ذرا سوچنے کی مہلت دو۔ ایک صورت سمجھ میں آ رہی ہے ہمیں کسی بہت بڑے جواری یا نوسرباز کی خدمات حاصل کرنا ہوں گی۔ مگر وہ قابل بھروسا ہو۔"

"ایسا شخص کہاں مل سکتا ہے............؟ میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں۔ بالفرض محال مل بھی گیا تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ رقم جیت کر دیانتداری سے ہمیں دے گا اور پھر وہ شخص اس محفل کے لوگوں کے لئے اجنبی ہو۔" زرنگار نے کہا۔

"کیوں نہیں مل سکتا............؟ کوشش کرنے سے مل سکتا ہے۔ مل گیا............ مل گیا............" نیلم چوہدری فرط مسرت سے بولی۔ اس کا چہرہ دمک اٹھا آنکھیں چمکنے لگیں۔ "رستم جمال تمہاری مدد کر سکتا ہے لیکن اسے تمہیں معاوضہ دینا ہو گا۔"

"لیکن رستم جمال تو پورے تین برس سے جیل کی ہوا کھا رہا ہے۔ وہ میری مدد کیسے کر سکتا ہے؟" زرنگار نے حیرت سے پوچھا۔

"کیسا عجیب و غریب اتفاق ہے کہ اسے رہا ہو کر آئے ہوئے تین دن ہوئے

ہیں۔" نیلم چوہدری کی زبان خوشی سے لڑکھڑا رہی تھی۔ "کل شام تمہارے جانے کے بعد زلیخا کسی کام سے آئی تھی۔ اس نے بتایا کہ رستم جیل سے رہا ہو کر آیا ہے۔ تم اس سے مل کر بات کیوں نہیں کر لیتی ہو۔ تم کہو تو میں بوا کو بھیج کر ابھی اور اسی وقت بلا لوں۔ پھر ہم اس سے بات کر لیتے ہیں۔"

"نہیں.......... اسے یہاں مت ملائیں۔" زرنگار کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "میں خود ہی شام کے وقت جا کر اس سے مل لوں گی۔ مگر کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ اس کام کے لئے تیار ہو جائے گا؟ اگر وہ بھی میری طرح ہار گیا تو پھر کیا ہو گا۔ مزید لاکھوں کی رقم کی چپت پڑے گی۔"

"وہ چونکہ تین برس کی سزا بھگت کر جیل سے رہا ہو کر آیا ہے لہٰذا اسے رقم کی اشد ضرورت ہو گی۔" نیلم چوہدری نے کہا۔ "وہ اس کام کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔ اس کے ہارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ وہ اس کھیل کا رستم ہے۔ کیا تمہیں یاد نہیں ہے.......... وہ جب کبھی ہمارے ہاں کھیلنے آتا تھا وہ جیت کر ہی جاتا تھا۔ تم نے اسے کبھی کوئی بازی ہارتے ہوئے دیکھا؟"

زرنگار نے نفی میں سر ہلایا۔ اس نے سوچا کہ ماں سے کہے کہ وہ دل کی بازی ہار کر گیا ہے۔ مگر اس نے یہ بات نہیں کہی۔ اس کی ماں غلط نہیں کہہ رہی تھی۔ وہ صرف نام کا رستم نہیں تھا۔ تاش کے کھیل کے میدان کا بھی رستم تھا۔ اس نے کبھی رستم کو ہارتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

وہ رات بھر کی جاگی ہوئی تھی۔ سونے کے لئے اپنے کمرے میں آ گئی۔ بستر پر دراز ہو گئی۔ تب اس کی نظروں میں رستم کا چہرہ ابھر آیا۔ اسے تین برس پہلے کی بہت ساری باتیں ایک ایک کر کے یاد آنے لگیں۔ رستم کا مکان اسی محلے میں تھا۔ اس کا ایک چھوٹا سا موٹر گیراج تھا جو اس نے اپنے مکان کے عقبی حصے میں بنا رکھا تھا جو ایک چھوٹے میدان سے متصل تھا۔ یہ گیراج سڑک پر سے گزرنے والوں کو دکھائی دیتا تھا۔ وہ ایک

محنتی، دیانتدار اور ماہر موٹر میکینک تھا۔ اسے محلے کے لوگوں کے کام سے ہی فرصت نہیں تھی۔ وہ اکیلا ہی کام کرتا تھا۔ وقت پر کام کر کے دیتا تھا اس لئے اس کا گیراج خوب چلتا تھا۔ خوبصورت وجیہہ اور دراز قد بھی تھا۔

بنگلہ دیش میں تاش کے کھیل کی لت نے ہر کسی کو لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ وہ اس کے ہاں کسی کسی اتوار آتا تھا لیکن وہ یہ بات جانتی، سمجھتی اور اچھی طرح محسوس کرتی تھی کہ رستم اس کی زلف کا اسیر ہے۔ تاش کا کھیل اس کی قربت کا بہانہ ہے۔ وہ اس کی محبت میں یکطرفہ جل رہا ہے اسے اس کا خوب اندازہ تھا۔ کیونکہ رستم کا چہرہ ہی نہیں بلکہ اس کی آنکھوں کی زبان بھی بہت کچھ کہتی تھی۔ وہ ایک عورت ہونے کے ناتے مردوں کی نگاہوں کی زبان کے مفہوم کو خوب سمجھتی تھی۔ اس نے کبھی رستم کو لفٹ نہیں دی تھی۔ رستم سے جب کوئی بات ہوتی تھی تو کھیل کے دوران ہی یا پھر جب کبھی وہ اپنے والد کی گاڑی مرمت کے لئے گیراج لے جاتی تھی۔ وہ کھڑے کھڑے اُسی وقت گاڑی کی خرابی دور کر دیتا تھا۔ اس کام کے پیسے نہیں لیتا تھا۔ اس وقت وہ اس سے جو باتیں کرتا تھا اس میں محبت کے اشارے ہوتے تھے۔ مگر اس نے کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ اسے محبت کیا بات کرنے کے قابل بھی نہیں سمجھتی تھی۔ ایک موٹر میکینک کی اس کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں تھی۔ ویسے بھی اس کے زلف کے اسیروں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ اس کے خواب بہت اونچے تھے اور پھر اس نے رضوان کو دل دے دیا تھا۔ ان دنوں رضوان کی دو فلموں نے دھوم مچا دی تھی۔ رضوان دوسری لڑکیوں کی طرح اس کے دل کی دھڑکن بن گیا تھا۔ اس کا سپنا بن گیا تھا۔ وہ روز ہی اس کا سپنا دیکھتی تھی۔ رضوان سے اس کی ابھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ پھر بھی وہ رضوان کی محبت کی آگ میں جل رہی تھی۔ یہ آگ یکطرفہ لگی ہوئی تھی۔

ایک روز اس کے ہاں زلیخا بیگم آئی تھی۔ وہ اس کی پڑوسن تھیں۔ پورا محلہ انہیں جانتا اور آنٹی کہتا تھا۔ وہ ایک پرائمری اسکول میں ٹیچر تھی۔ کچھ سماجی کام کرتی تھی۔ ان

کے شوہر ایک سرکاری افسر تھے۔ گھر میں اس وقت وہ اکیلی تھی۔ ملازمہ کسی کام میں
مصروف تھی۔ انہوں نے اس سے کہا تھا کہ .... وہ اس کے لئے رستم کی شادی کا
پیغام لائی ہے۔ وہ ایک نیک اور محنتی شخص ہے۔ تعلیم یافتہ ہے لیکن اعلیٰ تعلیم یافتہ
نہیں۔ اس کی آمدنی معقول ہے۔ وہ اپنے کاروبار کو وسعت دینے کی سوچ رہا ہے۔ اس
کے علاوہ وہ خوبصورت بھی ہے۔ اس محلے کے اچھے گھرانے اسے اپنا داماد بنانا چاہتے ہیں
لیکن وہ چونکہ اسے بہت پسند کرتا ہے اس لئے اس سے شادی کا خواہش مند ہے۔ لڑکا
بہت اچھا ہے۔ اتنا اچھا کہ اگر وہ میری بیٹی کا رشتہ مانگے تو خوشی سے دے دوں۔

رستم کے شادی کے پیغام نے اس کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ وہ بھڑک
اٹھی تھی۔ اسے رستم پر بہت غصہ آیا تھا۔ اگر اس وقت رستم اس کی نظروں کے سامنے
ہوتا تو وہ اس کے منہ پر تھپڑ مار دیتی۔ شاید اس کا منہ نوچ لیتی۔ اس نے بڑی نفرت اور
حقارت اور فرش پر پیر پٹختے ہوئے کہا تھا .... رستم کی یہ مجال کہ اس سے محبت کا
دعویٰ کرے۔ اپنی شادی کا رشتہ بھیجے۔ اس نے اپنے آپ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ اس کی
اوقات ہی کیا ہے۔ وہ ایک نالی کا کیڑا ہے۔ اس سے کہیں کہ نالی کا کیڑا نالی ہی میں ٹھیک
رہتا ہے۔ وہ آئندہ ادھر قدم بھی نہ رکھے۔

پھر رستم اس کے ہاں کبھی تاش کھیلنے نہیں آیا۔ پھر اس نے کبھی رستم کی شکل
نہیں دیکھی۔ اسے رستم سے سخت نفرت ہو گئی۔ اس نے اپنے والدین کو رستم کے
شادی کے پیغام کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ آنٹی نے بھی کسی کو نہیں بتایا تھا۔ وہ کئی
دنوں تک یہ بات سوچتی رہی تھی کہ رستم کو اپنا رشتہ بھیجنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ کیا وہ
اتنی حقیر اور سستی ہے؟ رستم اسے اپنا جوڑ سمجھتا ہے۔ کیا مخمل میں کبھی ٹاٹ کا پیوند لگتا
ہے۔

پھر ایک روز اس نے سنا اور اخبار میں یہ خبر پڑھی کہ پولیس نے ایک جوئے کے
اڈے پر چھاپہ مارا تو بہت سارے جواری وہاں سے فرار ہو گئے۔ مگر ان میں دو جواری دھر

لئے گئے۔ ایک جواری نے فرار ہوتے ہوئے دو پولیس اہلکاروں کو شدید زخمی کر دیا مگر وہ
گرفتار ہو گیا اس کا نام رستم جمال ہے۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے سنا کہ رستم کو جوا کھیلنے
اور پولیس اہلکار کو زخمی کرنے کے الزام میں تین سال کی سزا ہو گئی۔

کیا ایک ایسا شخص جس کی محبت کو اس نے قبول نہیں کیا تھا اس کی شادی کے
رشتے کو نفرت اور حقارت سے ٹھکرا دیا تھا، جس کی نظر میں وہ ایک نالی کا کیڑا تھا۔ وہ اسے
اس مصیبت اور جہنم سے نکال سکتا ہے........؟ وہ اس کے پاس اپنا کیا منہ لے کر جائے
گی؟ مگر اس کے پاس جانے کے سوا چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ اس بات سے انکار نہیں کر
سکتی تھی کہ رستم بہترین کھلاڑی تھا۔ اپنے کھیل کا بادشاہ تھا۔ وہ جب بھی کھیلنے کے لئے
آتا تھا جیت کر جاتا تھا لیکن وہ محبت کی بازی ہار گیا تھا۔ اس نے ہرا دیا تھا۔ اس نے خواب
خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کی زندگی میں ایک ایسا دن بھی آ سکتا ہے کہ اسے
سوالی بن کر رستم کے پاس جانا ہو گا۔

اس کے ذہن میں ایک کشمکش سی جاری تھی۔ اس کی ماں نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ
شاید اس کا شوہر اسے طلاق دے دے کیونکہ وہ رقم کے نہ ہونے کے باعث انتخابی مہم
نہ چلا سکی۔ طلاق کے امکان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کا شوہر شکی مزاج اور
ایک سخت گیر اور سفاک شخص تھا۔ وہ اتنے بڑے نقصان کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔
اس لئے رستم کے پاس جانے کے سوا چارہ نہیں تھا۔ رستم ہی ایک واحد شخص تھا جو اس
کی رقم جیت کر دلا سکتا تھا........ اگر رستم نے انکار کر دیا تو........؟

زرنگار نے ایک بہت بڑا جوا کھیلنے اور اپنا بہت کچھ داؤ پر لگانے کے لئے سوچ لیا
تھا۔ اسے ایسا لگا کہ اس کے پاس کچھ ایسے ٹرمپ کارڈ ہیں جن سے وہ رستم کو ہرا سکتی
ہے، فریب دے سکتی ہے۔ دنیا میں کسی بھی مرد کو محبت کے نام پر بے وقوف بنایا جا سکتا
ہے۔ رستم نے اسے آخری مرتبہ تین برس پہلے دیکھا تھا۔ کل اور آج میں بڑا فرق تھا۔
کل وہ ایک دھان پان اور نازک سی گڑیا کی مانند تھی۔ اس کے وجود میں ریشم کی نرمی اور

باتوں میں شہد کی مٹھاس تھی۔ ان تین برسوں میں وہ کچھ اور خواب آفریں ہو گئی تھی۔
اس نے سوچا کہ ایک جوا کھیل کر دیکھنے میں کیا ہرج ہے۔ رستم کی نفرت محبت میں بدلی جا سکتی ہے۔ اس کے حسن کا جادو جب ایک چونسٹھ برس کے مالدار بوڑھے کو بے وقوف بنا سکتا ہے تو رستم کو کیوں نہیں بنا سکتا۔ رستم اسے دیکھے گا' اس کی محبت بھری باتیں سنے گا تو اس طرح گم ہو جائے گا جس طرح بتاشا پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ و ہر قیمت پر رستم کا دل جیتنے کی کوشش کرے گی۔

☆======☆======☆

رستم باہر نکلا جیل کا آہنی پھاٹک بند ہوا اس کے ماضی کا یہ بھیانک باب بھی جیسے بند ہو گیا تھا۔ کیا یہ افسوسناک باب واقعی ختم ہو گیا ہے؟ کیا دنیا اس کا ماضی نظرانداز ک سکتی ہے؟ کاش! اس کے ہاتھوں سے پولیس کے آدمی زخمی نہ ہوئے ہوتے اس سے حرکت نادانستگی میں سرزد ہوئی تھی۔ اس کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا اور پھر پولیس نے غلط بیا سے کام لیا تھا۔ جھوٹ تو پولیس کی گھٹی میں پڑا تھا اور پھر اس روز اتفاق سے اس جو کے اڈے پر جوا ہو رہا تھا جوئے کے اڈے کے مالک نے وہاں جوا کھیلنے والوں کو بلا کر کہا کہ وہ اس اڈے کو بند کر رہا ہے۔ پولیس بہت زیادہ بھتہ مانگ رہی ہے اس کی ادائ اس کے بس کی بات نہیں رہی ہے اب وہ کوئی دوسرا اڈہ دیکھ لیں۔ اس شہر میں اب جوئے کے اڈوں کی کوئی کمی نہیں ہے جو پولیس کی سرپرستی میں چل رہے ہیں پولیس نزدیک بھتہ دینے سے انکار سب سے بڑا جرم تھا اس لئے پولیس نے غصے میں آ کر چھ مارا تھا۔ کیوں کہ ان کی یومیہ آمدنی کا ایک دروازہ بند ہو گیا تھا۔ اس نے ایک گہ سانس لے کر سوچا کہ اب ان باتوں کو سوچنے سے کیا حاصل ہے؟ اس کے ہاتھ انجانے میں جو جرم سرزد ہوا تھا اس نے اس کی بھی سزا بھگت لی ہے جو ہونا تھا وہ ہو اب لکیر پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔
اس نے کھلی فضا میں سانس لیتے ہوئے سوچا آزادی کتنی بڑی نعمت ہے اس

آنکھیں اندیشہ ہائے دور دراز میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے اپنا ماضی بھول کر زندگی از سر نو شروع کرنا چاہئے۔ کیا وہ ایسا کر سکے گا جیل میں اس کی اصلاح ہونے کے بجائے اسے جرم کی تربیت ملی تھی جیل مجرموں کی تربیت گاہ تھا کون سا ایسا جرم تھا جو یہاں پرورش نہیں پا رہا تھا۔ چونکہ اس کے ساتھ ناانصافی ہوئی تھی۔ اسے غلط سزا ملی تھی اس نے نفرت اور انتقام کے جذبے کے تحت ہر جرم کی تربیت حاصل کی تھی۔ وہ ہر فن مولا تھا۔ وہ نہ صرف نوسرباز تھا بلکہ بہت ہی ماہر قسم کا جیب تراش بھی بن چکا تھا۔ اس کے علاوہ چاقو زنی اور اسلحے کے استعمال میں بھی اس نے مہارت حاصل کر لی تھی کیونکہ یہ اس کی مجرمانہ زندگی میں کام آ سکتا تھا۔ جیل میں ایک سے ایک استاد تھا اس نے ان کی شاگردی کر لی تھی وہ ان کی خدمت کرتا تھا۔ ادب کرتا تھا۔ اس لئے اب وہ نکلا تو استادوں کا استاد بن چکا تھا۔
اس نے مین روڈ پر ایک سائیکل رکشا لیا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ رکشا ایک بوڑھا شخص چلا رہا تھا۔ وہ اس کی باپ کی عمر کا تھا اس نے سوچا کہ یہ عمر آرام کی ہوتی ہے لیکن پھر بھی یہ شخص محنت مزدوری کر کے عزت کی روٹی کما رہا ہے وہ بھی تو کما سکتا ہے وہ ایک ماہر موٹر میکینک ہے۔ مجرمانہ زندگی سے انسان کا چین سکون غارت ہو جاتا ہے پھر وہ قانون کے پنجے سے بچ نہیں سکتا۔ جیل سے بری جگہ کوئی نہیں تھی۔ آزادی کتنی بڑی نعمت ہے اس کا احساس آج اب اسے ہو رہا تھا۔
سڑکوں پر ٹریفک کا اژدھام تھا۔ ان تین برسوں میں شہر بہت بدل گیا تھا۔ نیون سائنوں کے رنگین اشتہارات اور لوگوں کی چہل پہل اور وہ جن بازاروں کے سامنے سے گزرا تھا اسے بہت اچھے معلوم ہو رہے تھے۔ کاریں تیزی سے گزر رہی تھیں مرد عورتیں اور بچے جن سے دنیا کی رونق تھی ان کی مسکراہٹیں جیسے کوئی پیغام دے رہی تھیں جیل سے باہر سب کچھ متحرک تھا جیل میں حبس تھا۔ وہاں ہر شے پر جمود طاری تھا لیکن باہر ہر چیز حرکت میں تھی۔ اس کا محلہ یکسر تو نہیں لیکن بہت بدل گیا تھا اس کے

مکان پر تالا پڑا ہوا تھا اس کی چابی مہرالنساء کے پاس تھی جو پڑوس میں رہتی تھی اس نے دروازے پر دستک دی۔ گلی ویران اور سنسان پڑی تھی چند لمحوں کے بعد دروازہ کھلا۔ جھرنا اسے دیکھتے ہی بڑے زور سے چونکی پھر اس کا چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھا اس کی آنکھوں میں جیسے دیئے جل اٹھے۔ وہ سرشاری کے لہجے میں بولی "آپ!" پھر ایک طرف ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیتی ہوئی بولی۔ "باہر کیوں کھڑے ہیں؟ اندر آیئے نا.........."

پھر وہ تیزی سے پلٹ کر اندر کی طرف لپکی۔ اس کی مترنم آواز گونج گئی۔ "ماں! دیکھو تو سہی کون آئے ہیں۔ رستم صاحب آئے ہیں۔"

جھرنا اسے دیکھ کر اس قدر خوش ہو جائے گی اس نے سوچا بھی نہیں تھا وہ سات سمندر پار سے تو نہیں آیا تھا۔ جیل سے آیا تھا اس کا خیال تھا کہ اسے دیکھ کر جھرنا کا منہ بن جائے گا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے نفرت عیاں ہو گی۔ جھرنا کی ماں مہرالنساء اسے گھر میں نہیں آنے دے گی۔ اس کے برعکس ہوا تھا اندر سے مہرالنساء اپنی ساڑھی کے پلو سے اپنے گیلے ہاتھ پونچھتی ہوئی آئی تو اس کا چہرہ بے پایاں مسرت سے دمک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی تھی جیسے اس کا بچھڑا ہوا بیٹا اسے مل گیا ہو۔

مہرالنسا نے اس کی بلائیں لیں۔ اس کا ماتھا چوما۔ پھر اسے گلے سے لگایا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے چوکی پر بٹھایا۔ "بیٹے مجھے تمہاری رہائی کی کوئی اطلاع نہیں تھی ورنہ میں اور جھرنا تمہیں لینے پہنچ جاتیں.........."

رستم کا دل بھر آیا۔ وہ بچپن سے ماں کے پیار سے محروم رہا تھا۔ اس کی پرورش اس کے سخت گیر باپ نے کی تھی۔ اس کے باپ کا جو گیراج تھا وہ اسے چلاتا رہا تھا۔ اس کے باپ نے اسے میکینک بنایا تھا۔ اس کا باپ بہت اچھا موٹر میکینک تھا۔ مہرالنساء پڑوسن تھی۔ اس نے کبھی ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی۔ ماں بیٹی اس کا ہر طرح خیال رکھتی تھیں۔

"یہ تم کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو جلدی سے رستم کے لئے چائے بنا کر لے آ پھر کھانا بنا دینا۔" ماں نے بیٹی کو ڈانٹا۔

جھرنا باورچی خانے کی طرف لپک گئی۔ رستم کا دل چاہا کہ وہ اسی طرح مہرالنساء کے پاس بیٹھا اس کی ممتا بھری باتیں سنتا رہے وہ بے غرض اور مخلص عورت تھی اس کی ماں کی سہیلی تھی۔ اس کی ماں نے مرنے سے پہلے مہرالنساء سے کہا تھا کہ وہ اس کے بیٹے کا خیال رکھے۔ وہ وعدہ نبھا رہی تھی۔ وہ مہرالنساء کو اپنی ماں کی جگہ سمجھتا تھا۔ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس پر مہرالنساء کے بڑے احسانات تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد جھرنا اس کے لئے گرم گرم بھاپ اڑاتی ہوئی چائے اور ساتھ میں مٹھائی اور نمکین بھی لیتی آئی تھی۔ اس نے چائے پینے کے دوران کن انکھیوں سے ایک دو مرتبہ غور سے جھرنا کی طرف دیکھا تھا۔ جھرنا کی موہنی صورت پر ابھی تک مسرت چھائی ہوئی تھی۔ جھرنا کی نگاہ اس پر جمی ہوئی تھی۔ اس کی مسکراتی ہوئی سیاہ آنکھوں میں جھیل جیسی گہرائی تھی وہ ان آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے ڈوب بھی گیا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ جھرنا کچھ دبلی ہو گئی ہے مگر اس وقت جھرنا کے چہرے پر جو نکھار تھا اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

جب وہ کھانا کھا کر آیا اور اپنے گھر کو دیکھا تو اسے یقین نہیں آیا وہ نہ صرف بہت صاف ستھرا تھا بلکہ آئینے کی طرح جگمگا رہا تھا۔ جھرنا جیسے روز گھر کی صفائی کرتی اور خیال رکھتی تھی۔ اس کا گیراج بھی صاف ستھرا تھا اور ہر چیز اپنی جگہ رکھی ہوئی تھی۔ اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ اس کے گھر کی دیکھ بھال کرتی رہیں گی۔ جھرنا ایک اسکول میں استانی تھی۔ دو تین ٹیوشن کر کے گھر چلاتی تھی۔ اسے اس استقبال کی توقع نہیں تھی۔ تین سال کے لمبے عرصے کے بعد اس نے گھر کی چائے پی اور کھانا کھایا تھا۔ جھرنا کے ہاتھ میں بڑا ذائقہ تھا وہ بہت اچھا پکاتی تھی۔

رستم دو دن تک بہت مصروف رہا تھا۔ اس نے پھر سے اپنے گیراج کو کھولنے کا

فیصلہ کر لیا تھا۔ کچھ سامان کی ضرورت تھی۔ تیسرے دن رات کے وقت وہ کھانا کھا کر اپنے ہاں آیا۔ پھر وہ کرسی پر بیٹھ کر جھرنا کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ آج اسے احساس ہو رہا تھا کہ جھرنا اس سے محبت کرتی ہے۔ خاموش محبت .... جھرنا نے کبھی اپنی زبان سے اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ نگاہوں کی زبان نے شاید کہا ہو لیکن اس نے کبھی جھرنا کی آنکھوں میں جھانکنے اور اس کے دل کی گہرائیوں میں اترنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کیونکہ وہ زرنگار کی زلف کا اسیر بنا ہوا تھا۔

جھرنا کے لئے بہت سارے رشتے آئے تھے لیکن جھرنا نے شادی سے انکار کر دیا تھا۔ جب ماں اپنی بیٹی سے لڑتی جھگڑتی اور اس سے کہتی کہ بیٹے! .... تم ہی اس نادان اور بے وقوف لڑکی کو سمجھاؤ کہ اتنے اچھے رشتے کو نہ ٹھکراؤ۔ ایسے رشتے نصیب سے آتے ہیں تب وہ کہتی تھی مجھے شادی نہیں کرنا ہے۔ گھر نہیں بسانا ہے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں میں بوجھ تھوڑی ہوں۔

جھرنا نے اب تک شادی نہیں کی تھی اور اچھے رشتوں کو ٹھکراتی چلی آئی تھی۔ تو شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ زندگی کے اس لمبے سفر میں وہ اس کا ہاتھ تھام کر چلنا چاہتی تھی۔ جھرنا نے شاید قسم کھائی ہوئی تھی۔ عہد کیا ہوا تھا کہ وہ شادی کرے گی تو اس سے ورنہ نہیں۔ اس کے جیل جانے کے باوجود جھرنا اس سے آج بھی محبت کرتی تھی۔ جھرنا کے دل میں جگہ نہ ہوتی تو وہ اسے دیکھ کر اتنی خوش نہ ہوتی .... اسے محبت کا جذبہ جھرنا کی آنکھوں سے جام کی طرح چھلکتا محسوس نہ ہوتا۔

کل کی بات تھی مہرالنساء نے اس سے کہا تھا .... "بیٹے! تم اس پاگل لڑکی کو سمجھاؤ۔ اس کے لئے جگن ناتھ کالج کے پروفیسر کا رشتہ آیا ہوا ہے۔ جھرنا چوبیس برس کی ہو چکی ہے شادی کے نام پر کانوں کو ہاتھ لگاتی ہے۔ میں مرنے سے پہل اس کا گھر آباد دیکھنا چاہتی ہوں اگر وہ اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتی ہے تو مجھے بتائے۔"

کل رات اس نے موقع پا کر تنہائی میں جھرنا سے پوچھا تھا۔ "اتنا اچھا رشتہ آیا ہوا

ہے تم گھر کیوں نہیں بسا لیتی ہو؟"

"کیا یہ ضروری ہے کہ دنیا کی ہر عورت شادی کرے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ میں ساری زندگی اس طرح گزارنا چاہتی ہوں۔"

"اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو بتاؤ .... میں اس سے تمہاری شادی کرا دوں۔ تمہاری ماں کو راضی کر لوں۔" اس نے کہا تھا۔

"میں جسے پسند کرتی ہوں وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔ وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ وہ تو کسی اور کی محبت میں تڑپ رہا ہے۔"

جھرنا نے یہ اشارہ اس کی طرف کیا تھا۔ جھرنا کے علم میں یہ بات تھی کہ وہ زرنگار سے محبت کرتا ہے۔ اس نے ایک روز جھرنا اور مہرالنساء کے سامنے آنٹی سے کہا تھا کہ وہ اس کا رشتہ زرنگار کے لئے لے کر جائے .... اب وہ زرنگار کو کبھی نہیں پا سکتا تھا۔ کیونکہ زرنگار کی شادی ہو چکی تھی۔ زرنگار نے دولت کی ہوس میں ایک بوڑھے سے شادی کر لی تھی۔

جیل میں دنیا کی تمام چھوٹی بڑی خبریں آتی تھیں۔ اخبار آتے تھے۔ اس نے سنا تھا کہ زرنگار بہت بڑی رقاصہ بن گئی ہے۔ پھر حیات ثمن سے اس کی شادی کی خبر آئی۔ پھر یہ سنا گیا کہ اس نے سیاسی پلیٹ فارم پر دھوم مچا دی ہے۔ اب زرنگار اس کی کسی قیمت پر نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی دسترس سے دور ہو چکی تھی۔ اس کے اور زرنگار کے درمیان نہ مٹنے والا فاصلہ قائم ہو چکا تھا۔ اب وہ دونوں ندی کے دو کنارے تھے جو کبھی نہیں مل سکتے تھے۔ اس کے لئے زرنگار کو بھول جانا اور دل سے نکال دینا ہی بہتر تھا۔

اب جو وہ اپنی زندگی از سر نو گزارنا چاہتا تھا اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ شادی کر لے۔ جھرنا اس کے لئے بہترین جیون ساتھی ثابت ہو سکتی تھی۔ جھرنا' زرنگار کی طرح حسین و جمیل نہ تھی مگر بد صورت بھی نہ تھی اور پھر اس سے محبت کرتی تھی اس کی محبت کی آگ میں جل رہی تھی۔ اس نے بہت دیر کی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کر لیا کہ وہ

کل مہرالنساء سے جھرنا کو مانگ لے گا۔

دروازے پر دستک ہوئی تو اس کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس نے دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھا۔ رات کے بارہ بج کر دس منٹ ہو رہے تھے۔ اس وقت کون ہو سکتا ہے؟ اس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے سوچا۔ شاید مہرالنساء ہو گی۔ اس کے لئے دودھ لائی ہو گی۔ آج وہ دودھ پی کر آنا بھول گیا تھا۔ مہرالنساء ایک ماں کی طرح اس کا خیال رکھتی تھیں۔ مہرالنساء کے خیال میں جیل میں اس کی صحت بہت گر گئی تھی۔

اس نے دروازہ کھولا۔ دہلیز پر ایک عورت سیاہ چادر میں ملبوس کھڑی تھی۔ چہرے پر چادر کو نقاب بنا کر چہرہ چھپا لیا گیا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں بے نقاب تھیں جو اندھیرے میں جگنو کی طرح چمک رہی تھیں۔ اس نے پہچان لیا۔ "زرنگار!............"

زرنگار نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ اس کے پاس سے مہکتی ہوئی گزری اور کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ ششدر سا ہو گیا۔ زرنگار کیوں اور کس لئے اس وقت اس سے ملنے آئی ہے..........؟ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ عقل حیران تھی جواب دینے سے قاصر تھی۔ وہ دروازہ بند کر کے کمرے میں آیا تو زرنگار اپنی چادر اتار کر اسے بستر کے سرہانے رکھ رہی تھی۔

وہ تین برس کے ایک لمبے عرصے کے بعد زرنگار کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ اس عرصے میں زرنگار کے اندر بڑی نمایاں تبدیلی آ گئی ہے وہ شعلۂ مجسم بنی کھڑی تھی۔ آج اس کا حسن شعلہ ساماں تھا۔ اسے دیکھتے ہی ایسا لگتا تھا کہ جیسے کسی نے انگارہ چھو لیا ہو گہرے کالے رنگ کے لباس میں اس کی جوانی اور قیامت کی ہو گئی تھی۔ اس کی حیرت بھری نظریں زرنگار پر مرکوز تھیں۔ رات خاصی بیت چکی تھی ایسے وقت میں زرنگار کا اس کے در پر آنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ وہ کس لئے ان حشر سامانیوں کے ساتھ آئی ہے؟ اب اس کے اور زرنگار کے درمیان رشتہ ناتا کیا ہے..........؟ زرنگار آج ایک بہت بڑی شخصیت تھی جبکہ وہ اپنے آپ کو ایک بونے کی طرح محسوس کر رہا

تھا۔

زرنگار کی شہابی پیشانی اور بڑی بڑی سیاہ آنکھیں اس کی نظروں کی گرفت میں تھیں۔ زرنگار کے ہونٹوں پر ایک دلفریب تبسم تھا۔ پھر اس کے یاقوتی لبوں نے جنبش کی۔ "رستم! تم نے مجھے صرف آنکھوں سے پہچان لیا.........؟ حیرت کی بات ہے۔"

رستم نے سوچا۔ اس سے کہے کہ وہ تو اسے اس کی خوشبو سے بھی پہچان سکتا ہے۔ اس نے یہ بات نہیں کی۔ پوچھا۔ "خیریت تو ہے۔ اتنی رات گئے .... اس غریب خانے پر کیسے آنا ہوا؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ مجھے یہ سب کچھ کسی سپنے کی طرح لگ رہا ہے۔"

"مجھے تمہاری محبت کھینچ لائی ہے۔" زرنگار نے بغیر کسی جھجک کے کہا۔ "یہ کیا تم مجھے بیٹھنے کے لئے نہیں کہو گے..........."

"میری محبت..........؟" وہ بھونچکا سا ہو گیا۔ اسے یقین نہیں آیا اس نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تشریف رکھیں۔"

"ہاں تمہاری محبت...........؟" وہ تجاہل عارفانہ سے بولی۔ "مجھے آج صبح ہی خبر ملی کہ تم جیل سے رہا ہو کر آئے ہو میں تم سے ملنے چلی آئی۔"

"مگر آپ نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی.......... آپ کی نفرت اور نفرت انگیز الفاظ مجھے آج بھی یاد ہیں۔" رستم نے تلخی سے کہا۔

"مجھے بعد میں پچھتاوا ہوا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا وہ مجھے زیب نہیں دیتا تھا۔ میں پشیمان بھی ہوئی تھی۔ میں کئی دنوں تک صدمے سے دوچار رہی تھی۔ جب میں نادم اور شرمسار سی تمہارے ہاں پہنچی تو معلوم ہوا کہ تمہیں پولیس اہلکاروں پر قاتلانہ حملہ کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

"تو کیا آج آپ مجھ سے معافی مانگنے اور اظہار محبت کرنے کے لئے آئی ہیں؟" رستم نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔" زرنگار نے اپنا خوشنما سر ہلایا۔ "میں اس دن کا پورے تین برس سے انتظار کر رہی تھی۔ میرے سینے میں خلش کا جو خنجر پیوست ہو گیا تھا اسے آج نکالنے کے لئے آئی ہوں۔ رستم! مجھے معاف کر دو تاکہ میرے سینے کی خلش نکل جائے۔" وہ التجا بھرے لہجے میں بولی۔

"چلئے میں آپ کو معاف کئے دیتا ہوں۔" رستم نے کہا۔ "لیکن آپ نے اظہار محبت میں بہت دیر کر دی۔ ہم دونوں کے درمیان ایک دیوار آ کھڑی ہوئی ہے۔ ہم اسے گرانا چاہیں تو گرا بھی نہیں سکتے ہیں۔ اب راستے بھی جدا جدا ہو چکے ہیں۔"

"ایسا نہ کہو رستم!" وہ وحشت زدہ لہجے میں بولی۔ "حیات ثمن سے شادی میں میری مرضی اور خوشی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ حیات ثمن نے مجھے بلیک میل کر کے مجھ سے شادی کی ہے تاکہ میری شہرت کو سیاسی پلیٹ فارم پر استعمال کرے۔ مجھے اس شخص سے نفرت ہے۔"

"اگر آپ کو اس شخص سے نفرت ہے تو پھر اس سے طلاق کیوں نہیں لے لیتی ہیں۔" رستم نے مشورہ دیا۔

"میں نے اس سے طلاق لینے کا سوچا ہوا تھا۔ میں وطن پہنچ کر اس سے طلاق لینے والی تھی لیکن ایک ایسی دیوار کھڑی ہو گئی ہے کہ میں اس وقت تک اس سے طلاق نہیں لے سکتی جب تک دیوار نہ گر جائے۔ میں اپنی حماقت سے ایک بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو چکی ہوں۔"

"کیسی مصیبت............؟" رستم نے پوچھا۔ "کیا میں آپ کی اس مصیبت کو دور کر سکتا ہوں؟"

"اس مصیبت کو صرف تم ہی دور کر سکتے ہو............" وہ بولی۔ "بات صرف اتنی سی ہے کہ میرے شوہر نے لندن جانے سے پہلے مجھے پچاس لاکھ کی رقم انتخابی مہم چلانے کے لئے دی۔ حالات کی وجہ سے اس مہم کو ایک ماہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ میرے

جوئے کھیلنے کے شوق نے مجھے تباہ کر کے رکھ دیا۔ میں تیس لاکھ کی رقم تین دن میں جوئے میں ہار گئی............ میں کبھی اتنی بڑی............"

"تیس لاکھ ٹاکا............؟ صرف تین دن میں............؟" رستم کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "کیا اس شہر میں اتنا بڑا جوا بھی ہوتا ہے............؟ یہ کون لوگ ہیں جو اتنا بڑا جوا کھیلتے ہیں۔ اسمگلر منشیات فروش اور بلیک مارکیٹرز ہیں............؟"

"ان میں دو فلم ساز' دو اداکارائیں اور دو صنعت کار ہیں۔" زرنگار نے اسے بتایا۔ "یہ تقریباً روزانہ رات کو محفل جماتے ہیں۔"

"آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں............؟" رستم نے دریافت کیا۔ "کیا میں ان سے تیس لاکھ کی رقم چھین کر آپ کو لوٹا دوں............؟ نہیں............ ایسا میں نہیں کر سکتا میں کوئی جرائم پیشہ نہیں ہوں لہٰذا آپ مجھے معاف کر دیں تو بہتر ہے۔"

"میں نے تم سے کب کہا کہ ان سے رقم چھین کر میرے حوالے کر دو............" زرنگار بکھرے ہوئے لہجے میں بولی۔ "ایک راستہ ایسا ہے جس سے میری رقم ان سے وصول کی جا سکتی ہے یہ کام تم کر سکتے ہو............ اور میں تمہاری ہو سکتی ہوں۔"

"وہ کون سا راستہ ہے............؟" رستم کے لہجے میں حیرت سے زیادہ تجسس تھا۔

"وہ یہ ہے کہ تم وہاں میرے ساتھ مل کر کھیلو۔" زرنگار نے جواب دیا۔ "تم تاش کے کھیل کے رستم ہو۔ میں نے تمہیں کبھی ہارتے ہوئے نہیں دیکھا مجھے امید ہے کہ تم وہاں بھی رستم ثابت ہو گے۔"

"اس کھیل کا ایک سے ایک رستم پڑا ہے میں کیا بیچتا ہوں۔" وہ ہنس کر بولا۔ "آپ بھی بہت اچھا کھیلتی ہیں آپ بھی قسمت کی دھنی ہیں۔ میں نے آپ کو بھی بہت کم ہارتے ہوئے دیکھا ہے حیرت کی بات ہے کہ آپ جیسی مشاق کھلاڑی تیس لاکھ کی رقم کیسے ہار گئی............؟ تیس لاکھ کی رقم کوئی معمولی نہیں ہوتی۔ جانے کیوں مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"میں وہاں چل کر تصدیق کروا سکتی ہوں کہ میں نے کتنی رقم ہاری ہے معلوم نہیں میری قسمت کو کس کی نظر لگ گئی جو میں وہاں اتنی بڑی رقم ہار گئی۔"

"مجھے تصدیق کر کے کیا کرنا ہے۔ اگر میں نے پوری رقم جیت کر دے دی تو مجھے کیا انعام ملے گا؟"

"تیس لاکھ ٹاکا سے جتنی زیادہ رقم تم جیتو گے وہ تمہاری اپنی ہو گی۔" زرنگار دل فریب انداز سے مسکرائی۔ "دوسرا انعام میں اور میری محبت ہو گی۔ کیا یہ انعام کافی نہیں ہو گا؟"

"مجھے رقم کا لالچ نہیں ہے۔" رستم نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ انعام میں مجھے آپ کی محبت ملے گی؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حسینوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔" وہ صاف گوئی سے کہنے لگا۔ "دوسری بات یہ ہے کہ آپ دیش کے سب سے بڑے مال دار شخص کی بیوی ہیں۔ بیوہ ہونے کی صورت میں آپ ارب پتی بن جائیں گی طلاق لینے کی صورت میں آپ کو اپنے شوہر کی طرف سے بہت کچھ ملے گا' تیسری بات یہ ہے کہ آپ مقبول ترین رقاصہ ہیں' آپ کا مستقبل ہر لحاظ سے بہت روشن ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ میں ایک معمولی موٹر میکینک ہوں۔ ایک عام قسم کا شخص ہوں۔ میں اپنی حیثیت اور اپنی اوقات پہچانتا ہوں۔ میری معاشرے میں کوئی عزت نہیں ہے۔ مقام نہیں ہے۔"

"مجھے تمہاری باتوں سے انکار نہیں ہے۔" زرنگار اداسی سے کہنے لگی۔ "مگر دولت ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔ میرا حسن میرے لئے ہمیشہ ایک پرابلم رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے اپنے حسن سے نفرت رہی ہے۔ میں نے تمہیں بتایا نا کہ میرے شوہر نے مجھے بلیک میل کیا۔ اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ میں نے اس سے شادی نہیں کی تو وہ میرے چہرے پر تیزاب پھینک دے گا۔ چونکہ مجھے اپنا حسن اور جوانی پیاری تھی اس لئے میں نے اس سے شادی کر لی۔ میرے لئے اس کے سوا چارہ بھی

نہیں تھا لیکن کیا صرف شادی کر لینے سے دو روحوں کا ملاپ ہو جاتا ہے؟ جو شادی جبر اور زیادتی کا نتیجہ ہو کیا عورت کا دل جیت سکتی ہے؟ قانونی اور شرعی اعتبار سے شوہر ہونے کے باوجود مجھے اس سے نفرت ہو گئی ہے میں اس کی رقم اس کے منہ پر مار کر طلاق لینا چاہتی ہوں۔ مجھے تم سے محبت اس لئے ہو گئی ہے کہ تم ایک مخلص اور بے غرض شخص ہو۔ تم نے مجھے میرے حسن کی وجہ سے نہیں چاہا تم مجھے بچپن سے دیکھتے چلے آ رہے ہو ہم بچپن اور معصومیت کے دور کے ساتھی ہیں۔ آج جو بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے وہ میرے حسن' دولت اور شہرت کی وجہ سے.........."

"آپ کا شوہر طلاق لینے کی صورت میں کیا آپ کے چہرے پر تیزاب پھینک کر آپ کو بدصورت نہیں بنا دے گا۔"

"نہیں.......... وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔" زرنگار نے گردن ہلائی۔ "اس لئے کہ وہ ایک سیاست دان ہے اور پھر میں لندن میں نہیں اپنے دیش میں ہوں۔ کچھ ماہ کے بعد الیکشن ہونے والے ہیں وہ نہیں چاہے گا کہ میں اس کی بدنامی کا سبب بنوں۔ ایک سیاست دان کو اپنی عزت' نیک نامی اور پارٹی کی ساکھ جان سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی تمنا ہے کہ وہ اس ملک کا وزیر اعظم بنے۔ اس لئے اس نے مجھے اپنے جال میں پھانسا۔ میری شہرت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آپ طلاق لینے کے بعد مجھ سے شادی کر لیں گی؟ میں آپ کی محبت اور دل کا مالک بن جاؤں گا۔"

"کیا تمہیں میری بات پر اعتبار نہیں ہے.......... نہیں ہے تو مجھے چاقو لا کر دو میں اپنے خون سے تمہیں ایک تحریر لکھ کر دینے کے لئے تیار ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ طلاق لینے کے بعد تم سے شادی کر لوں گی.......... میں اس وقت تمہارے پاس اپنی خالی جھولی لے کر آئی ہوں۔ مایوس نہ کرو۔"

رستم کو اس کی باتوں پر اور اس کی محبت پر اعتبار آ گیا۔ اس میں کوئی تصنع اور

بناوٹ نہیں تھی لہجے سے اور آنکھوں سے محبت اور سچائی جھلک رہی تھی، زرنگار بہت دیر تک رکی رہی۔ وہ اپنی محبت کا اقرار کرنے اور ثبوت دینے کے لئے رک گئی تھی۔ محبت کے عہد و پیمان ہوئے۔ رستم کو اپنی قسمت پر یقین نہیں آیا کہ وہ اس پر مہربان بھی ہو سکتی ہے اسے اس کا سپنا مل سکتا ہے، وہ آج کی رات نہ آتی تو کل جھرنا کی ماں سے جھرنا کو مانگنے والا تھا۔ اب اس نے ہر قیمت پر محبت کی یہ بازی جیتنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

☆======☆======☆

دوسرے دن رات کے وقت زرنگار اسے اپنے ہمراہ لے کر کمال نواب کی کوٹھی پر پہنچی۔ رستم عمدہ قسم کے سوٹ میں ملبوس کسی رئیس زادے کی طرح دکھائی دے رہا تھا اس نے رستم کا تعارف کزن کی حیثیت سے کرایا تھا۔ انہیں یہ بتایا تھا کہ وہ امریکہ سے کچھ دن پیشتر آیا ہے۔ نیویارک میں اسٹاک بروکر ہے۔ اس نے رستم کو دس لاکھ کی رقم دے دی تھی اس نے کھیل میں حصہ نہیں لیا۔ وہ معذرت کر کے ایک کام کا بہانہ کر کے چلی آئی .... رستم نے اس سے کہا تھا کہ وہ اسے متعارف کرا کے چلی جائے کیونکہ اس کی موجودگی اور اس کے کھیل میں حصہ نہ لینے سے وہ لوگ شک کر سکتے ہیں کہ وہ کسی نوسرباز کو لے آئی ہے۔

صبح دس بجے زرنگار اس کے ہاں پہنچی۔ وہ ساری رات جاگتی رہی تھی۔ وہ تصور میں رستم کو جیتا ہوا دیکھتی رہی تھی۔ رستم نے اسے بتایا تھا کہ وہ جیل میں نوسربازی سیکھ چکا ہے۔ وہ اس کی ہاری ہوئی رقم دلا دے گا اس نے رستم سے کہا تھا کہ وہ وہاں سے اٹھ کر اس کے ہاں رقم دیتا ہوا چلا جائے۔ رستم نہیں آیا تھا۔ اس کے دل میں شک و شبے کی لہر اٹھی تھی کہ کہیں رستم اس کی رقم لے کر فرار تو نہیں ہو گیا؟ اس لئے بھی وہ جیل میں پورے تین برس رہا تھا۔ جو بھی جیل سے رہا ہو کر نکلتا ہے وہ جرائم پیشہ بن جاتا ہے۔

وہ رستم کے گھر چلی گئی۔

زرنگار نے دروازے پر تالا لگا ہوا نہیں دیکھا تو اسے اطمینان ہوا۔ اس نے دروازے پر دستک دی تو تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا۔ رستم نے آنکھیں ملتے ہوئے دروازہ کھولا۔ رستم جماہیاں لے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی۔ زرنگار کو رستم کی اس غیر ذمے داری پر سخت غصہ آیا کہ وہ اس کے گھر آنے کے بجائے اپنے گھر آ کر سو گیا ہے مگر وہ ضبط کر گئی۔ اس نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ "رستم کیا رہا .... کیا تم نے بازی جیت لی؟"

"نہیں!" رستم نے لمبی جمائی لیتے ہوئے جواب دیا۔ "میں پوری رقم ہار آیا ہوں۔ دس لاکھ میں سے دس ٹکا بھی نہیں بچے۔"

"کیا..........؟" زرنگار غش کھا گئی۔

زرنگار کے حواس معطل ہو گئے تھے، اس کی یادداشت کسی دہشت ناک خواب کی طرح دھندلا گئی تھی۔ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جسے وہ جھٹلا نہیں سکتی تھی۔ اس کی نظر میں زمان و مکان اپنی اہمیت کھو چکے تھے۔ اس کا وجود متحرک تھا۔ وہ کچھ بول رہی تھی کیا بول رہی تھی وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ جو کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس پر تاریکی چھائی ہوئی تھی اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے چیخ چیخ کر کہنا چاہا کہ یہ جھوٹ ہے کہ رستم دس لاکھ کی رقم ہار کر آیا ہے یہ ناممکن سی بات تھی لیکن اس کی آواز بہت کمزور تھی کیونکہ اس کی زبان ذہن کا ساتھ نہیں دے رہی تھی اس کے لئے یہ سب کچھ کسی بھیانک خواب کی طرح تھا۔ اس کے اور رستم کے ہاتھوں پوری چالیس لاکھ کی رقم ڈوب گئی تھی اب کیا ہو گا۔ اس کا ظالم شوہر تو جان لے لے گا۔ اب وہ اس کے ہاتھوں سے کیسے بچ سکے گی؟ اس پر دہشت ایسی طاری ہوئی کہ اس کا سارا وجود تاریکی میں ڈوب گیا۔

جب وہ ہوش میں آئی تو اس نے رستم کو بستر کے پاس کھڑے ہوئے پایا۔ رستم کے ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا گلاس تھا۔ وہ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر اسے ہوش میں

لانے کی تدبیر کر رہا تھا۔ اس نے دو تین مرتبہ پلکیں جھپکائیں پھر اسے احساس ہوا کہ وہ زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہی ہے یہ دیکھ کر اس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ اتنی بڑی رقم ہارنے پر رستم کے چہرے پر نہ تو تاسف تھا اور نہ اس کی آنکھوں سے تشویش جھانک رہی تھی اس کو دس لاکھ کی رقم ہارنے کا ذرہ برابر بھی ملال نہیں تھا جیسے وہ دس لاکھ نہیں دس ٹاکا تھا۔ پھر زرنگار نے سوچا' رستم کو صدمہ کس لئے ہو یہ رقم کون سی اس کے باپ کی تھی۔ اگر اس کی اپنی رقم ہوتی تو کیا وہ ہار کے آتا؟

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" رستم نے اس کے چہرے پر نگاہیں مرکوز کر کے پوچھا۔

زرنگار نے فوراً ہی اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ کیونکہ اس کے دل میں دفعتاً کچھ شبہات نے سر ابھارا تھا۔ اس نے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس کی' کہیں رستم جھوٹ تو نہیں بول رہا؟ اس نے یہ رقم خود ہڑپ تو نہیں کر لی ہے؟ کل بھی اس کے دل میں شک پیدا ہوا تھا لیکن اس نے دبا دیا تھا۔ رستم ایسا نہیں کر سکتا تھا اس لئے کہ اس نے رستم کے ساتھ محبت کا ڈرامہ رچایا تھا محبت کا فریب دے کر رستم کو شیشے میں اتارا تھا۔ رستم اسے دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔

"دس لاکھ کی رقم ہارنے کی خبر سن کر کیا میری طبیعت ٹھیک رہ سکتی ہے؟" زرنگار تنک کر بولی۔ "مجھے سچ سچ بتاؤ کیا تم واقعی ہار گئے ہو؟"

"مجھے آپ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔" رستم نے جواب دیا۔ "آپ کمال نواب کو ٹیلی فون کر کے معلوم کر سکتی ہیں کہ میں نے کتنی رقم ہاری ہے؟"

"لیکن مجھے اس بات کا یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم ہار بھی سکتے ہو........ خدا کے لئے کہہ دو کہ یہ جھوٹ ہے........ مذاق ہے۔" زرنگار روہانسی ہو گئی اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ "میرا شوہر تو میری جان لے لے گا۔"

"اس میں یقین نہ کرنے والی کون سی بات ہے؟" رستم متعجب ہو کر بولا۔ "یہ

جھوٹ نہیں ہے مجھے کیا ضرورت پڑی کہ میں آپ سے مذاق کروں' یہ ایک حقیقت ہے کہ میں ہار گیا ہوں۔ ویسے تمہارے کروڑ پتی شوہر نامدار کے لئے پچاس لاکھ کی رقم کی حقیقت ہی کیا ہے۔ اتنی بڑی رقم تو وہ صرف دس دن میں کما لیتا ہو گا اب اس کے سوا کوئی اور صورت نہیں کہ تم اسے اپنے اعتماد میں لے کر صاف صاف بتا دو کہ وہ رقم تم جوئے میں ہار چکی ہو۔"

"میں اسے یہ بات بتانا نہیں چاہتی ہوں۔" زرنگار نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں کوئی ایسا کام نہیں کروں گی جو اس کی ذاتی اور سیاسی شخصیت پر اثر انداز ہو۔ میں ایک صاف و شفاف زندگی گزاروں گی تاکہ ہم انتخابات جیت سکیں۔ اگر ہم دونوں میں سے کسی ایک کی ذات پر حرف آ گیا تو سب کچھ خاک میں مل جائے گا۔"

"اگر اسے اور دنیا والوں کو ہماری محبت کا علم ہو گیا تو کیا ہو گا؟ کیا ہماری یہ محبت چھپی رہ سکے گی؟" رستم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دیکھو........ یہ ان باتوں کا موقع نہیں ہے پلیز تم اس وقت سنجیدہ ہو جاؤ یہ میرے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے؟"

"آپ اس کی بہت ہی حسین و جمیل اور کم عمر بیوی ہیں اس نے آپ کے حسن کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ شہرت سے متاثر ہو کر شادی کی ہے۔ وہ آپ کی ناز برداریاں اٹھا سکتا ہے۔ پچاس لاکھ کیا ایک کروڑ کا نقصان بھی برداشت کر سکتا ہے آپ بلاوجہ خوفزدہ اور پریشان ہو رہی ہیں........"

"میں اسے کچھ بتانا نہیں چاہتی۔" زرنگار نے وحشت زدہ لہجے میں کہا۔ "تم اس کی فطرت سے واقف نہیں ہو۔ مجھے اس کے قریب رہنے سے اندازہ ہوا ہے کہ وہ کس قدر خبیث اور سفاک شخص ہے۔ وہ کوڑی کوڑی پر جان دینے والا ہے' پلیز! رستم! خدا کے لئے کہیں سے بھی چالیس لاکھ کی رقم کا بندوبست کرو۔ اس کے لئے ڈاکہ مارنا' قتل

کرنا پڑے تو قتل بھی کر دو میں تمہیں اس کا منہ مانگا معاوضہ دوں گی .... مجھے جہنم سے نکال دو۔ تم نہیں جانتے میں کس آگ میں جل رہی ہوں۔"

"آپ کو اس قدر مایوس ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔" رستم نے اُسے دلاسا دیا۔ "جب تک سانس ہے اس وقت تک آس باقی ہے۔ آپ یوں کریں کہ آپ کے پاس جو دس لاکھ کی رقم بچی ہوئی ہے وہ مجھے دے دیں۔"

"وہ کس لئے..........؟" زرنگار نے چونک کر حیرت سے اس کی شکل دیکھی۔ "تم اس رقم کا کیا کرو گے؟"

"اس لئے کہ اس رقم کو بھی داؤ پر لگا دیا جائے۔" رستم نے جواب دیا۔ "ایک آخری بازی اور کھیل لی جائے؟"

"وہ رقم تمہیں کھٹک رہی ہے۔" زرنگار نے ہذیانی لہجے میں کہا۔ "کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ رہے۔"

"اس رقم سے ہم دونوں مل کر کھیلیں گے.......... اس طرح جیت یقیناً ہماری ہو گی، ہم اس دس لاکھ سے چالیس لاکھ جیت کر لے آئیں گے۔"

"نہیں .... میں اس میں سے تمہیں دس ٹکا بھی نہیں دوں گی۔" زرنگار نے زہر خند لہجے میں کہا۔ "یہ رقم میرے لئے تنکے کے سہارے کی طرح ہے۔ اب تمہیں وہاں جا کر کھیلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نہ ہی میں اس محفل میں تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھیلوں گی۔ ہم وہاں جیت ہی نہیں سکتے ہیں۔ وہاں جو میرا اور تمہارا حشر ہوا ہے کیا وہ سامنے نہیں ہے۔"

"یہ آپ نے کیسے فرما دیا کہ ہم وہاں جیت ہی نہیں سکتے؟ ہم جیت سکتے ہیں ضرور جیتیں گے میں آپ کو جیت کی ضمانت دینے کے لئے تیار ہوں۔ آپ میری بات کا یقین کریں۔" رستم نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ "اب وہاں دو اور کروڑ پتی کھیلنے والوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔"

"کیا تم مجھے بے وقوف اور احمق عورت سمجھتے ہو؟" زرنگار تنک کر بولی۔ "اب مجھے تم پر اور تمہاری باتوں پر بھروسا نہیں رہا۔"

"آپ کو میں اصل بات بتا دوں کہ کیا بات ہے۔" رستم دلکش انداز سے مسکرایا۔ "میں دس لاکھ کی رقم دانستہ ہار کر آیا ہوں۔"

"کیا..........؟" زرنگار اس طرح اچھل پڑی جیسے سنسنا دینے والا برقی جھٹکا لگا ہو اس کی آنکھیں پھیل گئیں اسے جیسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا اس پر چند لمحے تک سکتہ سا چھایا رہا۔ "کہیں تم دس لاکھ کی رقم ہتھیانے کے لئے جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو؟"

"نہیں۔" رستم نے سر ہلایا۔ "میں ساری دنیا سے جھوٹ بول سکتا ہوں آپ سے نہیں۔"

"تم نے اتنی بڑی رقم کیوں اور کس لئے ہاری .... کیا اس لئے کہ مفت کی تھی؟" زرنگار نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس لئے کہ میں رات اتنی بڑی بازی جیت جاتا تو انہیں شک ہو جاتا کہ میں نوسرباز ہوں۔ آپ مجھے اس لئے وہاں چھوڑ گئی ہیں اتنی بڑی رقم جیتنے کے لئے ہارنا بھی ضروری تھا اس طرح جس طرح کچھ پانے کے لئے کھونا پہلی شرط ہوتی ہے۔ میرے ساری رات کھیلنے اور ہارنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ میں دیکھوں ان میں کوئی نوسرباز تو نہیں ہے جس کی وجہ سے آپ اتنی بڑی رقم ہار گئیں۔ آپ بالکل بھی نہ گھبرائیں۔ آج کی رات ہم دونوں ہی وہاں چلتے ہیں اور کھیل میں شریک ہوتے ہیں۔ ہم کل نو افراد ہو جائیں گے۔ وہاں کوئی بھی دس لاکھ سے کم رقم نہیں لاتا۔ میں اس کھیل میں آپ کو بہت زیادہ جتاؤں گا میں جیتوں گا تو انہیں شک ہو سکتا ہے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہاں کس طرح اور کیسے کھیلنا ہے۔ آپ میری باتیں ذرا غور سے سنیں۔"

زرنگار کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہا تھا کہ رستم کی بات مان

لے۔ یہ گھپ اندھیرے میں امید کی آخری کرن تھی۔ اس کے پاس پچاس لاکھ کی رقم میں سے جو دس لاکھ کی رقم بچی تھی اسے داؤ پر لگادے رستم نے اس سے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہ تھا اس طرح بازی جیتی جاسکتی تھی۔

☆======☆======☆

رات دس بجے وہ رستم کے ہمراہ کمال نواب کے ہاں پہنچی دو نئے ممبروں کا اضافہ ہوا تھا۔ زرنگار ان سے بخوبی واقف تھی وہ دونوں کروڑ پتی تھے۔ جیولرز تھے اور سونے کے اسمگلر بھی تھے ساری رات کھیل ہوتا رہا۔ دو ایک موقع پر زرنگار کو ایسے لگا تھا کہ وہ اور رستم اپنی پوری رقم ہار جائیں گے۔ رستم نے ایک انداز سے کھیل کو جاری رکھا تھا کھیل کے اختتام پر دونوں اٹھے تو زرنگار کے پاس چھتیس لاکھ کی رقم تھی۔ رستم کے پاس پانچ لاکھ ساٹھ ہزار کی رقم جیت میں آئی تھی۔

زرنگار کو یہ سب کچھ کسی سندر سپنے کی طرح لگا تھا۔ اسے یقین ہی نہیں آتا تھا کہ اس کی ہاری ہوئی رقم ایک نشست اور ایک رات میں وصول ہو جائے گی۔ رستم جنگ کے میدان کا نہ سہی اس کھیل کے میدان کا رستم تھا اس نے اپنے تمام حریفوں کو ایک ایک کر کے چاروں شانے چت دیا تھا اس نے رستم کو پچاس ہزار کی رقم دی تو رستم نے فوراً لے لی' کیونکہ اسے رقم کی سخت ضرورت تھی۔

زرنگار پر ایک عجیب سی سرشاری کی کیفیت طاری تھی۔ ماں نے بھی سکون و اطمینان کا سانس لیا اس بات کی باپ کو ہوا بھی لگنے نہیں دی گئی تھی۔ وہ جو راتوں کو غائب رہی تھی اس کے بارے میں اس کے باپ کو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ اپنے شوہر کی کوٹھی پر ہائی کمان کی بلائی ہوئی میٹنگ میں شرکت کے لئے جاتی رہی ہے۔ ماں کو اس نے اپنے اعتماد میں لے کر بتا دیا تھا کہ رستم کو آمادہ کرنے کے لئے اسے محبت کا ڈھونگ رچانا پڑا۔ جہاں دیدہ ماں نے اسے سمجھایا تھا کہ جب تک ہاری ہوئی رقم ہاتھ نہیں لگ جاتی اس وقت تک محبت کا کھیل کھیلتی رہو۔ محبت کے کھیل میں ہر بات جائز ہوتی ہے اس میں

تمہارا مستقبل پوشیدہ ہے تمہیں اس دیش کی وزیراعظم بھی بننا ہے۔

زرنگار ساری رات کی جاگی ہوئی تھی وہ سہ پہر تک گھوڑے بیچ کر سوتی رہی اس کے شوہر کا لندن سے ٹیلی فون آیا تو اسے بیدار ہونا پڑا تھا۔ شوہر سے بات کرنے کے بعد اس نے غسل کیا۔ پھر وہ صبح کے بنگلہ اور انگریزی زبان کے تمام اخبارات لے کر بیٹھ گئی۔ اس نے چائے پیتے اور ایک اخبار دیکھتے ہوئے سوچا کہ اب کس طرح رستم سے پیچھا چھڑائے۔ اسے نہ صرف پچاس ہزار کی رقم دے چکی ہے بلکہ مہربان بھی رہی ہے وہ رستم سے نجات پانے کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اس کی نظر ایک سہ رخی خبر پر پڑی۔ یہ خبر رضوان سے متعلق تھی رات اس کے فلیٹ پر زبردست ڈاکہ پڑا تھا۔ خبر میں بتایا گیا تھا کہ رضوان رات شوٹنگ پر گیا ہوا تھا اس کے دو ملازم جو دوسرے کمرے میں سو رہے تھے انہیں ڈاکوؤں نے بے ہوشی کی دوا سنگھا دی اس کی الماری سے دو لاکھ کی رقم کے علاوہ بہت سارے کاغذات اور فلم سازوں سے کئے ہوئے قانونی معاہدے کے مسودے بھی لے گئے اس کے علاوہ ٹیلی وژن اور وی سی آر پر بھی ہاتھ صاف کر گئے۔ یہ دو ڈاکو تھے پڑھے لکھے معلوم ہوتے تھے انہوں نے جو تحریر رضوان کے نام چھوڑی تھی اس سے اس کا اندازہ ہوتا تھا۔

گھر پر اس وقت نہ تو اس کی ماں تھی اور نہ ہی باپ موجود تھا وہ دونوں ہی سہ پہر سے پہلے ہی اکیڈمی رقص کی تربیت دینے کے لئے چلے گئے تھے۔ جب سے زرنگار کے رقص نے دھوم مچا دی تھی اور وہ شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گئی تھی تب سے اکیڈمی میں رقص سیکھنے کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں کی بھرمار سی ہو گئی تھی۔ اس نے رضوان کو بتایا ہوا تھا کہ اس کے شوہر نے جو انتخابی مہم کے لئے پچاس لاکھ کی رقم دی تھی اس میں سے وہ تیس لاکھ کی رقم کمال نواب کے ہاں ہار چکی ہے اس وجہ سے وہ سخت ہراساں اور پریشان ہے جب تک وہ ہاری ہوئی رقم کسی نہ کسی صورت حاصل نہیں کر لیتی اس وقت تک وہ اس سے کہیں نہیں مل سکتی۔ اس کا دل و دماغ قابو میں نہیں ہے اس نے

رضوان کو رستم کے بارے میں اس لئے نہیں بتایا تھا کہ سے موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ اب اسے وہ یہ خوشخبری سنانا چاہتی تھی کہ وہ ایک بڑے عذاب سے نکل آئی ہے۔

اس نے رضوان سے ڈکیتی کے واقعہ پر اظہارِ افسوس کرنے اور دلاسا دینے کے لئے ٹیلی فون کیا۔ اتفاق سے اس وقت رضوان گھر پر ہی موجود تھا۔ اسٹوڈیو جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے رضوان سے رسمی طور پر ڈکیتی کی واردات پر افسوس کیا۔ محبت اور ہمدردی کے دو بول بولنے کے بعد اسے خوشخبری سنائی کہ وہ ہاری ہوئی رقم جیت چکی ہے اس نے ایک ہی رات اور ایک ہی نشست میں پوری رقم جیت لی۔ رضوان نے اسے بڑی گرم جوشی سے مبارکباد دی۔ اس نے دانستہ رستم کا ذکر گول کر دیا۔ اس نے اس لئے بھی رستم کا ذکر نہیں کیا کہ کہیں رضوان حسد اور رقابت کی آگ میں نہ جل جائے۔ وہ اپنے محبوب کو ناراض اور بدظن کرنا نہیں چاہتی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا محبوب روٹھ جائے اور ان کی محبت کا جذبہ سرد پڑ جائے۔

دوسرے دن سہ پہر کے وقت رستم اس سے ملنے کے لئے گھر آیا تو اسے ناگوار لگا۔ اس نے ملازمہ سے کہلوا دیا کہ .... وہ سو رہی ہے اس کی طبیعت ناساز ہے اس نے منع کر رکھا ہے کہ اسے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ اب تو وہ رستم کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی۔ رستم اس سے ملنے کے لئے اتنی جلدی کس لئے ٹپک گیا تھا۔ وہ بے وقوف شاید اپنے دل میں یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ وہ اس سے سچ مچ محبت کرنے لگی ہے۔

وہ اپنے کمرے میں بیٹھی ٹیلی وژن پر اپنے رقص کا لندن کا پروگرام دیکھ رہی تھی جسے ناظرین کے بے حد اصرار پر دوبارہ ٹیلی کاسٹ کیا جا رہا تھا۔ وہ بڑی محویت سے اپنے رقص کا پروگرام دیکھ رہی تھی کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا تو دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز نے بڑی شائستگی سے پوچھا۔ "کیا آپ زرنگار بول رہی ہیں؟"

"جی ہاں۔" زرنگار نے جواب دیا۔ اسے آواز بڑی غیر مانوس سی لگی۔ "آپ کون

بول رہے ہیں؟"

"میں ایک سوداگر ہوں۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس کچھ انمول' نایاب اور قیمتی چیزیں برائے فروخت ہیں' میں انہیں آپ کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں نے آپ کو ٹیلیفون کیا ہے۔"

"مجھے کسی چیز کے خریدنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" زرنگار نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میرے پاس ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی چیزیں موجود ہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔"

"آپ نے ان نادر چیزوں کو ایک نظر دیکھے بغیر ہی فیصلہ صادر فرما دیا۔ پلیز! ایک نظر دیکھ تو لیں؟"

"میں نے آپ سے کہا نا کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں' نہ خریدنا۔" وہ تنک کر بولی۔

"میں جو چیزیں آپ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہوں وہ آپ کے پاس نہیں ہیں۔ آپ کو ان کا خریدنا بہت ضروری ہے۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔ "ان چیزوں کے نہ خریدنے کی صورت میں آپ کو بہت پچھتانا پڑے گا کیونکہ اس میں آپ کی عزت اور سنہرے مستقبل کا راز پوشیدہ ہے..........."

"آخر آپ ہیں کون..........؟" زرنگار چڑ سی گئی۔ "آپ نے یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے کھل کر بات کریں۔"

"میں نے آپ سے کہا نا کہ.......... میں ایک سوداگر ہوں۔" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آپ کو کل کی ڈاک سے ایک رجسٹری موصول ہو گی اس لفافے میں ان چیزوں کے نمونے ہوں گے آپ انہیں تنہائی میں دیکھیں........... والدین یا کسی اور کے سامنے نہیں.......... اس کی وجہ کل آپ کی سمجھ میں آ جائے گی۔ میں کل آپ سے کسی بھی وقت ٹیلی فون پر رابطہ کروں گا۔ آپ ان چیزوں کے نمونے دیکھنے کے بعد ان کی

خریداری کے لئے تیار رہیں۔ گڈ بائی........." اس نے اتنا کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

زرنگار فکر اور سوچ میں پڑ گئی کہ......... یہ کیا چیزیں ہو سکتی ہیں جس کا تعلق اس کی عزت اور مستقبل سے ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی منچلے نے اسے بلاوجہ خوفزدہ کرنے کے لئے ٹیلیفون کیا ہو؟ اس کے پرستاروں کے وقتاً فوقتاً جو ٹیلی فون آتے تھے ان میں سے کچھ ایسے ٹیلی فون بھی ہوتے تھے جن میں اسے بلاوجہ دق کیا جاتا تھا۔ فضول' بے ہودہ اور بے سروپا باتیں کی جاتی تھیں۔ اس نے اس ہونے والی گفتگو کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی۔ آخر اسے ٹیلی فون کی اس گفتگو کو دل پر لینے کی کیا ضرورت ہے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی جو اس کے دل و دماغ پر کسی جونک کی طرح چمٹ گئی تھی۔ اس گمنام شخص نے اسے ان چیزوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ زرنگار بڑی دیر کی سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ کوئی پیشہ ور قسم کا بدمعاش اسے بلیک میل کرنا چاہتا ہے اس لئے وہ پُراسرار انداز سے گفتگو کر رہا تھا۔

مگر اسے کوئی کس طرح بلیک میل کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس نے کسی کو خود پر انگلی اٹھانے کا موقع نہیں دیا تھا اس کی اور رضوان کی محبت کا ابھی تک کسی کو علم نہیں ہو سکا تھا اس کے علاوہ رضوان سے جب بھی ملنے جاتی تھی پھونک پھونک کر قدم رکھتی تھی۔ وہ دونوں اس طرح چھپ کر ملتے تھے کہ کسی کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہو سکتی تھی اور پھر ان کی ملاقاتوں کے لئے ایک جگہ مخصوص نہیں تھی۔ وہ شہر سے دور ملتے تھے اس کے علاوہ رضوان نے مضافات میں ایک دو مکان کرائے پر صرف ملاقاتوں کے لئے لے رکھے تھے وہ دونوں بہروپ بھر کے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ رستم سے ایک دو مرتبہ اس کے گھر جا کر ملی تھی۔

پھر اسے تاش کے کھیل کی محفل کا خیال آیا تھا کہ کہیں یہ کسی ہارنے والے کی گھٹیا حرکت تو نہیں ہے؟ اس روز ہارنے والا صرف ایک شخص تو نہیں تھا اس کے اور رستم کے علاوہ تقریباً سبھی ہارے تھے۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ کسی نے اس کی جوا کھیلتے

ہوئے بلیک میل کرنے کے ارادے سے تصویریں اتار لی ہوں۔ بالفرض تصویریں اتاری بھی گئی ہوں تو وہ قابل اعتراض نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ محفل کے شرکاء مہذب اور اعلیٰ حیثیت کے لوگ تھے۔ کمال نواب ایک نفیس' مہذب اور اچھی شہرت کا مالک تھا' وہ نہ تو تصویریں اتارنے کی معیوب حرکت کر سکتا تھا اور نہ ہی کسی کو اس بات کی اجازت دے سکتا تھا۔

زرنگار رات کے آخری پہر تک بستر پر کروٹیں بدلتی رہی تھی اس کے ذہن میں ایک خلفشار تھا جس نے اس کی نیند اچاٹ کر دی تھی اس نے سونے کے لئے بستر پر دراز ہونے سے تھوڑی دیر پہلے اپنے کمرے سے رضوان کو ٹیلی فون کیا تھا تاکہ اسے اس نئی افتاد سے آگاہ کر سکے۔ رضوان کے ملازم نے بتایا کہ وہ اپنی فلم کی شوٹنگ کے لئے اسٹوڈیو گیا ہوا ہے۔ اس نے صبح بیدار ہونے کے بعد رضوان کو ٹیلی فون کرنے کے بارے میں سوچا تھا۔ وہ رضوان سے ملنا بھی چاہتی تھی۔ کیونکہ اس کی رضوان سے کوئی چار پانچ دن سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

دوسرے دن ڈاک سے اسے ایک رجسٹری موصول ہوئی۔ زرنگار نے اپنے کمرے میں بند ہو کر دھڑکتے دل سے لفافہ چاک کیا۔ اس پر بجلی سی آ گری اس لفافے میں اس کے اس خط کی فوٹو اسٹیٹ کاپی تھی جو اس نے رضوان کو سوئٹزر لینڈ سے لکھا تھا کہ اس کے ذہن میں شوہر کو قتل کرنے کی نادر تدبیر موجود ہے۔ وہ وطن واپس آنے کے بعد جلد سے جلد شوہر سے نجات پانے کی تدبیر کرے گی۔ لہٰذا وہ اس شادی پر غم زدہ نہ ہو' یہ خط اسے پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتا تھا۔ یہ خط نہیں تھا فرشتۂ اجل تھا۔

اس کے علاوہ درجن بھر تصویریں رومانی انداز کی رضوان کے ساتھ تھیں۔ جس کسی نے یہ تصویریں اتاری تھیں اس نے بڑی مہارت کا ثبوت دیا تھا جانے اس نے کس طرح یہ تصویریں اتاری تھیں۔ ان کی ساری احتیاط دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ ایک بلیک میلر نے آخر کار اسے اپنے جال میں پھنسا لیا تھا۔ یہ خط اور تصویریں اس کی

عزت اور مستقبل کے لئے واقعی تباہ کن تھیں۔ اس کے شوہر کے ہاتھ لگنے کی صورت میں وہ اس کے منہ پر تیزاب پھینک کر اس کا چہرہ مسخ کر سکتا تھا۔ بنگلہ دیش میں یہ ایک ریت سی بن گئی تھی کہ کسی لڑکی کے شادی سے انکار کرنے یا بیوی کے بے وفائی کی مرتکب ہونے پر اس عورت کے چہرے پر تیزاب پھینک کر اسے بدصورت بنا دیا جائے' یہ ایک ایسی لرزہ خیز اور بھیانک سزا تھی کہ عورت اس زندگی سے مرنا پسند کرتی تھی اس کے شوہر نے بھی کسی لغزش پر ایسی ہی سزا کا اشارہ دیا تھا۔

اس خط اور ان تصویروں کو دیکھتے ہی یکایک زرنگار کا سر تیزی سے چکرانے لگا اور ایسا محسوس ہوا کہ جیسے زبردست زلزلہ آگیا ہو ہر چیز کانپ رہی ہو ڈول رہی ہو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی زہر میں بجھی ہوئی چھری اس کے سینے میں اترتی جا رہی ہو۔ پھر اسے سخت پیاس لگی حلق میں کانٹے چبھنے لگے۔ اس نے آواز دے کر ملازمہ کو بلانا چاہا تو اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ ملازمائیں اس وقت کچن میں ہوتی تھیں۔ اس کی آواز وہاں تک پہنچ نہیں سکتی تھی اور پھر کمرے کا دروازہ بھی بند تھا۔ وہ دروازہ کھول کر ملازمہ کو آواز دینے کے خیال سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے محسوس کیا جیسے وہ بہت کمزور ہو گئی ہو جیسے اس کے جسم سے کسی نے بہت زیادہ خون نچوڑ لیا ہو اور وہ ہر لمحے موت سے قریب ہوتی جا رہی ہو۔ وہ دھیرے دھیرے دروازے کی جانب چلی مگر اس کے پاؤں تھرتھرانے لگے' گرتے گرتے اس نے بایاں پیر پھیلا کر دروازے کا ہینڈل پکڑ لیا وہ ایسا نہ کرتی تو فرش پر گر پڑتی۔ دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی اپنی بے ترتیب سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔

زرنگار نے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر بوا کو آواز دے کر ٹھنڈا پانی منگوایا۔ دو گلاس پانی غٹاغٹ پی گئی۔ پانی پینے کے بعد اس کی طبیعت قدرے سنبھل گئی۔ مگر سینے کی دھک دھک قابو میں آنے کا نام نہیں لے رہی تھی اس کے اعصاب کشیدہ تھے

اسے بدنامی اور موت سے زیادہ خوف چہرے کے مسخ ہو جانے کا تھا۔ اس کا شوہر اس کے ساتھ ایسی بربریت کر سکتا تھا اس سے کوئی بعید نہیں تھا۔ یہ خیال اس کے لئے سوہانِ روح تھا اس لئے وہ دہشت زدہ ہو رہی تھی۔

زرنگار دل میں حیران تھی کہ اس کا یہ خط ایک بلیک میلر کے ہاتھ کیسے لگا۔ اس نے رضوان کو خط میں لکھا تھا کہ وہ اس خط کو چاک کر کے پھینک دے' ہنی مون سے واپس آنے کے بعد اس نے رضوان سے یہ تو پوچھا تھا کہ اس کا خط ملا یا نہیں مگر وہ یہ پوچھنا بھول گئی تھی کہ اس نے یہ خط پھاڑ کر پھینک دیا یا نہیں؟ رضوان نے کسی وجہ سے اس کا خط پھاڑ کر نہیں پھینکا تھا آخر وہی ہوا تھا جس کا اسے خدشہ تھا یہ خط کسی اور کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو صرف وہی نہیں بلکہ دل بھی سینے میں بڑے زور سے اچھلا تھا اس نے دوسری گھنٹی بجنے پر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف وہی شخص تھا جس نے خط کی کاپی اور تصویریں بھیجی تھیں اس نے پوچھا آپ کو چیزوں کے نمونے مل گئے؟

"ہاں مل گئے۔" زرنگار کو حلق میں گرہیں پڑی ہوئی سی لگیں۔ "لیکن آپ یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ یہ خط اور تصویریں............"

"خاتون ...." اس نے درمیان میں کہا۔ "آپ کو صرف آم کھانے سے مطلب ہونا چاہئے' آپ نے کیا سوچا کیا فیصلہ کیا؟"

"مجھے آپ کا سودا منظور ہے میں یہ چیزیں خریدوں گی' ان کی کیا قیمت ہے۔" زرنگار نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"تیس لاکھ ٹاکا.........." اس شخص نے بڑے سکون سے کہا۔

"تیس لاکھ ٹاکا..........؟" زرنگار کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ "یہ بہت زیادہ ہے۔"

"ایک ارب پتی کی نوجوان اور حسین بیوی کے لئے تیس لاکھ کی رقم کچھ زیادہ نہیں ہے۔" وہ کہنے لگا۔ "میں چاہتا تو آپ سے پچاس ساٹھ لاکھ کی رقم بھی طلب کر سکتا تھا اور آپ میری منہ مانگی رقم ادا کرنے پر مجبور ہو جاتیں۔ میں حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میرا بہت ہی مناسب اور معقول مطالبہ ہے آپ کو پس وپیش نہیں کرنا چاہئے۔"

"میں ایک ارب پتی کی بیوی ضرور ہوں مگر مجھے ایک دو لاکھ ٹکا بھی بینک سے نکالنے کا اختیار نہیں ہے۔" زرنگار نے کہا۔

"میں آپ سے بحث مباحثہ کرنا نہیں چاہتا' یہ آپ کا مسئلہ ہے' مجھے صرف ان چیزوں کی قیمت وصول کرنے سے دلچسپی ہے۔"

"اگر میں آپ کو ان چیزوں کے تیس ٹاکا بھی نہ دوں تو پھر آپ کیا کریں گے..........؟" زرنگار نے اپنا حوصلہ مجتمع کر کے یہ بات کہنے کو کہہ دی مگر وہ پچھتانے لگی کہ اسے ایسی بات زبان سے نہیں نکالنا چاہئے تھی۔ "کیا آپ میرے شوہر سے رابطہ قائم کریں گے؟"

"ظاہر ہے ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میرے لئے ان سے بڑا گاہک اور کون ہو سکتا ہے وہ ہرگز ہرگز نہیں چاہیں گے کہ ان کی اور ان کی پارٹی کی ساکھ مٹی میں مل جائے۔"

"اچھا مان لیجئے کہ میں نے آپ کو تیس لاکھ کی رقم دے کر اصل خط اور تصویروں کے نیگیٹوز حاصل کر لئے پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اس خط کی فوٹو اسٹیٹ اور ان نیگیٹوز کے پرنٹ یا کاپیوں سے آپ فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔"

"شرافت اور اخلاق بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔" اس نے بڑی آہستگی سے کہا۔ "اصل بات یہ ہے کہ یہ میرا کاروبار ہے کوئی بھی کاروبار ہو اس کا پہلا اصول دیانتداری ہے میں کبھی اپنے گاہک کے ساتھ بددیانتی نہیں کرتا۔"

"جب آپ ایک دیانتدار شخص ہیں تو آپ نے اس گھناؤنے پیشے کو کیوں اپنایا' کیا آپ کا ضمیر آپ کو ملامت نہیں کرتا ہے؟"

"نہیں .... میرے ضمیر نے مجھے کبھی ٹوکا اور نہ ہی ملامت کی۔" وہ کہنے لگا۔ "اس لئے کہ میرا ضمیر جانتا ہے کہ قدرت نے مجھے گناہ گاروں کو سزا دینے کے لئے مامور کیا ہے انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ گناہ گاروں کو ان کے کئے کی سزا ملے۔"

زرنگار لاجواب سی ہو گئی۔ یہ شخص اسے آئینہ دکھا رہا تھا وہ بھی ایک گناہ گار ہی تو تھی۔ اس نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد کہا۔ "سنئے مجھے اتنی بڑی رقم کا بندوبست کرنا ہو گا مجھے کچھ دنوں کی مہلت درکار ہو گی۔"

"میں آپ کو صرف سات دن کی مہلت دے سکتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کو سات گھنٹے بھی مہلت نہیں ملے گی۔" اس نے ریسیور رکھ دیا۔

☆======☆======☆

زرنگار نے رضوان سے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے ملاقات کی جگہ اور وقت طے کیا پھر اس نے رضوان سے مل کر اس بلیک میلر کے بارے میں بتایا وہ اس سے بولی۔ "یہ خط اس کے ہاتھ کیسے لگا؟ کہیں وہ تمہارا کوئی دوست تو نہیں ہے جس نے خط اڑا لیا ہو؟"

"نہیں.......... یہ میرے کسی دوست کی حرکت نہیں ہے بلکہ ان ڈاکوؤں کی ہے جنہوں نے میرے ہاں ڈاکہ مارا تھا وہ میرے تمام کاغذات اور فائلیں بھی الماری کے درازوں سے نکال کر لے گئے۔ ایک فائل میں تمہارا وہ خط بھی تھا۔"

"تم نے اس خط کو پھاڑا کیوں نہیں؟" زرنگار نے برہم ہوتے ہوئے کہا۔ "میں نے کیا خط میں اس خط کو تلف کر دینے کی تاکید نہیں کی تھی؟ تم نے اسے فائل میں لگا دیا مصیبت میرے گلے پڑ گئی؟"

"اس لئے کہ یہ خط نہیں تھا تمہاری بے مثال اور شدید محبت کا اقرار تھا۔ اس خط سے مجھے اندازہ ہوا تھا کہ تم مجھے کس قدر چاہتی ہو صرف میری خاطر کتنا بڑا قدم اٹھانے

والی ہو۔ میں اپنی خوش نصیبی پر جتنا ناز کروں کم ہے۔"

"لیکن میرے اس خط نے مجھے جہنم کے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے میں کیسے اس جہنم سے نکلوں؟" وہ افسردگی سے بولی۔ "اس نے مجھے صرف سات دن کی مہلت دی ہے میں کیا کروں' کہاں جاؤں مجھے اس بدمعاش کے چنگل سے نکلنے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

"اب تمہارے لئے ایک ہی صورت ہے کہ اس بلیک میلر کا مطالبہ مان لو اور تصویروں کے نیگیٹوز اپنے قبضے میں کرلو۔"

"یعنی میں اسے تیس لاکھ کی رقم ادا کر دوں.........." وہ تحیر زدہ لہجے میں بولی۔

"اتنی بڑی رقم میں کہاں سے لاؤں؟"

"تمہارے پاس جو پچاس لاکھ کی رقم رکھی ہوئی ہے اس میں سے ادا کر دو۔" رضوان نے مشورہ دیا۔ "دردسر سے نجات پالو۔"

"یہ رقم امانت ہے اور انتخابی مہم کی ہے جو آئندہ ماہ خرچ کرنا ہے۔ میں اس میں سے تیس ہزار بھی نہیں نکال سکتی ہوں۔"

"ابھی تو ایک ماہ ہے۔" رضوان نے کہا۔ "اس میں سے تیس لاکھ کی رقم ادا کرنے کے بعد تم تیس لاکھ جوئے میں جیت کر برابر کر دو۔ تمہاری قسمت بہت تیز ہے کمال نواب بتا رہے تھے کہ تم نے ایک رات میں چھتیس لاکھ کی رقم جیتی تھی۔"

"چھتیس لاکھ کی رقم جوئے میں جیتنا کوئی مذاق نہیں ہے' بچوں کا کھیل نہیں ہے' میں اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتی ہوں۔"

"تمہیں رسک لینا پڑے گا جان من..........!" رضوان نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "اس لئے کہ یہ خط اور تصویریں تمہاری موت ہی نہیں ذلت بھی ہے۔ تمہارا شوہر تمہارے چہرے پر تیزاب بھی پھینک سکتا ہے اور قانون کے حوالے بھی کر سکتا ہے اس خط سے تمہیں لمبی سزا بھی ہو سکتی ہے۔ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میرا کیا ہو گا؟ میں تمہارے

بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ میں تو جیتے جی مر جاؤں گا.........." رضوان کی آواز بھرا سی گئی۔

"ہماری یہ تصویریں اس بلیک میلر نے کیسے اور کس طرح بنائیں میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ جب کہ ہم کتنی احتیاط برتتے ہیں۔"

"پیشہ ور لوگوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔" رضوان نے جواب دیا۔ "اس ڈاکو نے شاید اتفاق سے ہمیں کہیں دیکھ لیا ہو گا' بدقسمتی سے ہم اس کے پھندے میں پھنس گئے ہماری مجبوری اور بے بسی کا وہ فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ ہم قانون کی مدد بھی نہیں لے سکتے۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ تم تیس لاکھ کی رقم اسے ادا کر دو.......... اپنے شوہر سے کہہ دو کہ یہ رقم تم جوئے میں ہار چکی ہو.......... یہ اتنا سنگین مسئلہ نہیں ہے چونکہ اسے تمہاری شہرت کی سخت ضرورت ہے' وہ شاید تمہیں معاف بھی کر دے۔"

"میں اس پہلو پر غور کروں گی۔" زرنگار نے سوچتے ہوئے کہا۔ "تمہاری بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آ رہی ہے ابھی سات دن کی مہلت بھی ہے۔"

تیسرے دن فہ ٹیلی وژن اسٹیشن اپنے رقص کا ایک پروگرام ریکارڈ کرا کر گھر پہنچی تو رات کے نو بج رہے تھے۔ گھر پر صرف اس کی ماں تھی اس کا باپ اپنے کسی دوست کے ہاں مدعو تھا ملازمہ نے اس کے سامنے مٹھائی کا ایک ڈبہ لا کر رکھا اور اسے بتایا کہ رستم دے گیا ہے اس نے آج سے اپنا گیراج شروع کر دیا ہے۔ اس نے مٹھائی کا ڈبہ کھول کر بھی نہیں دیکھا۔ اس وقت وہ بہت تھکی ہوئی تھی اس کے شوہر نے اسے ٹیلی وژن پر فن کے مظاہرے کی اجازت دے رکھی تھی تاکہ اس کی شہرت اور مقبولیت برقرار رہے۔

زرنگار کو رات کے کھانے کی میز پر اچانک رستم کا خیال آیا اس نے سوچا کیوں نہ وہ رستم سے مدد لے۔ رستم اس کی مشکل حل کر سکتا ہے کیونکہ وہ جیل میں جرائم کی

تربیت حاصل کر کے نکلا ہے رستم سے مل کر بات کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے۔

زرنگار نے ایک دن سوچا تھا کہ وہ اپنی ماں کو خط اور تصویروں کے بارے میں اعتماد میں لے یا نہ لے؟ پھر اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا تھا کیونکہ وہ خط بہت ہی خطرناک تھا اس کی ماں نہ صرف سرزنش کرتی بلکہ اس کی خوب خبر لیتی پھر وہ اسے اپنے منشور پر عمل کرنے نہیں دیتی۔ اس کے ساتھ رضوان کی رومانی تصویریں دیکھ کر اس کی ماں ایک طوفان کھڑا کر دیتی اس لئے خاموشی ہی بہتر تھی۔ صرف اور صرف رستم ایسی ہستی تھی جو اس گھپ اندھیرے میں اس کے لئے شعاع کا کام دے سکتی تھی۔

رقم جیتنے کے بعد وہ رستم سے نہیں ملی تھی۔ رستم دو تین مرتبہ اس سے ملنے گھر آیا تھا اس نے حیلے بہانوں سے ملنے سے انکار کر دیا تھا ٹال دیا تھا کیونکہ اب اسے رستم سے کوئی غرض نہیں تھی۔ رستم اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ اس سے محبت کرنے لگی ہے۔ رستم سے نہ ملنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اس کی خوش فہمی دور کر دے۔ رستم کی خوش فہمی دور ہو گئی تھی اس لئے رستم نے بھی اپنی آمدورفت بند کر دی تھی۔ رستم اس سے جیسے ناراض اور دل برداشتہ ہو گیا وہ اس کی خود غرضی کو سمجھنے لگا تھا۔

اب اسے پھر رستم کی مدد کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی اسے منانا اور پھر سے محبت کا ثبوت دینا تھا کہ تاکہ وہ اس بلیک میلر سے نجات پا سکے۔ وہ کھانے کی میز سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے سرخ و سفید چہرے کو دیکھا۔

پھر اسے لباس کے انتخاب میں تھوڑی دیر لگ گئی۔ وہ اپنے رانجھے پر جادو کرنے کے لئے ہیر سے بھی زیادہ خوبصورت بننا چاہتی تھی۔ رستم اس کے لئے اس وقت تک رانجھا تھا جب تک وہ بلیک میلر سے نجات نہیں پا لیتی۔ زرنگار نے غسل کیا اور ایک نئی شادابی سے طلوع ہوئی' اپنے آپ کو خوشبوؤں میں بسایا' تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ایسی رنگین تتلی بن گئی تھی کہ جو اسے دیکھے تو دیکھتا رہ جائے۔ اسے صرف اور صرف رستم کو اپنا اسیر بنانا تھا تاکہ اسے جہنم سے نکال سکے۔ رضوان نے اسے جو مشورہ دیا تھا' وہ

قابل عمل نہیں تھا' اس کا خبیث شوہر کسی قیمت پر تیس لاکھ کی رقم سے دستبردار نہیں ہو سکتا تھا۔

جس وقت وہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلی تو نیلم چوہدری نے اسے حیرت سے نیچے سے اوپر تک دیکھا پھر اس سے پوچھا۔ "یہ تم اس وقت تیار ہو کر کہاں جا رہی ہو.........؟ رات کے گیارہ بج رہے ہیں؟"

"میں ایک بہت بڑا جوا کھیلنے جا رہی ہوں۔" زرنگار نے جواب دیا۔ "شاید میں رات کے آخری پہر آؤں۔"

"تمہیں ابھی بھی عقل نہیں آئی' اتنا بڑا جوا کھیل کر جو پریشانی اٹھائی تھی' کیا تم پھر سے لاکھوں کی رقم داؤ پر لگانے جا رہی ہو؟"

"عقل بہت آ گئی ہے۔" زرنگار بولی۔ "میں جو جوا کھیلنے جا رہی ہوں' اس کا تعلق میری زندگی اور موت سے ہے' داؤ پر میں رقم نہیں بلکہ اپنے آپ کو لگانے جا رہی ہوں' مجھے امید ہے کہ میں یہ بازی جیت جاؤں گی۔"

"زندگی اور موت کا جوا.........؟" نیلم چوہدری پریشانی سے بولی۔ وہ گھبرا سی گئی تھی۔ "کیا بات ہے' مجھے بتاؤ' میں شاید تمہاری مدد کر سکوں۔"

"میں کسی دن تمہیں سب کچھ بتا دوں گی' ابھی اس کا وقت نہیں آیا' تمہیں فکرمند اور ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں۔"

زرنگار اپنی ماں کو سکتے کی سی حالت میں چھوڑ کر گھر سے گاڑی لے کر نکل پڑی تھی' وہ اپنی ماں کو بتانا نہیں چاہتی تھی کہ رستم کے ہاں جا رہی ہے' رستم کا گھر زیادہ فاصلے پر نہیں تھا' پیدل کا راستہ تھا' گلیاں سنسان پڑی تھیں' بجلی کے بحران کی وجہ سے رات نو بجے اسٹریٹ لائٹیں بند کر دی جاتی تھیں' اس نے ایک لمبا چکر کاٹ کر اپنی گاڑی رستم کے گیراج کے دروازے کے باہر کھڑی کر دی' وہاں بھی اندھیرا تھا' ایک گاڑی کھڑی تھی' گیراج بند تھا' رستم کا یہ گیراج مکان کے عقب میں تھا اور مکان کا حصہ ہی تھا' وہ

گھوم کر بیرونی دروازے پر پہنچی پھر اس نے دھڑکتے دل سے دروازے پر دستک دی۔

کمرے میں پہنچ کر زرنگار نے چادر نکال کر کرسی کی پشت پر ڈال دی تو پورا کمرہ سرور بخش خوشبو سے مہک اٹھا تھا' رستم کی نظروں کے سامنے ایک شعلہ سا لپکا' زرنگار شعلہ ہی تو تھی جس نے اس کی آنکھیں چندھیا دی تھیں' رستم کو لگا اس کا سپنا چلا آیا ہو۔

"کہیں میں سپنا.........." رستم کو زرنگار نے مزید بولنے نہیں دیا۔ چند لمحوں کے بعد زرنگار کرسی پر جو رستم کے سامنے رکھی تھی' بیٹھ کر کہنے لگی تو اس کے حسین چہرے پر ندامت کی سرخی تھی۔ "رستم! میں تم سے سخت شرمندہ ہوں کہ اس روز کے بعد سے تم سے ملاقات نہ ہو سکی' تم اپنے دل میں سوچتے ہو گے کہ میں کیسی خودغرض اور بے وفا نکلی' مطلب پورا ہونے کے بعد طوطا چشم بن گئی' تم دو تین مرتبہ گھر پر آئے تو میں نے ملنے سے انکار کر دیا.......... بات یہ تھی کہ.........."

"میں نے آپ سے کوئی گلہ شکوہ تو نہیں کیا.........." رستم نے درمیان میں کہا۔

"مجھے احساس ہے کہ آپ کس قدر مصروف رہتی ہیں۔"

"دراصل میں اس روز کے بعد سے ایک ذہنی الجھن اور اذیت کا شکار ہو کر رہ گئی ہوں' اس نے میرا چین سکون چھین لیا ہے۔" زرنگار نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس لئے میں نے ہر کسی سے ملنا جلنا بند کر دیا تھا' تمہیں بھی پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔"

"آپ کو کیا پریشانی لاحق ہو گئی ہے' مجھے بتائیں۔" رستم نے کہا۔ "میں شاید اسے دور کر سکوں۔"

زرنگار نے اسے مختصر طور پر ساری بات بتائی۔ رستم کو اعتماد میں لئے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔

"آپ اسے تیس لاکھ تو کیا تیس ٹکا بھی مت دیں۔" رستم نے مشورہ دیا۔

"اس صورت میں وہ میرے شوہر سے رابطہ قائم کر لے گا' تم جانتے ہو میرا شوہر کیسا خبیث شخص ہے۔"

"آپ پریشان اور ہراساں بالکل بھی نہ ہوں۔" رستم نے اسے دلاسا دیا۔ "ایسی کوئی تدبیر سوچتے ہیں کہ سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے.......... اسے آپ کے شوہر سے رابطہ قائم کرنے کی نوبت نہیں آئے گی' میں اس بلیک میلر سے وہ خط اور تصویریں وصول کر کے آپ کو دے دوں گا.......... بھلے اس کے لئے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ قربان کرنا پڑے' آخر اس خط میں کیا لکھا تھا.......... وہ تصویریں کس قسم کی ہیں جو آپ اس قدر خوف زدہ ہیں۔"

"میں نے رضوان کو شادی کے بعد سوئٹزرلینڈ سے ایک تعریفی خط لکھا تھا' ہنی مون سے واپس آ کر ایک تقریب میں کچھ تصویریں کھنچوائی تھیں بعد میں میرے علم میں یہ بات آئی کہ میرے شوہر کو رضوان سے سخت نفرت ہے اس کے علاوہ وہ شکی مزاج بھی ہے' اسے یہ بات ذرا برابر بھی پسند نہیں ہے کہ کوئی اس کے سامنے رضوان کا نام لے۔"

"مگر وہ خط اور تصویریں اس بلیک میلر کے ہاتھ کیسے لگ گئیں' آپ کے خیال میں وہ بلیک میلر کون ہو سکتا ہے؟"

"خط اور تصویریں رضوان کے ہاں رکھی ہوئی تھیں' کچھ دن پیشتر رضوان کے گھر پر ڈاکہ پڑا تھا' یہ دونوں چیزیں اس ڈکیت کے ہاتھ لگ گئیں' وہ ڈکیت ہی مجھے بلیک میل کر رہا ہے' شاید اس کے علم میں یہ بات ہو گی کہ میرا شوہر رضوان سے سخت نفرت کرتا ہے۔"

"آپ ایسا کریں کہ جب اس بلیک میلر کا ٹیلیفون آئے تو اس سے مقام اور ملاقات کا تعین کر لیں' آپ اس بلیک میلر کو ایک نظر دیکھ لیں' مجھے اس کا حلیہ بتا دیں پھر میں اسے تلاش کر لوں گا' وہ آپ سے رقم کا مطالبہ کرے تو تین دن کی مہلت اور لے

لیں۔"

"اتنے بڑے شہر میں تم اسے کیسے تلاش کرلو گے؟" زرنگار نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ ایسے کہ میں شہر کے تمام بدمعاشوں سے تقریباً واقف ہوں' یہ کوئی پیشہ ور بدمعاش معلوم ہوتا ہے۔" رستم نے جواب دیا۔

"تم مجھے اس ذلیل سے نجات دلا دو تو میں ساری زندگی تمہاری احسان مند رہوں گی۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

"آپ کی محبت ہی میرے لئے بہت بڑا احسان ہے' آپ نہیں جانتیں کہ میں آپ سے کس قدر محبت کرتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد زرنگار جانے لگی تو رستم نے اسے روک لیا پھر وہ کسی خیال سے رک گئی۔

☆======☆======☆

بلیک میلر نے اسے ٹھیک سات دن کے بعد ٹیلیفون کیا تو زرنگار نے اس سے کہا کہ وہ اس کا مطالبہ پورا کرنے کے لئے تیار ہے' وہ جگہ اور وقت بتا دے' بلیک میلر نے اس سے کہا کہ وہ اکیلی آئے' کوئی چالاکی نہ کرے' رقم ایک بڑے پرس میں رکھ کر لائے' سارے نوٹ بڑے ہوں' زنجیرہ کے کنارے مشرق کی سمت ایک لانچ کھڑی ہو گی' اس پر گرین لکھا ہو گا' رات ٹھیک نو بجے پہنچ جائے' وقت کی پابندی کرے۔

رستم نے صدر گھاٹ پہنچ کر ایک موٹر بوٹ کا انتظام کر کے زرنگار کو اس لانچ کی طرف اکیلا بھیج دیا تھا' زرنگار نے ایسا بہروپ بھر لیا تھا کہ کوئی اسے پہچان نہ سکے' رستم دانستہ اس کے ہمراہ نہیں گیا تھا' اس کے جانے سے کچھ حاصل نہ تھا' وہ جانتا تھا کہ بلیک میلر خط اور تصویریں لے کر نہیں آئے گا' وہ فریب دے گا' اس نے یہ بات زرنگار کو بھی بتا دی تھی' اس لئے زرنگار اپنے ساتھ ایک دستی بیگ لے گئی تھی' اس میں اخبار کی ردی بھری ہوئی تھی۔

زرنگار نے اپنی موٹر بوٹ' لانچ کے پاس روک دی پھر اس کی زنجیر لانچ کی سیڑھی سے باندھ دی' وہاں پہلے سے ایک ایسی ہی موٹر بوٹ موجود تھی شاید وہ بلیک میلر بھی اس موٹر بوٹ میں آیا تھا' زرنگار عرشے پر پہنچی' اندھیرا اور سناٹا تھا' نیچے جانے والے زینے پر روشنی دکھائی دی تو وہ زینے کی طرف بڑھی۔

جب وہ زینے کی سیڑھیاں اتر کے نیچے پہنچی تو اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا' اس کا محبوب رضوان ایک کرسی سے بندھا ہوا تھا' دو مسلح نقاب پوش سامنے کھڑے

ہوئے تھے' ایک نقاب پوش نے رضوان کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھی ہوئی تھی دوسرے کے ہاتھ میں بھی ریوالور تھا جس کی نال زرنگار کو گھور رہی تھی' زرنگار کا بدن دہشت سے لرزنے لگا۔

زرنگار کی حوصلہ برقرار رکھنے کی تمام جدوجہد بے سود ثابت ہو رہی تھی' وہ دہشت زدہ نظروں سے ان دونوں بلیک میلروں کو دیکھ رہی تھی' اس نے قریب رکھی ہوئی خالی کرسی کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ لیا اور پھر اپنی ہمت مجتمع کرنے لگی' اس کے لئے یہ سب کچھ اتنا غیر متوقع تھا کہ بدحواس ہو گئی تھی' اسے سنبھلنے کے لئے تھوڑی سی مہلت درکار تھی۔

رضوان کو لانچ پر دیکھ کر حیرت سے زیادہ صدمہ ہوا تھا' رضوان کو یہاں یرغمال بنا کر رکھنے کی وجہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھی' رضوان کا اس معاملے سے کوئی تعلق بھی نہیں تھا' اس نے دل میں سوچا کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ رضوان کو بھی بلیک میل کیا جا رہا ہو' رضوان کو بھی یہاں اسی لئے بلایا گیا ہو کہ اس سے رقم وصول کی جا سکے' معلوم نہیں رضوان اور ان کے مابین کیا گڑبڑ ہوئی کہ ان لوگوں نے رضوان کو کرسی پر رسی سے جکڑ دیا۔

جس نے رضوان کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھی ہوئی تھی' وہ غراتے ہوئے زرنگار سے بولا۔ "تم نے بہت اچھا بہروپ بھرا ہے' تم بالکل پہچانی نہیں جا رہی ہو' ایک لمحے کے لئے ہم دونوں ہی دھوکا کھا گئے۔"

"میں اصل روپ میں یہاں کیسے آ سکتی تھی' مجھے بچہ بچہ پہچانتا ہے اس لئے مجھے یہ بہروپ بھرنا پڑا۔" زرنگار نے جواب دیا۔

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔" دوسرے شخص نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "تم حسین ہی نہیں ذہین بھی ہو......... اچھا یہ بتاؤ کہ تم رقم لائی ہو؟"

زرنگار نے اس کی آواز سن کر محسوس کیا کہ یہ وہ بلیک میلر نہیں ہے جس کی اس

سے ٹیلیفون پر تین مرتبہ بات ہوئی تھی' اس کی آواز یکسر بدلی ہوئی تھی' پہلے والے کی آواز بھی غیر مانوس تھی' اصل شخص نہیں آیا تھا' یہ کوئی فراڈی معلوم ہو رہے تھے' انہوں نے شاید بلیک میلر کے ساتھ کوئی کھیل کھیلا تھا پھر یہ رقم اس کی جگہ وصول کرنے آ گئے تھے۔ زرنگار کا اعتماد بحال ہونے لگا تھا' وہ آواز کی لرزش پر قابو پا کر مضبوط لہجے میں بولی۔ "پہلے یہ بتاؤ کہ تم دونوں کون ہو؟ رقم کے سلسلے میں جس سے میری بات ہوئی تھی' وہ کوئی اور ہے' وہ کہاں ہے' اسے سامنے لاؤ۔"

"وہ کسی وجہ سے نہیں آیا ہے' تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔" پہلے والے نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"سروکار کیوں نہیں ہونا چاہئے' کوئی چھوٹی رقم نہیں ہے' اتنی بڑی رقم تمہارے حوالے نہیں کر سکتی۔"

"رقم تم کو دینا ہو گی' وہ ہمارا باس ہے جس سے ٹیلیفون پر تمہاری بات ہوئی تھی' اس نے ہمیں تم سے رقم لانے کے لئے بھیجا ہے۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو تو وہ خط اور تصویروں کے نیگیٹوز کہاں ہیں' انہیں دکھا کر میری تسلی کرا دو۔" زرنگار نے برجستہ کہا۔

"نہیں......... ہم وہ نہیں لائے' اس لئے کہ ہم ان کے بغیر رقم وصول کر کے لے جانے آئے ہیں۔" دوسرے بلیک میلر نے کہا۔ "ہم تم دونوں کو موت کی نیند بھی سلا دیں گے تاکہ راستے میں کوئی پتھر نہیں رہے۔"

زرنگار کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر کسی خنجر کی طرح کاٹتی ہوئی اتر گئی' اسے رستم نے حوصلہ دلایا ہوا تھا' اس نے کہا تھا کہ بلیک میلر سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں' وہ بال تک بیکا نہیں کر سکتا کیونکہ ٹرمپ کارڈ اس کے پاس ہے' اس لئے زرنگار نے حوصلہ نہیں ہارا' وہ بے خوفی سے بولی۔ "تمہارے باس نے تو مجھے ٹیلیفون پر یقین دلایا تھا کہ وہ بددیانتی کا مرتکب نہیں ہو گا' کیا یہ سراسر بددیانتی نہیں ہے؟"

"نہیں......... یہ بالکل بد دیانتی نہیں ہے۔" پہلے والے شخص کے لہجے میں تمسخر تھا۔ "کاروبار کا ایک اصول ہے' اس کے بغیر دنیا کا کوئی کاروبار نہیں چل سکتا ہے' قدم قدم پر جھوٹ بولنا پڑتا ہے' ہم تم دونوں کی موت کے بعد وہ خط اور تصویریں تمہارے بوڑھے اور مالدار شوہر کے ہاتھ فروخت کر دیں گے......... وہ ان کی بہت اچھی قیمت ادا کر دے گا۔"

"تم سے بڑا احمق اس دنیا میں شاید ہی کوئی اور ہو........." زرنگار نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "ہماری موت کے بعد یہ چیزیں دو کوڑی کی بھی نہ ہوں گی' انہیں تم لوگ تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لینا۔"

"اوہ......... یہ نکتہ تو ہم بھول ہی گئے تھے۔" دوسرا شخص چونک کر بولا۔ "یہ تم نے اچھا کیا' ہمیں ہماری بے وقوفی کا احساس دلا دیا ورنہ ہمارے ہاتھ سے دو خون ہو جاتے اور ہم رقم سے بھی محروم ہو جاتے' اب ہم تم سے رقم وصول کرنے کے بعد ان چیزوں کو اتنی ہی قیمت پر تمہارے شوہر کے ہاتھ بیچ دیں گے' اس طرح ہمیں دوہرا فائدہ ہو جائے گا۔"

"لیکن تم لوگوں کا یہ سپنا بھی پورا نہیں ہو گا۔" زرنگار بولی۔

"سپنا کیوں نہیں پورا ہو گا؟" پہلے والا شخص بڑے زور سے ہنسا۔ "ہمیں اپنے سپنے پورے کرنے آتے ہیں۔"

"اس لئے کہ میں اپنے ساتھ ایک کوڑی بھی نہیں لائی ہوں۔" زرنگار مسکراتی ہوئی بولی۔

"تم رقم کیوں نہیں لائی ہو۔" دوسرے شخص نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ "تم جھوٹ بول رہی ہو' تم ہمیں بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہو' اس پرس میں کیا ہے؟ اس میں کیا ہم لوگوں کے لئے ڈنر لائی ہو؟" دوسرے بدمعاش نے پوچھا۔

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے' خود ہی دیکھ لو اس پرس میں کیا ہے؟ ڈنر

ہے یا زہر ہے۔" زرنگار تمسخر سے بولی۔

زرنگار نے اپنی بات ختم کر کے پرس دوسرے شخص کی طرف اچھال دیا' اس نے فوراً ہی ایک قدم بڑھ کر اسے فضا ہی میں اچک لیا پھر اس نے پرس کی زپ کھولی' اس کے اندر جھانکا پھر پرس میں بھری ہوئی اخبار کی ردی نکال کر باہر پھینک دی۔ زرنگار نے سچ ہی کہا تھا' اس میں ایک کوڑی بھی نہ تھی' اخبار کی ردی اس کا منہ چڑا رہی تھی پھر اس نے خالی پرس غصے سے فرش پر دے مارا۔

"اس نے ہمارے ساتھ جو حرکت کی ہے' اسے اس کی سزا دینا چاہئے' اس پر جرمانہ بھی کرنا ہو گا۔" پہلے والے شخص نے خشونت آمیز لہجے میں کہا۔ "ہمیں جلدی کرنا چاہئے' کہیں ایسا نہ ہو کہ لانچ کا مالک آ جائے۔"

زرنگار کا دل بڑے زور سے دھڑکا تھا کہیں ایسا تو نہیں کہ اسلحے کے زور پر وہ اس کی بے حرمتی کریں' اس کے لئے مشکل یہ تھی کہ وہ فرار بھی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ وہ دونوں مسلح تھے' رضوان بھی بے بس تھا' وہ مدد کے لئے چیخ و پکار بھی کرتی تو سننے والا کوئی نہیں تھا' لانچ بھی کنارے کے قریب کھڑی تھی' ایک گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔

اندر کے ایک کیبن سے دوسرا شخص ایک کیمرہ لے کر آیا' پہلے والے شخص نے رضوان کی وہ رسی کھول دی جس سے رضوان کو باندھا ہوا تھا' دوسرا شخص ریوالور ان کی طرف تانے مستعد اور چوکس کھڑا تھا' رضوان کو زرنگار کے پاس کھڑا کر دیا گیا پھر زرنگار کے بالوں سے سفید وگ اور چشمہ اتار کر میز پر رکھ دیا گیا' پہلے والے شخص نے ریوالور جیب میں رکھ کر اپنے ہاتھ میں کیمرہ لے لیا۔

پہلے والا شخص ہدایتکار بن گیا' اس نے ان دونوں کو ایک خالی جگہ پر کھڑا کر دیا پھر وہ بتیاں روشن کر دیں جو بجھی ہوئی تھیں' کمرہ تیز روشنیوں میں نہا گیا تھا پھر اس نے زرنگار اور رضوان کو ہدایات دیں کہ انہیں کیا کرنا ہے پھر جیسے فلم کی شوٹنگ شروع ہو گئی' مختلف قسم کے دس بارہ رومانی مناظر کی عکس بندی کی گئی' رضوان ہیرو تھا اور اسے

ہیروئن کا کردار ادا کرنے پر مجبور کیا گیا تھا' اس نے ان سے بھرپور احتجاج کیا تھا' ان کے آگے گڑگڑائی تھی' منت سماجت کی تھی کہ اس کی اس قسم کی تصویریں نہ کھینچی جائیں' اس کا شوہر اسے زندہ نہیں چھوڑے گا' وہ کل ہی ان کے باس کو تیس لاکھ کی رقم ادا کرے گی مگر اس کی ایک نہ سنی گئی۔

یہ عکس بندی کوئی بیس منٹ تک جاری رہی تھی' رخصت ہونے سے پہلے دونوں نے سختی سے تاکید کی کہ وہ ان کے جانے کے پندرہ منٹ کے بعد یہاں سے نکلے' وہ اپنے ساتھ اس کے ہیرو اور محبوب کو بھی لے جا رہے ہیں تاکہ اس سے جرمانہ وصول کر سکیں کیونکہ رضوان نے ان سے دغابازی کی ہے۔

یہ بات اس لئے بڑی حیرت انگیز تھی کہ رضوان تمام عرصہ خاموش ہی رہا تھا' اس نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا تھا جیسے ان بدمعاشوں نے اسے زبان بندی پر مجبور کر دیا تھا' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا اور ہر بات پر بلا چوں چرا عمل کرتا رہا تھا' اس نے سوچا کہیں ان بدمعاشوں نے رضوان کو کوئی نشے کا انجکشن تو نہیں دے دیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد زرنگار نے وگ پہنی' اس وگ کو پہن کر وہ ایک ساٹھ برس کی عورت دکھائی دیتی تھی' اس کا چشمہ بھی کچھ ایسی ساخت کا تھا کہ اسے پہننے کے بعد اسے کوئی آسانی سے شناخت نہیں کر سکتا تھا' وہ عرشے پر آئی' اس نے ان لوگوں کی موٹر بوٹ کو دائیں جانب تیزی سے جاتے ہوئے دیکھا جہاں گودام بنے ہوئے تھے' اب اس کے لئے خطرے والی کوئی بات نہ رہی تھی پھر وہ لانچ سے اتر کے موٹر بوٹ میں سوار ہو گئی۔

وہ گھر پہنچی تو رات کے گیارہ بج چکے تھے' اس کی ماں اور باپ کسی تقریب میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے' ابھی تک لوٹے نہیں تھے' اسے بڑی تھکن سی محسوس ہو رہی تھی' آج کا گزرا ہوا واقعہ اسے کسی ڈراؤنے خواب کی طرح لگ رہا تھا' وہ رستم کی بات پر عمل نہ کرتی تو اسے دونوں ہاتھوں سے لوٹ لیا جاتا' اسے خط اور تصویریں بھی

نہ ملتیں' اس کے لئے ایک نیا جال بچھایا گیا تھا' رضوان کو اس مقصد سے اغوا کر کے لایا گیا تھا' وہ ایک جال سے نکلتی تو دوسرے میں پھنس جاتی۔

دوسرے دن شام کے وقت ارجنٹ میل سروس سے اس کے نام ایک لفافہ موصول ہوا' اس میں لانچ پر رضوان کے ساتھ اتاری ہوئی تصویریں تھیں' یہ کل بارہ تصویریں تھیں' اس بلیک میلر نے اس کی اور رضوان کی جو تصویریں پہلے بھیجی تھیں' وہ ان تصویروں کی طرح نہ تھیں' ان تصویروں میں وہ صرف رضوان کے سنگ سنگ تھی' ان میں ایک تصویر بھی رومانی انداز کی نہ تھی' ان کے مقابلے میں یہ تصویریں خطرناک تھیں' ان تصویروں سے یہ اندازہ ہوا تھا کہ پہلے والی تصویریں بھی شاید اسی بدمعاش نے چھپ کر کھینچی تھیں۔

کوئی ایک گھنٹے بعد اسی بلیک میلر کا فون آیا۔ "یہ تصویریں آپ کو کیسی لگیں؟"

"آپ نے میرے ساتھ زبردست فراڈ کیا۔" وہ بگڑ کر بولی۔

"آپ بھی تو مجھ سے دو ہاتھ آگے نکل گئیں۔" اس نے کہا۔

"آپ رقم لیں.......... وہ خط اور تصویریں دے کر مجھے سکون سے زندگی گزارنے دیں' میری جان عذاب میں نہ ڈالیں۔"

"تو پھر آپ کل سہ پہر کے وقت پچاس لاکھ کی رقم لے کر جیدادپور آ جائیں' کچی آبادی کے قریب جو باغ ہے' اس میں ملیں' میں وہاں آپ کا انتظار کروں گا۔" بلیک میلر نے سنجیدگی سے کہا۔

"پچاس لاکھ ٹاکا..........؟" زرنگار کی کھوپڑی گھوم گئی' اس کے تن بدن میں ایک آگ سی لگ گئی۔

"جی ہاں.......... صرف پچاس لاکھ ٹاکا.........." بلیک میلر نے تصدیق کی۔

"کہیں آپ نشے میں تو نہیں ہیں۔" زرنگار بھڑک اٹھی۔

"اس میں اس قدر غصے ہونے کی کیا بات ہے؟" وہ بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں

بولا۔ "میں نے پچاس لاکھ کہا ہے' پانچ کروڑ کا مطالبہ نہیں کیا جو آپ اس قدر جذباتی ہو رہی ہیں۔"

"یہ کیا تیس لاکھ سے ایک دم سے پچاس لاکھ ٹاکا کیسے اور کس لئے ہو گئے؟" زرنگار نے تنک کر پوچھا۔ اس کا غصہ کم نہیں ہو پا رہا تھا۔ "کیا ڈالر کے دام بہت تیزی سے چڑھ گئے ہیں.......... بنگلہ دیش کی کرنسی پچاس فیصد گھٹ گئی ہے؟"

"بیس لاکھ ٹاکا دراصل آپ پر اس بات کا جرمانہ ہے کہ آپ رقم لے کر نہیں پہنچیں' میرا وقت ضائع اور برباد کیا' اس کے علاوہ مجھے شدید ذہنی کوفت پہنچی' میں نے جو لانچ کرائے پر لی تھی' وہ بہت مہنگی پڑی۔"

"اس میں میرا نہیں بلکہ آپ کا قصور ہے' ایک تو آپ خود نہیں آئے' آپ کے ارادے اچھے نہیں تھے' آپ کی نیت میں فتور آ گیا تھا' آپ نے نہ خط بھیجا اور نہ ہی تصویریں.......... آپ مفت میں مال بٹورنا چاہتے تھے اور پھر آپ نے ایک اور منصوبہ بنایا ہوا تھا کہ رقم وصول کرنے کے بعد میری رضوان کے ساتھ تصویریں بنا کر مجھے ننگی کا ناچ نچایا جائے' آخر اسلحے کے زور پر رضوان کے ساتھ میری رومانی تصویریں کیوں بنائی گئیں' اس سے کیا یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ کس قماش کے آدمی ہیں' آپ کے کیا ارادے ہیں؟"

"اصل بات یہ ہے کہ مجھے اپنے آدمیوں پر بھروسا نہیں تھا' اس لئے میں نے ان کے ہاتھ خط اور تصویریں نہیں بھیجیں۔" بلیک میلر اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔ "میں نے ان سے کہا تھا کہ رقم ملنے پر تصویریں کھینچنے کی ضرورت نہیں' آپ میری بات کا یقین کریں کہ رقم ملنے کی صورت میں' میں آپ کو خط اور تصویریں بذریعہ ڈاک ارسال کرنے والا تھا' میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کل ایسا نہیں ہو گا' کل اس ہاتھ لے اور اس ہاتھ دے کا سودا ہو گا۔"

"آپ نے ایک دم سے بیس لاکھ ٹاکا کا جرمانہ کر دیا جیسے یہ بیس ٹاکا ہوں۔" زرنگار

نے گہری سانس لی۔ "میرے ساتھ یہ بڑی زیادتی ہے' میں اتنی بڑی رقم کہاں سے لاؤں؟ کیسے بندوبست کروں۔"

"یہ میرا نہیں آپ کا مسئلہ ہے' ایک ارب پتی کی بیوی کے لئے پچاس ساٹھ لاکھ ٹاکا کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔"

"میں ایک شرط پر رقم لے کر آؤں گی۔"

"کیسی شرط..........؟" بلیک میلر نے حیرت سے پوچھا۔

"رقم وصول کرنے آپ آئیں گے' میں کسی اور کو اتنی بڑی رقم نہیں دوں گی' میں آپ کے سوا کسی اور پر بھروسہ کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں آ جاؤں گا۔" اس نے کہا۔ "لیکن آپ مجھے پہچانیں گی کیسے؟ آپ نے تو مجھے دیکھا ہوا نہیں ہے؟"

"آواز اور لب و لہجے سے پہچان لوں گی۔" زرنگار نے جواب دیا۔ "میرے ساتھ فراڈ ہوا تو اچھا نہیں ہو گا۔"

"میں بھی آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ اگر آپ نے کل میرے ساتھ کوئی فریب اور چالاکی کی تو اس رقم میں دگنا اضافہ ہو جائے گا پھر میں آپ کے شوہر سے براہ راست رابطہ قائم کروں گا' آپ کے شوہر نے مجھ سے معاملہ طے نہیں کیا تو پھر میں وہ خط پولیس کے حوالے کر دوں گا' تصویریں بھی.......... آپ اور رضوان سوچ لیں کہ آپ دونوں کا کیا حشر ہو گا۔"

"خط.......... خط.........." زرنگار نے ریسیور کریڈل پر پٹخ کر اپنا ماتھا پیٹ لیا پھر وہ کمرے میں وحشت اور بے چینی سے ٹہلنے لگی' وہ اپنے آپ کو کوس رہی تھی کہ اس نے یہ خط رضوان کو کیوں لکھا تھا' اپنی محبت کا یقین دلانے کے لئے وہ اور طرح کا خط بھی لکھ سکتی تھی' اسے جذبات کی رو میں بہہ کر یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنے شوہر سے جلد نجات پا لے گی' اسے قتل کر دے گی' یہ خط نہیں ایک خنجر تھا جو اس کے دل

میں اس طرح پیوست ہو گیا تھا کہ وہ اسے نکال بھی نہیں سکتی تھی' اب وہ خمیازہ بھگت رہی تھی' اسے ایک لمحے کے لئے رضوان پر سخت غصہ آیا کہ رضوان کی وجہ سے وہ اس گرداب میں پھنس گئی ہے' رضوان اس خط کو پھاڑ کر پھینک دیتا تو آج اسے یہ دن دیکھنا نہیں پڑتا' وہ کرب اور اذیت میں مبتلا نہیں ہوتی' ایک جال سے نکل کر دوسرے جال میں نہیں پھنستی۔ اس کے دل نے کہا تم رضوان کو دوش کیوں دے رہی ہو سارا قصور تو تمہارا اپنا ہے۔

رضوان کے ساتھ ان لوگوں نے کیا سلوک کیا' اسے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں تھی' خبر نہیں ملی تھی' خبر مل بھی کیسے سکتی تھی' اس نے رضوان کو گھر ٹیلیفون کرنے سے منع کیا ہوا تھا اس لئے کہ اس کے ماں باپ کو رضوان ایک آنکھ نہیں بھاتا' اس نے دو تین مرتبہ رضوان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس کا رابطہ قائم نہ ہو سکا تھا البتہ اسے رضوان کے نوکروں سے یہ اطلاع مل گئی تھی کہ وہ فلمسازوں سے ملنے اور نئی فلموں کے لئے مصروف تھا۔

آج کی رات اسے پھر رستم کے ہاں جانا پڑا تھا' وہ رستم سے جتنا دور رہنا چاہتی تھی' اتنا ہی قریب ہونا پڑ رہا تھا' اسے اپنی غرض کے لئے جانا پڑتا تھا' اس دنیا میں رستم ہی ایک ایسی ہستی تھی جو اسے گرداب سے نکال سکتی تھی' اسے رستم سے کوئی محبت نہیں تھی' اس دنیا میں صرف ایک رضوان ہی تھا جس سے وہ ٹوٹ کر محبت کرتی تھی' رستم سے صرف محبت کا ڈھونگ رچا رہی تھی' وہ خط اور تصویروں کو پانے کے بعد رستم کو ہری جھنڈی دکھانا چاہ رہی تھی۔

زرنگار نے اسے بلیک میلر سے ہونے والی گفتگو سنائی پھر پوچھا۔ "کیا تمہیں امید ہے کہ وہ خط اور تصویریں لے کر آئے گا؟"

"نہیں .... مجھے اس کا اعتبار نہیں ہے ویسے شاید پچاس لاکھ کی رقم کے لالچ میں آ بھی جائے۔" رستم نے جواب دیا۔

"میں تمہیں پچاس ہزار کی رقم دوں تو تم کیا میرا ایک کام کر سکتے ہو؟" زرنگار نے خالص کاروباری لہجے میں کہا۔

"میں ایک نہیں دس کام کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اس کے عوض تم سے کوئی معاوضہ نہیں لوں گا۔" اس نے کہا۔ "کام کیا ہے؟"

"میں تمہیں اپنے پاس سے رقم دوں گی' میرے ذاتی اکاؤنٹ میں تین لاکھ کی رقم ہے' کام بہت چھوٹا سا ہے' اس کام کو تم بڑی آسانی سے کر سکتے ہو' میں چاہتی ہوں کہ کل تم اس بلیک میلر کو اس باغ میں قتل کر دو۔" زرنگار سفاک لہجے میں بولی۔

"کیا..........؟" رستم اچھل پڑا۔ "میں کس لئے اسے قتل کر دوں' کیا تم نہیں جانتی ہو کہ قتل کتنا بڑا جرم ہے۔"

"اس لئے کہ اس ذلیل اور خبیث شخص نے میری زندگی اجیرن کردی ہے' میں جیتے جی مر گئی ہوں' میں ساری رات انگاروں پر لوٹتی رہتی ہوں' ایسے موذی سانپ کا سر کچل دینا جرم نہیں ہے' یہ ایک نیک کام ہے۔" اس نے ہذیانی لہجے میں کہا۔

"میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ اس سے جیسے ہی واسطہ پڑے گا' اسے پہچان لوں گا' اس سے خط اور تصویریں حاصل کر کے دے دوں گا' صرف ایک دن کی بات ہے' جب قتل کے بغیر بھی بات بن سکتی ہے تو اپنے ہاتھ خون سے کیوں رنگوں۔"

"کیا تم نہیں جانتے کہ وہ کس قدر شاطر ہے' کل اس نے مجھے کسی اور جال میں پھانسنے کا منصوبہ بنایا ہوگا .... اگر تم اسے قتل نہیں کرو گے تو میں اسے قتل کر دوں گی' میرے ہاں پستول موجود ہے' کل میں اسے ساتھ لیتی آؤں گی۔"

"اپنے ساتھ پستول لے کر چلنے کی حماقت مت کرنا' وہ کیسا ہی شاطر کیوں نہ ہو' میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔"

"بالفرض محال اس کی جگہ پہلے کی طرح کوئی اور رقم لینے آیا تو تم کیا کرو گے؟ مجھے اس کے آنے کی ایک فیصد امید بھی نہیں ہے۔"

"اس کے آنے یا نہ آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا' آپ کا یہ کام ہے کہ میرے ساتھ چلیں' میں جو کام آپ کو سونپ رہا ہوں' وہ کریں' باقی کا کام میں خود انجام دے لوں گا اور آپ کو اس عذاب سے نجات دلا دوں گا۔"

☆======☆======☆

زرنگار جب بیدار ہوئی' اس وقت دن کے گیارہ بج رہے تھے' اس کے والدین اکیڈمی جا چکے تھے' اسے رضوان کا خیال آیا تو اس نے رضوان کے گھر ٹیلیفون کیا' اتفاق سے اسے رضوان گھر پر مل گیا۔ اس نے چھوٹتے ہی رضوان سے پوچھا۔ "تم خیریت سے تو ہو نا.......... میں دو تین دن سے تمہیں مسلسل ٹیلیفون کر رہی ہوں' تم سے رابطہ نہیں ہو پا رہا ہے۔"

"میں خود تم سے ملنے اور بات کرنے کے لئے تڑپ رہا ہوں' میں کیا کروں تم نے مجھے گھر ٹیلیفون کرنے سے منع کیا ہوا ہے۔"

"میری بھی یہی کیفیت ہے رضوان!" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ اس دن ان لوگوں نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

"انہوں نے میرا بٹوا نکال لیا' اس میں سات ہزار نو سو کی رقم تھی' میری چھ ہزار کی ہیرے والی دستی گھڑی بھی اتروالی' مجھے دھمکی دی کہ تمہاری محبوبہ نے ان کے پاس کا مطالبہ نہیں مانا تو مجھے قتل کر دیں گے' ان لوگوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے میرے گھر پر ڈاکہ مارا تھا' انہوں نے ایک روز ہم دونوں کو ایک ساتھ مکان میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا پھر اس گروہ نے ہمیں بلیک میل کرنے کے لئے ہماری تصویریں بھی بنائیں' ہماری نجات اسی میں ہے کہ تم ان کا مطالبہ مان لو' بدمعاشوں نے مجھ سے دس لاکھ کا مطالبہ کر دیا ہے' ایک ہفتے کی مہلت دی ہے' میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں۔"

"تمہیں قتل کر دیں گے.......... نہیں.......... رضوان! نہیں.......... میں تمہیں

مرنے نہیں دوں گی' تم میری زندگی ہو۔"

"تمہاری اور میری سلامتی اسی میں ہے کہ تم ان کا مطالبہ مان لو' تیس لاکھ کی رقم ادا کر دو' اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔"

"کل شام اس مردود کا ٹیلیفون آیا تھا' اب اس نے تیس لاکھ سے بڑھا کر پچاس لاکھ کی رقم کر دی ہے' میں اتنی بڑی رقم کہاں سے لاؤں.......... اور ہاں اس نے لانچ میں کھینچی ہوئی تصویریں بھی بھیجی ہیں جو میرے شوہر کو مشتعل کرنے کے لئے کافی ہیں۔"

"تمہارے پاس انتخابی مہم کے لئے جو رقم امانت رکھی ہوئی ہے' اس میں سے کیوں نہیں ادا کر دیتی ہو؟ جان ہے تو جہان ہے۔" رضوان نے مشورہ دیا۔

"آئندہ ماہ وہ رقم انتخابی مہم پر خرچ کرنا ہے' میں ادا کر دوں تو پھر انتخابی مہم چلائی نہ جا سکے گی' تم بتاؤ میں کیا کروں' اپنے شوہر کو کیا جواب دوں؟ میں سوچ رہی ہوں کہ میں نے جو زہر اپنے شوہر کے لئے اٹھا رکھا ہے' کیوں نہ وہ کھا کر مر جاؤں۔"

"خدا کے لئے حرام موت نہ مرنا زرنگار! ورنہ میں بھی مر جاؤں گا' سنو.......... تم ایسا کرو پہلے تم رقم ادا کر کے خط اور تصویریں حاصل کر لو پھر ہم ایسی تدبیر سوچتے ہیں کہ تمہارا بوڑھا شوہر مطمئن ہو جائے' کیوں یہ مناسب نہیں رہے گا؟"

"ہاں.........." زرنگار خوش ہو کر بولی۔ "یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی' یہ تدبیر تمہیں سوچنا ہو گی۔"

"میں تمہیں ایسی ایک نہیں دس تدبیریں بتا سکتا ہوں.......... اچھا یہ بتاؤ اس کمینے کو رقم کب پہنچانا ہے؟"

"آج سہ پہر کے وقت میں وہ رقم لے کر جا رہی ہوں۔" زرنگار نے کہا۔ "کیا تم میرے ساتھ چلو گے' میں تمہیں لے لوں۔"

"میں تمہارے ساتھ چلا گیا تو پھر وہ دس لاکھ کا مجھ سے مطالبہ کر دے گا۔"

رضوان کہنے لگا۔ "ہم دونوں ایک بڑے خطرناک گروہ کے ہتھے چڑھ گئے ہیں' یہ پیشہ ور قاتلوں کی تنظیم ہے' ان کے نزدیک انسانی لہو پانی سے بھی ارزاں ہے' وہ اتنے بے رحم اور سفاک ہیں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتی ہو' وہ اپنے دشمن کو چیونٹی کی طرح مسل کر پھینک دیتے ہیں۔"

زرنگار کی رگوں میں لہو منجمد ہونے لگا' ایک لمحے کے لئے اس کے دل کی دھڑکن رک گئی تھی' بلیک میلر کے بارے میں اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ ایک خطرناک تنظیم کا سرغنہ ہے' رضوان نے اسے جو مزید تفصیلات بتائی تھیں' وہ سن کر اور دہشت زدہ ہو گئی تھی' وہ حیران تھی کہ کتنے خطرناک گروہ کے جال میں پھنس گئی ہے۔

اس نے ایک بریف کیس میں پچاس لاکھ کی رقم الماری کی خفیہ دراز سے نکال کر رکھی پھر وہ بہروپ بھر کے رستم کے گیراج میں پہنچی' رستم اس وقت اکیلا ہی تھا' اس وقت اس کے پاس کوئی کام نہیں تھا' وہ زرنگار کو اندر لے گیا تو زرنگار اس سے سرگوشی میں بولی۔ "رستم! میں پچاس لاکھ کی رقم لے آئی ہوں تاکہ اس بلیک میلر کو ادا کر کے خط اور تصویریں لے لی جائیں۔"

"کیا.........؟" رستم نے اپنا سر پیٹ لیا' وہ تحیر زدہ لہجے میں بولا۔ "یہ تم نے عین وقت پر کیا احمقانہ فیصلہ کیا ہے۔"

"مجھے رضوان نے یہ مشورہ دیا ہے۔" پھر اس نے توقف کر کے رضوان سے ہونے والی گفتگو سنائی۔

"ایسا ممکن ہے لیکن اس قسم کی ایک نہیں دو تنظیمیں موجود ہیں۔" رستم نے جواب دیا۔ "معلوم نہیں اس بلیک میلر کا کس تنظیم سے تعلق ہے' خیر میں اس بلیک میلر کے بارے میں آج پتا چلا لوں گا مگر آپ کو رقم نہیں لانا چاہئے تھی' میں نے آپ کو منع کیا تھا۔"

"مگر میں کیا کروں.........." زرنگار بڑی بے بسی سے بولی۔ "میں نے عین وقت پر

اپنا ارادہ بدل دیا کیونکہ نہ صرف میری بلکہ رضوان کی جان بھی خطرے میں ہے' میں نہیں چاہتی کہ ہم دونوں کی جان چلی جائے' جان ہے تو جہان ہے۔"

"اتنی بڑی رقم ادا کرنے کے باوجود خط اور تصویریں نہیں ملیں تو آپ کیا کریں گی' وہ آپ کے ساتھ ایک مرتبہ دھوکا کر چکا ہے۔"

"میں خط اور تصویریں لئے بغیر اسے رقم نہیں دوں گی' اس سے کہہ دوں گی کہ میں رقم نہیں لائی ہوں' رقم ڈگی میں رہنے دوں گی۔"

"بالفرض محال وہ خط اور تصویریں رقم کے عوض دے دیتا ہے تو پھر آپ اپنے شوہر کو اس رقم کے بارے میں کیا جواب دیں گی؟"

"رضوان نے کہا ہے کہ وہ ایسی کوئی تدبیر مجھے بتا دے گا جس سے میرا شوہر مطمئن ہو جائے گا اور اسے یقین بھی آ جائے گا۔"

"اچھا یہ بتائیں کہ رقم کہاں ہے' گاڑی میں کوئی بریف کیس اور پرس دکھائی نہیں دیا۔" رستم نے پوچھا۔

"رقم بریف کیس میں رکھی ہوئی ہے' بریف کیس کو ڈگی میں رکھ چھوڑا ہے' میں پورے پچاس لاکھ ٹاکا لائی ہوئی ہوں۔"

رستم نے تازہ اخبار اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میرے تیار ہونے اور گیراج بند کرنے تک اسے دیکھیں' میں دس منٹ میں تیار ہو کر آتا ہوں۔"

☆======☆======☆

زرنگار نے اپنی گاڑی رستم کے کہنے پر باغ سے نصف فرلانگ سے پہلے ہی روک لی' رستم نے اس کے گاڑی سے اترنے سے پہلے پھر ایک بار اسے اچھی طرح سمجھایا کہ بلیک میلر سے اسے کس طرح اور کیا بات کرنا ہے' وہ بلیک میلر سے مول تول کرے اور اس سے کہے کہ وہ صرف تیس لاکھ کی رقم ادا کر سکتی ہے' اس سے زیادہ ایک کوڑی بھی ادا نہیں کر سکتی' اگر اسے یہ سودا منظور ہے تو وہ کل اس جگہ رقم لے کر پہنچ جائے گی'

اس یہ سودا نامنظور ہو تو اپنی راہ لے اور پھر اس کی سمجھ میں جو آئے کرے۔"

"خط اور تصویریں لے کر آنے کی صورت میں کیوں نہ اسے رقم دے دی جائے؟" زرنگار نے بے وقوفوں کی طرح اس کی شکل دیکھی۔ "اگر وہ بگڑ کر چلا جائے گا تو ایک نئی مصیبت کھڑی ہو جائے گی' اب مجھ میں کسی نئی مصیبت کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔"

"میں جو کہہ رہا ہوں' آپ اس پر عمل کریں۔" رستم نے اسے ڈانٹا۔ "میں نہ صرف آپ کی رقم' آپ کی عزت اور جان بچانا چاہتا ہوں بلکہ خط اور تصویریں بھی دلانا چاہتا ہوں' جائیں آپ کو دیر ہو رہی ہے' وہ انتظار کر رہا ہو گا۔"

زرنگار گاڑی سے اتر کر اسے مقفل کر کے باغ کی طرف چل پڑی۔ یہ باغ جیداپور کی آبادی سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا' یہ ایک ویران اور سنسان علاقہ تھا' باغ سے دائیں جانب دو فرلانگ کے فاصلے پر نشیب میں ایک بڑی آبادی کچے پکے مکانوں پر مشتمل تھی' بیشتر مکانات کچے اور ندی کنارے تھے' اس علاقے کی فضا میں تازہ ہوا کی مہک تھی اور ایک نم آلود خوشبو تھی جو زمین سے' درختوں کے پتوں سے اور خس و خاشاک سے پھوٹ رہی تھی' وہ زندگی میں پہلی بار اس علاقے میں آئی تھی' اس نے اس مقام کا جائزہ لیا' دور دور تک کسی آدم زاد کا پتا نہ تھا۔

یہ قدیم باغ جو پہلے ہی گمنام تھا' برسوں کی خستہ حالی کی تصویر عبرت بنا ہوا تھا' ایک کونے میں ایک کوارٹر بنا ہوا تھا' پرانی دیواروں سے پلستر اکھڑ چکا تھا' بند کھڑکیوں کے بیشتر شیشے ٹوٹے ہوئے تھے اور باقی شیشوں پر برسوں کی گرد قابض تھی' اس کے آس پاس ہر چیز زندگی کے احساس سے عاری' ساکت اور اداس نظر آتی تھی' بلیک میلر نے اسے ٹیلیفون پر بتایا تھا کہ وہ کوٹھری کے اندر موجود ہو گا' اس نے پرانی وضع کے دروازے پر دستک دی' زرنگار کو یوں لگا جیسے وہ کسی مقبرے پر دستک دے رہی ہو' دروازہ یک لخت کسی آہٹ کے بغیر کھل گیا تو وہ چونک پڑی۔

ایک نقاب پوش شخص دروازے پر نمودار ہوا تو وہ دو تین قدم تیزی سے پیچھے ہٹ گئی تاکہ کھلی فضا میں اس شخص سے بات کی جا سکے۔ وہ اکیلا تھا' حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ مسلح نہیں تھا' وہ ایک بوڑھا شخص تھا' اس کے سر کے تمام بال ایک دم سفید تھے' اس کے سر کے بالوں سے اس کی عمر کا اندازہ کیا جا سکتا تھا' زرنگار کے خیال میں وہ ستر برس کی عمر کا لگ رہا تھا گو اس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا لیکن اس کی آنکھوں سے اس کی پریشانی عیاں ہو رہی تھی' جب وہ دروازے سے نکل کر اس کی طرف بڑھا تو اس کی چال کسی بیمار اور کمزور شخص کی سی تھی۔

یہ بلیک میلر ہے.........؟ کیا بلیک میلر ایسے ہوتے ہیں.........؟ خوف و دہشت کے باوجود زرنگار کو بڑے زور کی ہنسی آئی' اس کی وضع قطع سے ظاہر ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ قاتلوں اور مجرموں کی پیشہ ور تنظیم کا سرغنہ ہے۔ رضوان کی باتوں سے اس کے سینے میں جو ہیبت بیٹھی ہوئی تھی' وہ کم ہونے لگی' وہ سمجھ گئی کہ بلیک میلر نے اسے پھر بے وقوف بنایا ہے' خود آنے کی بجائے اس نے اپنے کسی اور آدمی کو بھیج دیا ہے۔

چند لمحوں کے بعد وہ اس کے مدمقابل کھڑا ہوا تو زرنگار کو اس کی آنکھیں بے نور سی لگیں' وہ کسی مجسّمے کی مانند نظر آتا تھا' وہ پہلے ہی شکوک کا شکار ہو گئی تھی پھر اس کے شکوک میں اضافہ ہو گیا تھا' اس شخص کا لباس ایک عام شخص کی طرح تھا۔

"میرا نام زرنگار ہے۔" زرنگار نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "آپ شاید بلیک میلر ہیں؟"

"میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔" اس نے جواب دیا۔ "میں بلیک میلر ہی ہوں .... آپ رقم لے کر آئی ہیں؟"

زرنگار اس کی آواز سن کر بڑے زور سے چونکی' یہ وہی آواز اور لب و لہجہ تھا' سو فیصد.......... وہ اس آواز کو جھٹلا نہیں سکتی تھی جو اس کی سماعت پر ہتھوڑے کی ضربیں بن کر لگتی تھی' اس کا شک رفع ہو گیا تھا پھر بھی جانے اسے کیوں یقین نہیں آیا کہ یہ

شخص بلیک میلر اور خطرناک ترین شخص ہو سکتا ہے' اس کے تصور میں بلیک میلر ایسا تھا جو بدصورت سا ہو گا' اس کے چہرے پر درندگی ہو گی اور آنکھوں میں شیطانیت جھانک رہی ہو گی۔

"پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ خط اور تصویریں لائے ہیں؟" زرنگار نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"نہیں.........." اس نے سر ہلایا۔ "رقم ادا کرنے کے بعد ہی آپ کو خط اور تصویریں مل سکتی ہیں' رقم کہاں ہے؟"

"مگر ٹیلیفون پر آپ سے یہ طے ہوا تھا کہ سودا اس ہاتھ لے' اس ہاتھ دے ہو گا' پہلے آپ مجھے میری چیزیں دیں۔"

"مگر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے اس لئے کہ کہیں آپ پولیس کی مدد نہ حاصل کرلیں۔" اس نے کہا۔

"میں ایسی حماقت کیسے کر سکتی ہوں' اگر میں ایسا کرتی تو یہ اپنے پیروں پر کلھاڑی مارنے کے مترادف ہو گا۔" زرنگار نے صاف گوئی سے کہا۔

"اگر آپ رقم لائی ہیں تو مجھے دے دیں .... خط اور تصویریں کل آپ کو ارجنٹ میل سروس سے مل جائیں گی۔" وہ بولا۔

"کیا آپ مجھے اتنا بے وقوف سمجھتے ہیں کہ میں پچاس لاکھ کی خطیر رقم آپ کی زبان پر بھروسہ کر کے دے دوں؟ نہیں میں اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتی' اس لئے کہ آپ اعتبار کے قابل نہیں رہے' آپ ایک جھوٹے اور فراڈی شخص ہیں۔" زرنگار تنک کر بولی۔

"آپ مجھ پر تہمت لگا رہی ہیں' میں نے کیا جھوٹ بولا آپ سے؟ کیا فراڈ کیا؟" بلیک میلر نے تکرار کی۔

"آپ نے کیا کچھ نہیں کیا۔" زرنگار بگڑ کر برہمی سے بولی۔ "مجھے لانچ پر رقم لے

کر پہنچنے کے لئے کہا' میں پہنچی تو خط اور تصویریں آپ کے آدمی نہیں لائے اور آپ خود وہاں نہیں آئے بلکہ میرے محبوب کو اغوا کر کے یرغمال بنا لیا' اس کے ساتھ میری رومانوی تصویریں بنائی گئیں۔ پھر اسے لوٹ کر چھوڑ دیا گیا' پہلے آپ نے تیس لاکھ کا مطالبہ کیا تھا پھر اس میں بیس لاکھ کا اضافہ کر دیا' آج بھی آپ وہ چیزیں لے کر نہیں آئے۔"

"میں فضول باتیں سننے کا عادی نہیں ہوں۔" بلیک میلر نے ناگواری سے کہا۔

"اب آپ جا سکتی ہیں' میں آپ کے شوہر سے ان چیزوں کا سودا کروں گا' مجھے ان سے بہت اچھی قیمت مل جائے گی' اگر ان سے رقم نہ بھی ملی تو کوئی بات نہیں' آپ کی زندگی جیل کی کوٹھری میں گزرے گی' ذلت اور رسوائی الگ ہو گی' سارے سپنے غارت ہو جائیں گے۔"

"آپ کو شرم محسوس نہیں ہوتی کہ آپ معصوم لوگوں کی زندگی سے دولت کی خاطر کھیلتے ہیں۔" زرنگار اس کی باتیں سن کر مشتعل ہو گئی۔ "آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ کسی کی ازدواجی زندگی میں دخل دیں' ایک بسا بسایا گھر اجاڑ دیں۔"

"آپ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنے کی بجائے مجھے آئینہ دکھا رہی ہیں؟" وہ تعجب آمیز لہجے میں بولا۔ "کیا ایک عورت کو زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے بے وفائی کرے اور ایک غیر مرد کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی پھرے؟"

"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے' آپ کیا جانیں کہ میرا شوہر کیسا ہے' اس نے میری زندگی کس قدر تلخ اور اجیرن بنا رکھی ہے' آپ اپنی بات کریں' آپ یہ بتائیں کہ خط اور تصویریں دے کر رقم لے رہے ہیں یا نہیں..........؟"

"جب تک مجھے رقم نہیں مل جاتی' اس وقت تک میں وہ چیزیں نہیں دے سکتا ہوں' وہ چیزیں آپ کو ڈاک سے ہی مل سکتی ہیں۔"

"آخر آپ کو مجھ پر بھروسہ کیوں نہیں ہے؟ وہ چیزیں مجھے اس ہاتھ دے کر اس

ہاتھ سے رقم لینے میں کیا ہرج ہے؟" وہ جھنجلا گئی۔

"ایک ایسی عورت جو اپنے شوہر سے بے وفائی کر رہی ہو' اس کے قتل کا منصوبہ بنا چکی ہو' میں اس پر کیسے بھروسہ کر سکتا ہوں' اس وقت بھی آپ خالی ہاتھ آئی ہیں' اچھا اب میں جا رہا ہوں' آپ نے میرا وقت برباد کیا' مجھے بے وقوف بنایا۔"

"آپ جہنم میں جائیں۔" زرنگار کا پارہ چڑھ گیا' وہ ہیجانی لہجے میں بولی۔ "آپ خط اور تصویریں میرے شوہر کو بھیج دیں یا پولیس کو دے دیں' میری بلا سے .... میں آپ کو اب ایک کوڑی بھی نہیں دوں گی' میرا شوہر یہ چیزیں خریدے گا بھی نہیں .... جائیں .... میری نظروں کے سامنے سے دفع ہو جائیں' آئندہ مجھے ٹیلیفون کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ اس وقت جذباتی ہو رہی ہیں۔" اس نے بڑے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کی جوانی پر رحم آ رہا ہے' آپ کا حسن بے مثال ہے' آپ ایک عظیم رقاصہ اور فنکارہ ہیں' لاکھوں دلوں کی دھڑکن ہیں اور پھر آپ نے میدان سیاست میں بھی قدم رکھ دیا ہے' آپ اس دیش کی وزیر بھی بن سکتی ہیں' میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ رضوان کی خاطر اپنے شوہر سے بے وفائی نہیں کریں اور نہ اسے قتل کریں' رضوان ایک بھنورا ہے' اس سے اپنی جان چھڑائیں' اپنا مستقبل سنواریں۔"

"اگر آپ کو میرے ساتھ اتنی ہی ہمدردی ہے تو مجھے بلیک میل کس لئے کر رہے ہیں' وہ خط اور تصویریں کیوں نہیں دیتے ہیں؟"

"اس لئے کہ آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سدھر جائیں' یہ میرا اصول ہے کہ میں اپنے اس کاروبار میں کسی کے ساتھ رعایت نہیں کرتا' میں کچھ دنوں کے بعد آپ سے پھر ٹیلیفون پر رابطہ کروں گا۔"

وہ اپنی بات ختم کر کے اور اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر اس سمت چل پڑا جہاں نشیبی علاقہ تھا۔ زرنگار اسے جاتا ہوا خاموشی سے دیکھتی رہی' اس کا دماغ سنسنا رہا تھا' اس

کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا' ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ لپک کر وہ بلیک میلر کو پکڑ لے پھر اس سے بات کرے لیکن وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا' معاملہ فہمی کا ثبوت نہیں دے رہا تھا' قابل بھروسہ نہیں تھا' رستم نے اس سے ٹھیک ہی کہا تھا کہ بلیک میلر خط اور تصویریں لے کر نہیں آئے گا۔

جب وہ بلیک میلر خاردار جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ واپس جانے کے لئے گھومی' گاڑی کے پاس پہنچی تو رستم اس کے انتظار میں ٹہل رہا تھا' وہ اسے دیکھ کر بولا۔ "آپ میرا یہیں انتظار کریں' میں اس بلیک میلر کے تعاقب میں جا رہا ہوں' میں اس کا ٹھکانہ دیکھ کر آتا ہوں۔"

پھر رستم اسے چھوڑ کر تیزی سے اس بلیک میلر کے تعاقب میں لپک گیا۔ رستم کے جانے بعد اسے اس جگہ سے خوف آنے لگا اور وحشت سی ہونے لگی' کوئی شخص اُدھر آ نکلا اور ایک جوان عورت کو تنہا پا کر درندہ بن گیا تو وہ کیا کر سکے گی؟ اپنی حفاظت کیسے کرے گی؟ رستم نے تو اسے پستول لانے سے بھی منع کیا تھا' کیوں نہ وہ گاڑی اندر سے مقفل کر کے بیٹھ جائے مگر اس سے کیا ہو گا' اس نے سوچا گاڑی کی کھڑکی کا شیشہ توڑ کے بھی تو اسے باہر نکالا جا سکتا ہے' اس نے چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہوئے سوچا کہ کیا ہی اچھا ہوتا وہ رستم کے سنگ چلی جاتی مگر اسے رستم اپنے ہمراہ کیوں نہیں لے گیا؟ یہاں اکیلا کس لئے چھوڑ گیا؟

کوئی پندرہ بیس منٹ کے بعد اسے رستم تیزی سے اس کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا تو اس کی جان میں جان آئی' رستم اس کے پاس آ کر بولا۔ "آپ میرے ساتھ چلیں' میں نے اسے ایک مکان میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہے' وہ اس مکان میں اکیلا رہتا ہے' وہ تالا کھول کر اندر داخل ہوا ہے۔"

گاڑی وہیں چھوڑ کر دونوں اس بلیک میلر کے مکان کی طرف پیدل چل پڑے کیونکہ راستہ ناہموار تھا اور بیچ میں ایک نالہ گزرتا تھا' نالے پر جو پل بنا ہوا تھا' اس پر سے

ایک شخص بآسانی گزر سکتا تھا۔ زرنگار نے چلتے چلتے اس سے کہا۔ "یہ بلیک میلر میرے لئے ایک معمہ بن گیا ہے' مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ یہ بلیک میلر نہیں ہے' بلیک میلر کا کوئی کارندہ ہے اور اسے بلیک میلر نے مہرہ بنایا ہوا ہے۔"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے۔" رستم نے تائیدی لہجے میں کہا۔ "اس سے ملنے کے بعد ہی اصل حقیقت کا پتا چل سکتا ہے۔"

ندی کنارے بلیک میلر کا مکان دوسرے مکانوں سے دور اور الگ تھلگ تھا' اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا' اندر سے کراہنے کی آواز آ رہی تھی' رستم بے دھڑک اندر داخل ہوا تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے داخل ہو گئی' بلیک میلر فرش پر پڑا ہوا درد سے تڑپ رہا تھا' کراہ رہا تھا' اس کے بائیں بازو کی قمیض کی آستین خون سے لال ہو رہی تھی' رستم اور زرنگار اسے دیکھتے ہی اچھل پڑے' ان کی زبان سے بیک وقت نکلا۔ "جانی بابا......."

رستم اور زرنگار کو یقین نہیں آیا۔ جانی بابا ماضی کے بہت بڑے عظیم ترین اداکار تھے' دس برس سے وہ گمنامی کی زندگی گزار رہے تھے' کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہیں' جب تک وہ فلمی افق پر ستارہ بنے رہے' اس وقت تک ان کی بڑی عزت تھی' اب انہیں کوئی پوچھنے والا بھی نہیں تھا' ان کے گھر کی حالت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ انتہائی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ رستم کے پوچھنے پر جانی بابا نے بتایا کہ انہیں ایک شخص نے پانچ سو ٹاکا کے معاضے پر زرنگار سے مختلف اوقات میں بات کرنے کے لئے خدمات حاصل کی تھیں' وہ اس شخص کو جانتے اور پہچانتے بھی نہیں ہیں' وہ شخص ایک بوڑھے کا بہروپ بھر کے ملتا رہا ہے' اس نے سختی سے رازداری برتنے کی تاکید کی تھی' اس شخص نے انہیں افشائے راز کے خوف سے سائلنسر لگے پستول سے ہلاک کرنے کی کوشش کی کیونکہ اس شخص نے باغ سے کسی شخص کو ان کا تعاقب کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا' اس نے بدحواسی اور عجلت سے ان کے دل کا نشانہ لیا تھا' نشانہ چُوک گیا' گولی بازو میں لگی' دوسرا فائر کرنے کی کوشش کی تو لبلبی پھنس گئی' اس لئے ان کی جان بچ گئی' وہ فرار

ہو گیا' وہ کسی وقت بھی آ کر انہیں موت کی نیند سلا سکتا ہے' جانی بابا اس شخص سے بہت خوفزدہ تھے۔

رستم نے آستین پھاڑ کر زخم کا معائنہ کیا' خوش قسمتی سے گولی بازو میں پیوست نہیں ہوئی تھی' وہ گوشت کو پھاڑتی ہوئی نکل گئی تھی' اس گولی کا خول کمرے میں مل گیا۔ جانی بابا بہت خوفزدہ تھے' رستم نے زخم صاف کر کے پٹی کی پھر انہیں سہارا دے کر گاڑی تک لے آئے تاکہ انہیں کسی ڈاکٹر کو دکھایا جائے پھر ان کے ایک دوست کے پاس لے کر چھوڑ دیا جائے جو گنڈیریا میں رہتا تھا۔

جب رستم انہیں گاڑی کی پچھلی نشست پر بٹھا رہا تھا تب زرنگار بڑے زور سے چیخی۔ رستم نے گھبرا کر زرنگار کی طرف دیکھا جو ڈگی کے پاس کھڑی تھی' اس کے بدن پر لرزہ طاری تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے.........؟"

"میرا بریف کیس .... میری رقم........." زرنگار کی آواز ہی نہیں نکل رہی تھی' اس کا چہرہ سفید پڑتا چلا گیا تھا۔ "میرا بریف کیس ڈگی میں نہیں ہے۔"

رستم نے زرنگار کے پاس آ کر ڈگی کے اندر جھانک کر دیکھا جو خالی پڑی تھی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ ڈگی کو کسی چابی کی مدد سے کھولا گیا ہے۔ اس قسم چابیاں عام تھیں اور بڑی آسانی سے دستیاب تھیں۔ اگر اوزاروں کی مدد سے ڈگی کھولی گئی ہوتی تو ڈگی پر ضربوں اور خراشوں کے نشانات موجود ہوتے۔

پھر اس نے زرنگار کی طرف دیکھا۔ اس کی حالت بڑی دگرگوں ہو رہی تھی۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ایسا لگ رہا تھا کہ غش کھا کر گر جائے گی۔ رستم نے اسے فوراً ہی سنبھال لیا۔ زرنگار کو سہارا دیتا ہوا گاڑی کے اگلے دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر اس نے زرنگار کو اگلی سیٹ پر بٹھا دیا اور ڈگی بند کر کے اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا۔ کیونکہ زرنگار کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ گاڑی چلا سکے۔ اس نے اپنا سر ڈیش بورڈ پر رکھ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ رستم اس کی طبیعت سنبھلنے کا انتظار

کرنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد وہ سیدھی ہو کر بیٹھی تو اس کا چہرہ ابھی بھی سفید پڑا ہوا تھا۔

"میں.......... میں نے خواب وخیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میری رقم چوری بھی ہو سکتی ہے۔ میں اس طرح لٹ جاؤں گی۔" وہ کانپتے ہوئے ہونٹوں سے بولی۔

"میں نے آپ کو ایک نہیں دو تین مرتبہ سختی سے منع کیا تھا کہ رقم لے کر ساتھ نہیں چلیں.......... اس بلیک میلر کا کوئی بھروسا نہیں۔ وہ گن پوائنٹ پر رقم چھین سکتا ہے مگر آپ نے میری ایک نہ سنی۔ آپ کی ضد اور ہٹ دھرمی بالآخر آپ کو لے ڈوبی۔"

وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔ "مجھے کیا معلوم تھا کہ ایسا منحوس واقعہ بھی پیش آ سکتا ہے۔ دراصل مجھے رضوان نے اس قدر ڈرا دیا تھا کہ میں رقم لے کر نکلنے پر مجبور ہو گئی۔ کاش! میں نے تمہاری بات مان لی ہوتی۔"

"آپ نے مجھ سے زیادہ رضوان پر اعتماد کیا.......... اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ اگر اس شخص میں ذرا سی بھی عقل ہوتی تو وہ آپ کو ہرگز اس قسم کا مشورہ نہ دیتا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اتنے بڑے اداکار کی کھوپڑی میں بالکل عقل نہیں ہے۔"

اسے رضوان کے بارے میں رستم کے ریمارکس ناگوار لگے۔ وہ اس وقت رضوان کی طرفداری میں ایک لفظ بھی بولنا نہیں چاہتی تھی۔ رستم کو پھر شک ہو جاتا کہ وہ رضوان سے محبت کرتی ہے۔ اس شک کی بنا پر رستم اس سے دور ہو جاتا۔ پھر وہ تنہا رہ جاتی۔

"اب کیا ہو گا رستم!" زرنگار نے زخم خوردہ لہجے میں پوچھا۔ اس کی بڑی بڑی حسین آنکھوں سے آب دار موتی چھلک پڑے۔

"وہی ہو گا جو قدرت کو منظور ہو گا۔" رستم نے اسے دلاسا دیا۔ "اب آپ صبر کریں، دیکھیں حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔"

"تمہارے خیال میں بریف کیس کی واردات کیا بلیک میلر نے کی ہو گی؟" زرنگار نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ یہ حرکت اس نے کی ہو۔ کیونکہ آپ نے اس سے کہا تھا کہ آپ رقم لے کر پہنچ رہی ہیں.......... سچ پوچھئے تو اس رقم کے چوری ہونے سے میرے دل کو جو صدمہ پہنچا ہے آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتی ہیں۔ مجھے آپ سے زیادہ صدمہ ہو رہا ہے۔"

"ہاں.......... تم نے بڑے خلوص سے میری مدد کی تھی۔" زرنگار نے گہری سانس لی۔ "میں تمہارے اس جذبے کی جتنی قدر کروں کم ہے۔ میں تمہارے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کروں گی۔"

رستم نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ زرنگار کی حالت ابھی پوری طرح سنبھلی نہیں تھی۔ رقم چوری ہو جانے کے صدمے نے اسے بے حال کر دیا تھا۔ گاڑی کے تھوڑی دور جانے کے بعد وہ بولی۔ "رستم! اس چور کا جتنا جلد ہو سکے پتا چلاؤ.......... اس سے کسی نہ کسی طرح جلد سے جلد رقم برآمد کر لو۔ کہیں وہ ملک سے باہر نہ چلا جائے۔"

"میری پوری کوشش یہ ہو گی کہ پوری رقم وصول کر کے تمہارے قدموں میں ڈال دوں۔ بس آپ ذرا صبر، حوصلے اور ہمت سے کام لیں۔"

رستم جانی بابا کو ایک دوست کے کلینک پر لے گیا۔ انہیں وہاں ایک دن کے لئے داخل کر لیا گیا۔ کیونکہ خون بہت زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے جانی بابا پر نقاہت طاری تھی۔ انہیں خون کے علاوہ اور بھی علاج کی سخت ضرورت تھی۔ رستم نے اپنی طرف سے علاج معالجے کی رقم ادا کی۔ ان کے ہاتھ پر کچھ رقم رکھی۔ ان کے دوست کا پتا لے کر لالہ باغ کے علاقے میں آیا تو رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ اس نے گاڑی عقبی حصے پر گیراج کے سامنے روکی۔ زرنگار اب یہاں سے اپنے گھر جانا چاہتی تھی۔ اس نے زرنگار سے کہا کہ وہ اس کے ہاں چل کر منہ ہاتھ دھو کر اپنا حلیہ درست کر لے۔ اسے

اس حلیے میں دیکھ کر اس کے گھر والے گھبرا جائیں گے اور سوالات کی بوچھاڑ کر دیں گے۔

زرنگار نے رستم کے گھر میں داخل ہو کر اپنا چہرہ دیکھا تو وہ دنگ سی رہ گئی۔ وہ پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ جتنی دیر میں وہ تیار ہوئی اتنی دیر میں رستم اس کے لئے گرم گرم چائے بنا کر لے آیا اور دو سکون بخش گولیاں بھی دیں تاکہ اسے ذہنی اور جسمانی طور پر افاقہ ہو۔ جب وہ چائے ختم کر کے جانے لگی تو رستم نے گیراج میں سے ایک بریف کیس لا کر اس کے قدموں میں رکھ دیا۔ "یہ لیجئے۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔"

اپنا بریف کیس دیکھ کر زرنگار حیرت اور خوشی سے پھولی نہیں سمائی۔ اسے اپنی نظروں پر یقین نہیں آیا۔ وہ فرط مسرت سے بولی۔ "یہ یہاں کیسے؟"

"میں نے اسے آپ کی گاڑی کی ڈگی سے نکال کر گیراج میں رکھ دیا تھا۔ کیونکہ مجھے خوف تھا کہ بلیک میلر گن پوائنٹ پر چھین نہ لے۔"

"یہ تم نے مجھے وہاں کیوں نہیں بتایا..........؟" وہ حیرت اور شکایت آمیز لہجے میں بولی۔ "تمہیں میری حالت زار پر ذرا بھی رحم نہیں آیا.......... خدانخواستہ مجھے کچھ ہو جاتا.......... تم بڑے ظالم اور سنگدل ہو رستم! بائی دے وے میں تمہارا کس منہ سے شکریہ ادا کروں؟"

"اس منہ سے.........." رستم نے اس کے یاقوتی لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"تم کتنے سندر ہو رستم!" زرنگار اسے مخمور نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

☆======☆======☆

زرنگار گھر پہنچی تو اس پر ایک عجیب سی سرشاری کی کیفیت طاری تھی۔ وہ خواب کی سی حالت میں اپنا بریف کیس لے کر کمرے میں پہنچی۔ اسے رقم کا مل جانا ایک خواب کی طرح لگ رہا تھا۔ اس نے کمرہ بند کر کے رقم بریف کیس سے نکال کر الماری کی خفیہ درازوں میں واپس رکھ دی۔ وہ جس وقت الماری بند کر رہی تھی تب ٹیلی فون کی گھنٹی

بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ ہیلو بھی نہیں کہا تھا کہ دوسری طرف سے رضوان نے آواز بدل کر کہا۔ "زرنگار ہیں۔"

اس کی آواز سن کر رضوان نے کہا۔ "میں رضوان بول رہا ہوں.......... کیا رہا۔ خط اور تصویریں مل گئیں جانِ من!"

"نہیں۔" زرنگار نے جواب دیا۔ پھر اس نے مختصر طور پر سارا واقعہ من و عن سنایا۔ "رستم کی ذہانت کی وجہ سے میری رقم بچ گئی۔"

"چلو مبارک ہو.........." رضوان نے کہا۔ "جب تک خط اور تصویریں نہیں مل جاتیں اس وقت تک تمہاری جان سولی پر لٹکی رہے گی۔"

"اب تم ہی بتاؤ.......... میں کیا کروں؟ وہ کمینہ قدم قدم پر میرے ساتھ فریب کر رہا ہے۔ میں اس پر کیسے اعتبار کروں.......... وہ نہ صرف مجھ سے رقم ہتھیا لینا چاہتا ہے بلکہ خط اور تصویریں بھی دینا نہیں چاہتا تاکہ ساری زندگی میں اس کے ہاتھ کٹھ پتلی بنی رہوں۔"

"تم فکر نہ کرو.......... میں اس بلیک میلر تک رسائی حاصل کر کے اس سے تمہارا خط اور تصویریں حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ + بالفرض محال اس بلیک میلر کا ٹیلی فون آ جائے تو تم اس سے کہو کہ نیک نیتی سے معاملات کرو۔ پھر تم اکیلی رقم لے کر چلی جانا۔ رستم یا کسی اور کو ساتھ نہیں لینا۔"

زرنگار سونے کے لئے بستر پر لیٹی تو اس کے سینے پر ایک بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس بلیک میلر نے اس کے شوہر سے رابطہ کر لیا تو ایک نئی مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کے شوہر کی واپسی سے پہلے پہلے اسے نہ صرف خط اور تصویریں بلکہ رستم سے بھی نجات مل جائے۔ جب تک وہ اس جنم سے نہیں نکلتی اس وقت وہ رستم کو اپنی محبت کے فریب میں مبتلا رکھنا چاہتی تھی۔ ذلت و رسوائی اور اس کے شوہر کے انتقام کا خوف اس کے اعصاب کو شکستہ کر رہا تھا۔ رستم اس کے

تصور میں آ کھڑا ہوا۔ رستم کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگی تھی کہ وہ رضوان کی محبت میں پاگل ہے وہ جو اس کے ساتھ محبت کا جوا کھیل رہی ہے صرف رضوان کو پانے کے لئے .... بازی جیتنے کے لئے رستم کی محبت اور رفاقت کا سہارا ضروری تھا۔ اس طرح اس کی خود اعتمادی بھی بحال رہ سکتی تھی۔

وہ رستم کی ایمانداری پر حیران بھی تھی اور بہت خوش بھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ رستم اس قدر نیک اور ایماندار ثابت ہو گا۔ وہ پچاس لاکھ کی رقم ہضم کر لیتا تو وہ کیا کر سکتی تھی۔ اس کے فرشتوں کو بھی پتا نہیں چلتا کہ اس کی رقم کا مالک رستم بن گیا ہے۔ اس کے خیال میں یہ اس کی محبت کا کرشمہ تھا۔ اس کی عنایت اور مہربانی تھی۔ ایک طرح سے رستم اس کی محبت میں پاگل ہو گیا تھا۔ اس کے لئے جان بھی دے سکتا تھا۔ اس کے اشارے پر قتل بھی کر سکتا تھا۔ پھر اس نے سوچا کہ بلیک میلر کا ٹیلی فون آنے پر اس سے وقت اور جگہ کا تعین کر کے رستم کو مجبور کرے گی کہ وہ اس بلیک میلر کو قتل کر دے۔ وہ کسی وجہ سے انکار کرے گا تو فیاضی پر اتر آئے گی۔ رستم جیسے لوگ احسان فراموش نہیں ہوتے ہیں۔ پھر وہ رستم کے ہاتھوں سے ہی اپنے شوہر کو قتل کرا دے گی۔ اس کے پاس ایک سلو پائزن تھا جو اس کی سہیلی نے اسے اعتماد میں لے کر دیا تھا کہ وہ اس سے اپنے دشمن کو ختم کر سکتی ہے۔ یہ زہر اس طرح انسان کا خاتمہ کرتا ہے کہ شک نہیں ہوتا۔ اس کی سہیلی نے اپنے بوڑھے شوہر کو اس زہر سے موت کے منہ میں دھکیل دیا تھا اور ایک نوجوان ڈاکٹر سے شادی کر لی تھی۔ رستم نے اس کے شوہر کو قتل کرنے سے انکار کر دیا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ اس کے پاس وہ زہر بڑی حفاظت سے رکھا ہوا تھا۔ شادی کے بعد تو اس کے نزدیک اس کی اہمیت اور بڑھ گئی تھی۔

☆======☆======☆
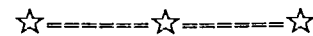
وی آئی پی مسافر لانچ کے وسیع عرشے پر ایم وائی ڈی سیاسی پارٹی کی ہائی کمان کا

اجلاس ہو رہا تھا۔ اس میں صرف تین افراد شریک تھے۔ صدر تارا میاں، نائب صدر راجو چوہدری اور سیکرٹری جنرل قاضی خوند کر جو نہ صرف کرتا دھرتا تھے بلکہ اس پارٹی کے رہنما بھی تھے۔ اس لانچ پر ان تینوں کے سوا کوئی نہ تھا۔ یہ لانچ نرائن گنج کے گھاٹ سے پانچ میل دور لنگر انداز تھی۔ یہ اجلاس خفیہ اور انتہائی اہم نوعیت کا حامل تھا۔ یہ لانچ تارا میاں کی ملکیت تھی۔ انہوں نے اس لانچ کے عملے کو تین گھنٹے کے لئے رخصت کر دیا تھا۔

تارا میاں نے پیگ اٹھا کر اس کا ایک گھونٹ لیا۔ پھر وہ بولے۔ "الیکشن میں چھ سات ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ مجھے ایک کارکن سے یہ اطلاع ملی ہے کہ حیات ثمن کی پارٹی آئندہ ماہ سے پورے دیش میں انتخابی مہم بڑے زور و شور سے شروع کرنے والی ہے۔ اس پارٹی نے ایک ایسا جامع پروگرام بنایا ہے کہ وہ تمام پارٹیوں کے بتوں کو گرا دے گی۔"

"کیا یہ انتخابی مہم قبل از وقت شروع نہیں کی جا رہی ہے۔" راجو چوہدری نے کہا۔

"اور ہم خواہ مخواہ فکر مند اور پریشان ہو رہے ہیں۔"

"قبل از وقت نہیں بلکہ بروقت ہے۔ عوام کو جتنا جلد ہموار کیا جائے اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔" قاضی خوند کر نے کہا۔

"الیکشن کے قریب ہی عوام سیاست، الیکشن اور پارٹیوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ ہماری پارٹی بہت مضبوط ہے۔ اسمبلی میں دس نشستیں ہیں۔ آئندہ دس بارہ ہو جائیں گی۔" راجو نے اپنا گلاس وہسکی سے بھرتے ہوئے کہا۔ اس نے ایک ایئر ہوسٹس سے شادی کی ہوئی تھی۔ وہ تین ماہ کے لئے ہنی مون منانے اور سیر و سیاحت کے لئے یورپ گیا ہوا تھا۔ تین دن پہلے ہی لوٹا تھا۔

"تم چونکہ تین ماہ ملک سے باہر رہے ہو اور پانچویں شادی کر کے گلچھرے اڑاتے رہے ہو اس لئے تمہیں کچھ خبر نہیں ہے کہ اس دیش کے میدان سیاست میں کیا ہو رہا ہے۔ اپنی بیس سالہ بیوی کو گھر میں رہنے دو اور خود باہر نکلو۔" قاضی خوند کر نے کہا۔

"میدان سیاست میں کیا ہو رہا ہے!" وہ وہسکی کا لمبا سا گھونٹ لیتے ہوئے بولا۔

"آج کل تو حکومت کے خلاف تحریکیں چل رہی ہیں۔"

"حیات ثمن کی پارٹی ایک نئی قوت بن کر ابھری ہے۔ اس نے ابھی سے عوام میں اتنی مقبولیت حاصل کر لی ہے کہ اس سے ملک میں ساری پارٹیاں خائف ہیں۔ اگر یہی صورت حال رہی تو پھر آئندہ الیکشن میں ہمیں دو نشستیں بھی نہیں مل سکیں گی۔" تارا میاں نے کہا۔

"اس کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ایسا لگ رہا ہے کہ اس الیکشن میں حیات ثمن پارٹی سب سے زیادہ نشستیں حاصل کر کے اقتدار میں آ جائے گی۔ ملک کا وزیر اعظم یا تو حیات ثمن بن جائے گا یا پھر اس کی حسین اور نوجوان بیوی زرنگار۔ واہ کیا تقریر کرتی ہے وہ۔"

"کیا آج ہم یہاں زرنگار کے حسن و شباب کے گن گانے کے لئے جمع ہوئے ہیں؟" تارا میاں، راجو کی تعریف پر چڑ سے گئے۔

"نہیں......" قاضی خوند کرنے سر ہلایا۔ "آج ہم دو اہم باتوں پر صلاح مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ حیات ثمن کی پارٹی کے میدان سیاست میں بھرپور طریقے سے آنے کی وجہ سے ہمیں انتخابی مہم کے لئے رقم کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے پاس ایک معقول رقم آ جائے تو ہم حیات ثمن سے ہر محاذ پر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ٹاکا ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ ہم بھی حسین اور نوجوان فلمی اداکاراؤں کو میدان سیاست میں لا کر زرنگار کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بغیر رقم کے ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔"

"ہمیں کتنی رقم درکار ہو گی؟" راجو چوہدری نے اپنا گلاس خالی کرتے ہوئے پوچھا۔

"جتنا گڑ ڈالیں گے اتنا ہی میٹھا ہو گا۔" تارا میاں بولے۔ "اس وقت پارٹی کے

پاس جو فنڈ ہے وہ چھتیس لاکھ ٹاکا ہے۔ ہماری پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑنے والے امیدواروں سے جو رقم ملے گی وہ ملا کر بھی ایک کروڑ نہیں بنے گی۔"

"ہمیں یہ سوچنا ہے کہ کم از کم ایک کروڑ کی رقم کا بندوبست کیسے کیا جائے۔" قاضی خوند کرنے کہا۔ راجو تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر یک لخت اس کا چہرہ دمک اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک وحشیانہ چمک سی ابھری۔ وہ چہکتے ہوئے بولا۔ "سوچ لیا بھئی سوچ لیا......... زرنگار کو اغوا کر لو......... پھر رقم ہی رقم ہے۔"

"لگتا ہے کہ شراب بہت زیادہ چڑھ گئی ہے۔" تارا میاں نے تیزی سے کہا۔ "زرنگار کو اغوا کرنے سے رقم کیسے ملے گی؟"

"تاوان کی صورت میں......... ہم ایک کروڑ نہیں بلکہ پانچ کروڑ تاوان وصول کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ارب پتی کی بیوی ہے۔ اس کا شوہر پانچ کروڑ ضرور دے دے گا۔ کیونکہ اب وہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔" راجو نے کہا۔

"ہاں......... راجو ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" قاضی خوند کرنے خوش ہوتے ہوئے تائید کی۔

"مگر تم نے اس کے دوسرے پہلو پر بھی غور کیا۔" تارا میاں نے منہ بنایا۔ "بھانڈا پھوٹنے کی صورت میں لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ ہم سب اندر ہو جائیں گے۔ برسوں کی عزت اور ساکھ خاک میں مل جائے گی۔ ایسی ذلت و رسوائی ہو گی کہ آئینے میں اپنا منہ بھی دیکھ نہیں سکیں گے؟"

"میں نے دوسرے پہلو پر بھی غور کر لیا ہے۔" راجو کہنے لگا۔ "زرنگار کو ہم اغوا نہیں کریں گے۔ ہم یرغمال بنا کر نہیں رکھیں گے۔ یہ کام کالو میاں کرے گا۔ کالو میاں کے اڈے پر وہ اس وقت تک یرغمال بنی رہے گی جب تک تاوان کی رقم وصول نہیں ہو جاتی۔ تاوان کی رقم ہم مانگیں گے۔ وصول بھی کریں گے۔ ایک منصوبے کے تحت .... ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہو گی کہ یہ کام ہمارا یا کالو میاں کا تھا۔"

"کیا اس کام کے لئے کالو میاں تیار ہو جائے گا؟" تارا میاں نے حیرت و تجسّس سے پوچھا۔

"کیوں نہیں ہو گا۔ منہ مانگی رقم دے دیں تو اس کا باپ بھی تیار ہو جائے گا۔ اس کا پیشہ ہی یہی ہے اس کے لئے کسی کو اغوا کرنا بچوں کا کھیل ہے اور پھر اس کا بہت بڑا جوئے کا اڈا ہے۔ اس نے اپنی پانچ لاکھ ٹاکا کی کوٹھی میں عشرت کدہ بھی بنا رکھا ہے۔ اس کی کوٹھی میں ایئر کنڈیشنڈ تہہ خانہ بھی موجود ہے جس میں یرغمالیوں کو بڑے آرام سے رکھا جاتا ہے۔ اس کی تنظیم میں سو سوا سو پیشہ ور مجرم شامل ہیں۔ وہ ان سے ہر قسم کا کام لیتا ہے۔"

"اسے کیا معاوضہ دینا ہو گا..........؟" تارا میاں نے پوچھا۔

"وہ شکار دیکھ کر سودا کرتا ہے۔" راجو نے جواب دیا۔ "میں نے اس سے ایک بار ایک سولہ برس کی لڑکی اغوا کرائی تھی اس کا وکیل باپ اس کی شادی مجھ سے کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ کالو میاں نے تیس ہزار ٹاکا لئے تھے۔ شاید وہ زرنگار کے ایک لاکھ ٹاکا طلب کرے۔"

"ایک لاکھ کیا دو لاکھ ٹاکا بھی مانگے تو اس سے سودا کر لو۔" تارا میاں نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات کی تاکید کر دینا کہ ہم پر کوئی آنچ نہ آئے ورنہ اس کا اڈا اور وہ زندہ سلامت نہیں رہے گا اور پھر زرنگار کو وہ عزت واحترام سے رکھے گا۔ اس کی عزت و آبرو پر کوئی دھبہ نہیں لگنا چاہئے۔ ہمارا مقصد صرف اور صرف اس کے شوہر سے تاوان وصول کرنا ہے۔"

"اور ہاں .... میرے پاس ایک ایسی دوا ہے جسے دودھ میں ملا کر پلانے سے تین دن کے بعد دو سال کے لئے گلا بیٹھ جاتا ہے۔" راجو بولا۔ "اس کی رہائی سے پیشتر اسے دودھ پلا دیا جائے گا۔ پھر اس کا گلا ہی نہیں بلکہ اس کی پارٹی بھی بیٹھ جائے گی۔"

"واہ بھئی واہ.........." قاضی خوند کر حیرت اور خوشی سے اچھل پڑا۔ تارا میاں کا

چہرہ بھی دمک اٹھا۔ "تم نے کیا تدبیر سوجی ہے۔ جی چاہ رہا ہے تمہارا منہ چوم لوں.......... تم تو وزیر خارجہ بننے کے لاق ہو۔"

"اگر ہم اس مرتبہ برسراقتدار آ گئے تو راجو کو میں وزیر خارجہ ہی بناؤں گا۔ وزیر خارجہ کا ایسا ہی ذہن ہونا چاہئے۔ یہ اس دیش اور اس وقت کا وزیر باتدبیر ہے۔ ایئر ہوسٹس سے شادی کرنے کے بعد راجو کو کچھ زیادہ ہی عقل آ گئی ہے۔"

"تارا میاں! اب آپ بھی تیسری شادی کر ہی لیں.......... آپ کو دوسری شادی کئے سولہ برس ہو رہے ہیں۔" راجو نے جواب دیا۔

"زرنگار جیسی حسین اور نوجوان لڑکی مل جائے تو میں کل ہی شادی کر لوں.......... مجھے حیات ثمن پر بڑا رشک آ رہا ہے۔"

☆======☆======☆

رستم جب سے جیل سے رہا ہو کر آیا تھا تب سے وہ جھرنا میں ایک تبدیلی دیکھ رہا تھا۔ گو اسے اس بات کا اندازہ بہت پہلے ہی ہو گیا تھا کہ جھرنا اس سے محبت کرتی ہے اور اس کی محبت کی آگ میں جل رہی ہے۔ مگر وہ زرنگار کی محبت کی آگ میں جل رہا تھا۔ اس نے اپنا رشتہ بھی بھیجا تھا۔ پھر وہ جیل چلا گیا۔ اس نے جیل میں زرنگار کی شہرت اور مقبولیت اور پھر اس کی شادی کی خبر سنی۔ جیل سے رہا ہو کر آنے کے بعد اس نے جھرنا سے شادی کرنے کے بارے میں سوچا تھا کہ زرنگار درمیان میں آ گئی۔ زرنگار کا وہ پھر سے اسیر بن گیا۔ زرنگار نے اپنی محبت اس کی جھولی میں ڈال دی تھی۔ وہ اس پر مہربان ہو جائے گی اس نے سوچا نہیں تھا۔ زرنگار اس کی محبت تھی۔ اس کا سپنا تھی وہ جھرنا سے کیسے محبت کر سکتا تھا۔

یہ محض ایک اتفاق تھا کہ اس کے ہاں زرنگار کی آمدورفت کا پتا جھرنا اور اس کی ماں کو بھی چل نہ سکا۔ زرنگار جب بھی کسی کام سے آتی تھی وہ رات کے آخری پہر یا سورج نکلنے تک رکتی تھی۔ محبت بھری باتوں میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا

تھا۔ جھرنا کے علم میں ان ملاقاتوں کا بسلسلہ آ جاتا تو نہ جانے کیا ہوتا۔ ان دونوں نے ہمیشہ بڑی احتیاط کی تھی۔

اب جھرنا جب بھی اس کے سامنے آتی تھی اس کی نگاہوں کی زبان اس سے کچھ نہ کچھ کہتی رہتی تھی۔ پہلے وہ اپنے لباس کا اتنا خیال نہیں رکھتی تھی جتنا اب رکھنے لگی تھی۔ اسکول سے واپس آنے کے بعد کام میں جت جاتی تھی۔ اس کے کپڑے دھوتی تھی۔ استری کرتی تھی' جوتوں پر پالش کرتی اور پورے گھر میں جھاڑو دیتی.......... صفائی بھی کرتی تھی۔ اس کے لئے وہ تین مرتبہ چائے بنا کر لاتی تھی۔

رستم نے کئی بار اپنے دل میں سوچا کہ جھرنا کے دل میں اس کے لئے کیسے نفرت پیدا کی جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ جھرنا اس سے نفرت کرنے لگے تاکہ جب وہ زرنگار سے شادی کرے تو جھرنا کو دھچکا نہ لگے۔

ایک روز پہلے وہ جھرنا کے ہاں گیا تھا تو اس وقت جھرنا اسکول گئی ہوئی تھی۔ جھرنا کی ماں نے اسے بیٹھنے اور چائے پی کر جانے کے لئے اصرار کیا تو وہ رک گیا۔ جھرنا کی ماں باورچی خانے میں اس کے لئے چائے بنا رہی تھی۔ وہ جھرنا کے کمرے میں آ گیا۔ اس نے جھرنا کے بستر کے تکیے پر ایک ڈائری رکھی دیکھی تو اس نے ایک تجسّس کے زیر اثر اسے اٹھا لیا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ جھرنا روز ڈائری لکھتی تھی۔ اس نے ڈائری کے اوراق الٹ پلٹ کر دیکھے۔ پھر ایک صفحہ وہ غیر ارادی طور پر پڑھنے لگا۔ لکھا.......... تم پوری تین صدیوں کے بعد آئے ہو.......... تمہیں کیسے بتاؤں کہ یہ میرے لئے تین صدیاں نہیں تین ہزار سال ہیں۔ میں نے تمہارے انتظار میں ایک ایک دن کیسے کاٹا ہے یہ میں جانتی ہوں۔ میرا دل جانتا ہے۔ میرا خدا جانتا ہے۔ تم کیا آئے' ویرانے میں چپکے سے بہار آ گئی ہے۔

اس نے صفحہ الٹ دیا تھا۔ کیونکہ جھرنا نے وہ صفحہ رومانی اشعاروں سے بھر دیا تھا۔ دوسرے صفحے پر لکھا ہوا تھا۔ یہ تم میری ماں کو میری شادی کرنے پر زور کیوں دیتے رہتے

ہو؟ کیا تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ میں کسی اور سے شادی کرنا نہیں چاہتی۔ میں شادی کروں گی تو صرف اور صرف تم سے ورنہ نہیں۔ ساری عمر کنواری بیٹھی رہوں گی۔

اگلے صفحے پر لکھا ہوا تھا۔ میرے دیوتا.........! میرے شہزادے.........! مجھے اب یہ احساس ہونے لگا ہے کہ تم کسی اور سے محبت کرتے ہو۔ تمہارے من میں کسی اور لڑکی نے اپنی جگہ بنا لی ہے۔ تم میرے نہیں ہو سکتے ہو تو کسی اور کے بھی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ میں تمہیں آج سے نہیں بلکہ برسوں سے پوجتی آ رہی ہوں۔ تم پر صرف میرا حق ہے۔ کاش! یہ مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ کون بدبخت ہے جس نے تم پر اپنا جادو چلا دیا ہے۔ میں اس کے پاس جاؤں گی اس کے آگے اپنی جھولی پھیلاؤں گی' اس سے محبت کی بھیک مانگوں گی۔ اس سے کہوں گی کہ اپنی محبت واپس لے لو.......... وہ میرا ہے۔ تم نے اسے مجھ سے چھیننے کی کوشش کی تو تم کبھی خوش نہ رہ سکو گی.......... لیکن مجھے اپنی محبت پر بڑا اعتماد ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک دن میری محبت جیت جائے گی۔ اس لئے کہ میری محبت سچی ہے۔ ہمیشہ سچی محبت کی جیت ہوتی ہے۔

اس نے آہٹ سنی تو ڈائری اس جگہ واپس رکھ دی اور کمرے سے نکل آیا تھا۔ اس نے جو کچھ پڑھا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ جھرنا اس سے بے انتہا محبت کرنے لگی ہے۔ وہ مجبور تھا۔ زرنگار نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس گرداب سے نکلنے کے بعد وہ اپنے شوہر سے طلاق لے کر اس سے شادی کر لے گی۔ اس امید پر وہ زرنگار کو اس گرداب سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا جس میں وہ بری طرح پھنس چکی تھی۔

وہ جھرنا کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ دروازے پر بڑے زور کی دستک ہوئی۔ وہ ہڑبڑا سا گیا۔ اس وقت کون ہو سکتا ہے۔ اس نے دیوار گھڑی میں وقت دیکھا۔ رات کے بارہ بج رہے تھے۔ اس وقت زرنگار کے آنے کا امکان نہیں تھا۔ وہ رات کے دس گیارہ بجے کے درمیان آتی تھی۔ پھر اس نے سوچا کہ شاید وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر چلی

آئی ہو۔ اس نے پچاس لاکھ کی رقم کیا لوٹائی تھی تب سے زرنگار اس پر زیادہ ہی مہربان ہو گئی تھی۔

جب اس نے دروازہ کھولا تو اسے یقین نہیں آیا۔ دروازے پر زرنگار کی ماں نیلم چوہدری کھڑی تھی۔ وہ بری طرح چونکا تھا۔ اسے بڑی حیرت ہوئی تھی۔ وہ اس لئے نہیں چونکا تھا کہ اتنی رات گئے نیلم اس کے دروازے پر کس لئے آئی ہے؟ اس لئے چونکا تھا کہ نیلم متوحش سی کھڑی تھی۔ چہرہ سفید دھلی چادر کی طرح ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں دہشت بھری ہوئی تھی۔ ہونٹ کپکپا رہے تھے۔

"رستم..........! رستم..........!" نیلم نے ہانپتے ہوئے کہنا چاہا۔ "میں تمہارے پاس اس وقت.........." اس کی آواز حلق میں گھٹ رہی تھی۔ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

"ہاں بولئے .... کیا بات ہے۔" رستم نے کہا۔ "اندر آ جائیں' خیریت تو ہے۔"

نیلم نے اندر آ کر تیز سانسوں سے کہا۔ "رستم بیٹے! خیریت نہیں ہے۔ زرنگار کو کسی نے آج سہ پہر کے وقت اغوا کر لیا ہے؟؟"

"کیا..........؟" رستم اس طرح سے اچھلا جیسے اسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ وہ بھونچکا سا رہ گیا۔ "کس نے اغوا کیا ہے؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم.......... میں نے اسے کتنی مرتبہ ٹوکا اور سمجھایا تھا کہ وہ اکیلی وقت بے وقت بے دھڑک چلی نہ جایا کرے۔ بہروپ بدلنے سے کیا ہوتا ہے۔ لوگ گاڑی پہچانتے ہیں .... اب وہ کوئی معمولی عورت نہیں رہی ہے لیکن وہ میری سنتی نہیں تھی۔ اس نے ہماری دی ہوئی آزادی کا بے جا فائدہ اٹھایا۔ آج وہی ہوا جس کا مجھے خوف واندیشہ اور دھڑکا لگا رہتا تھا۔"

"زرنگار کو اغوا کر لیا گیا ہے اس کی اطلاع آپ کو کس سے ملی؟ کس نے دی؟"

رستم نے دریافت کیا۔

"اغوا کنندگان نے.........." نیلم نے جواب دیا۔ "انہوں نے ٹیلی فون کر کے پانچ کروڑ کی رقم بطور تاوان طلب کی ہے۔ تاوان ادا نہ کرنے کی صورت میں یہ دھمکی دی ہے کہ زرنگار کی عزت اور زندگی سلامت نہیں رہے گی۔ اس کی ایسی تصویریں اور فلمیں بازار میں لائی جائیں گی کہ ہم گھر سے نکلنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ اسے بے حرمتی کا نشانہ بنانے کے بعد اس کے چہرے اور بدن پر تیزاب پھینک کر اسے رہا کر دیں گے.......... ان کی دھمکیاں سن کر میرا کلیجہ منہ کو آ گیا۔ انہوں نے یہ دھمکی بھی دی ہے کہ پولیس میں رپورٹ درج کرانے پر اس کے سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔ اب تمہی بتاؤ بیٹے! میں کیا کروں؟" وہ اپنی بات ختم کر کے پلو سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

"چوہدری صاحب کہاں ہیں؟" رستم نے پوچھا۔

"وہ اپنے ایک دوست کی بیٹی کی شادی میں شرکت کے لئے کل شام ہی سلہٹ گئے ہوئے ہیں۔" نیلم چوہدری نے سسکیوں کے درمیان بتایا۔ "میں نے انہیں اطلاع نہیں دی۔ سیدھی تمہارے پاس آئی ہوں' صرف تمہیں بتایا ہے نوکروں کو بھی نہیں بتایا۔"

"یہ آپ نے اچھا کیا کسی کو بھی نہیں بتایا۔" رستم نے کہا۔ "مگر آپ نے چوہدری صاحب کو تو ٹیلی فون کر کے بتا دیا ہوتا؟؟"

"یہ ٹیلی فون کوئی بیس منٹ پہلے آیا تھا کہ زرنگار کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ یہ ٹیلی فون سنتے ہی میرے حواس ساتھ چھوڑ گئے۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد جو ٹیلی فون آیا وہ نہ صرف دھمکی آمیز تھا بلکہ تاوان کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ اب تم ہی کچھ کرو بیٹے!"

نیلم کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ رستم نے نیلم کو ایک گلاس ٹھنڈا پانی لا کر پلایا۔ دلاسہ دیا تو نیلم کی حالت کچھ سنبھلی۔ پھر اس نے نیلم کو گھر لے جا کر چھوڑا اور تاکید کی کہ وہ صبر کریں اور خاموش رہیں۔ زرنگار کی غیر موجودگی پر کوئی بہانہ تراش دیں۔

رستم گھر آ کر سوچنے لگا کہ یہ حرکت کس کی ہو سکتی ہے۔ یہ اس بلیک میلر کی حرکت معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اس بلیک میلر کے بارے میں اسے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ ایک عام قسم کا مجرم ہے۔ اس کا اپنا کوئی گروہ نہیں ہے۔ وہ کرائے کے بدمعاشوں کی مدد سے اپنا گھناؤنا کاروبار چلا رہا ہے۔

زرنگار کو جو دن دیہاڑے اغوا کیا گیا تھا یہ کسی منظم گروہ کا کام معلوم ہوتا تھا۔ ڈھاکہ شہر میں دو بڑے' فعال اور خطرناک قسم کے گروہ تھے۔ ان میں ایک کالو میاں کا تھا۔ دوسرا شہنشاہ کا۔ اس کی جیل سے رہائی سے قبل دونوں گروہوں کی جانب سے اسے شامل ہونے کی دعوت ملی تھی۔ چونکہ اس نے رہائی کے بعد شریفانہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس لئے معذرت کر لی اور شکریہ بھی ادا کیا تھا کہ انہوں نے اسے اتنی عزت اور اہمیت دی۔ اس نے یہ دروازہ اس لئے کھلا رکھا تھا کہ اگر اسے پولیس نے تنگ کیا تو وہ ان میں سے کسی ایک گروہ میں شامل ہو جائے گا۔ کالو میاں اور شہنشاہ سے اس کے دیرینہ مراسم تھے۔ وہ ان کے اڈوں پر جا کر کئی بار جوا کھیل چکا تھا۔ جیل سے رہائی کے بعد وہ کالو میاں اور شہنشاہ سے جا کر مل بھی چکا تھا۔ اس کے کچھ دوست ان دونوں گروہ میں شامل تھے۔

دوسرے دن اسے ایک دوست سے جو کالو میاں کے لئے کام کرتا تھا پتا چل گیا تھا کہ زرنگار کالو میاں کے اڈے پر تہہ خانے میں قید ہے۔ کالو میاں سے ٹکر لینا آسان نہیں تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ پہلے کالو میاں کے پاس جا کر سیدھی انگلی سے گھی نکالنے کی کوشش کرے گا۔ پھر اس کے انکار پر ٹیڑھی انگلی سے کام لے گا۔ وہ زرنگار کے لئے جان کی بازی بھی لگا سکتا تھا۔

وہ شام کے وقت کالو میاں کے ہاں پہنچا تو کالو میاں نے اس کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ "رستم زماں کا کیسے آنا ہوا؟"

رستم نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔ "میں زرنگار کی رہائی کے لئے تم سے بات کرنے

کے لئے آیا ہوں۔"

"یہ تمہیں کس نے بتایا کہ زرنگار میرے پاس ہے۔" کالو میاں نے ششدر ہو کر کہا۔

"ایسی باتیں کہیں چھپی رہ سکتی ہیں۔" رستم نے جواب دیا۔ "میرے تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ زرنگار کو تمہارے آدمیوں نے اغوا کیا ہے۔ شرافت اور عبدل کو کون نہیں جانتا۔ اس جگہ کے دکانداروں نے ان دونوں کو اغوا کی واردات کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان لوگوں نے اپنی زبان اس لئے بند رکھی ہے کہ وہ تم سے بہت ڈرتے ہیں۔" رستم نے اندھیرے میں تیر چلایا۔

"میں نے ان کمینوں سے کہا تھا اپنے چہروں کو نقاب میں چھپا لو۔ انہوں نے ایک نہ سنی۔" کالو میاں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ تم نے اتنی بڑی ہستی پر ہاتھ کیوں ڈالا۔ میرا خیال ہے کہ یہ کام تم نے کسی اور کے لئے انجام دیا ہے۔"

رستم کا چلایا ہوا یہ تیر بھی اپنے نشانے پر ٹھیک جا کر لگا تھا۔ کالو میاں اس لمحے بھونچکا سا ہو گیا۔ "تم بہت تیز اور ذہین ہو۔ مجھے تم جیسے ذہین ساتھیوں کی کمی محسوس ہوتی رہی ہے۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"زرنگار کی رہائی..........." رستم نے صاف گوئی سے کہا۔

"بالفرض محال میں انکار کر دوں..........؟" کالو میاں کا لہجہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

"پھر تم اپنے پیروں پر کلہاڑی مارو گے.........." رستم کہنے لگا۔ "میں تمہیں دھمکی نہیں دے رہا ہوں بلکہ ایک دوست کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔ اس لئے کہ آج نہیں تو کل ساری دنیا کو پتا چل جائے گا کہ زرنگار کو تمہارے آدمیوں نے اغوا کیا ہے۔ قانون سے کوئی لڑ نہیں سکتا ہے۔ زرنگار ایک عام عورت نہیں ہے۔ وہ کروڑوں لوگوں کے

دلوں کی دھڑکن ہے' لاکھوں لوگ تمہارے اڈے پر نفرت اور غم وغصے سے دھاوا بول دیں گے۔ اس کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔ تب تم کیا کرو گے؟ کیا تم عوام کی طاقت سے لڑ سکتے ہو............؟ تم نے یہ بھی سوچا ہے۔"

"میں نے اس پہلو پر نہیں سوچا تھا............" کالو میاں نے کہا۔ "مجھے اس کام کے لئے ایک لاکھ ٹاکا دیئے گئے۔"

"تم دو لاکھ ٹاکا لے لو............ کیا تم نے پانچ کروڑ تاوان کا مطالبہ کیا ہے؟"

"نہیں .... یہ میں نے نہیں کیا............ شاید انہوں نے کیا ہو گا۔ مجھے تو بتایا نہیں گیا کہ وہ کتنا تاوان وصول کریں گے۔"

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم زرنگار کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ تم نے بہت اچھا کیا۔ بروقت خطرے سے آگاہ کر دیا۔ عوام میری اور میرے آدمیوں کی تکا بوٹی کر دیتے............ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

رستم کو اپنی کامیابی کی ذرہ بھر بھی توقع نہیں تھی کہ کالو میاں جو انسان کے لہو کو پانی کی طرح بہانے والا سفاک ترین شخص تھا وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح بتاشہ پانی میں گھل جاتا ہے۔ یہ اس کی ذہانت ہی کا کمال نہیں تھا بلکہ عوام کے قہر و غضب کا خوف بھی تھا۔ کالو میاں قانون سے بالکل نہیں ڈرتا تھا۔ کیونکہ وہ بااثر اور بارسوخ لوگوں کو اپنی جیب میں رکھتا تھا۔ کالو میاں اس بات کو بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ اس دیش کے عوام کیسے سرکش' جذباتی اور سر پھرے ہیں۔ جب ان کے لہو میں کسی کے خلاف نفرت کا زہر سرایت کر جاتا ہے تو پھر وہ طوفان بن کر دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر ہر چیز تہہ و بالا اور تہس نہس کر دیتے ہیں۔ ایسی مثالوں سے ان گنت واقعات بھرے پڑے تھے۔

☆======☆======☆

دوسرے دن زرنگار اپنے کمرے میں بے حد اداس اور فکر مند سی بیٹھی تھی۔ اس

کے اعصاب ابھی تک کشیدہ تھے۔ رستم اس روز نہ آتا تو اس کا جانے کیا انجام ہوتا۔ بہروپ بھرنے کے باوجود بدمعاشوں نے اسے پہچان لیا تھا۔ اسے جس طرح سے اغوا کیا گیا تھا اس کا تصور اس کے لئے سوہان روح تھا۔ اس روز کی ہیبت اس کے دل پر بیٹھ گئی تھی اور پھر وہ خط اور تصویریں نہ ملنے' بلیک میلر کے دوبارہ رابطہ نہ کرنے اور بلیک میلر کا ابھی تک پتا نہ چلنے کی وجہ سے وہ بہت پریشان اور ہراساں تھی۔ اس کے دل و دماغ پر جیسے غم کے بادل چھائے ہوئے تھے۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو اس نے اس خیال سے ریسیور اٹھالیا کہ شاید بلیک میلر کا ٹیلی فون ہو۔ دوسری طرف سے رضوان تھا۔ اس کے لہجے سے سرشاری ٹپک رہی تھی۔

"زرنگار! مجھے وہ بلیک میلر مل گیا ہے۔ تمہارا خط' تصویریں اور نیگیٹوز پچاس لاکھ کی رقم کے عوض دینے کے لئے تیار ہو گیا ہے............ تم میری بات غور سے سنو۔ تم کل شام سے پہلے یعنی ٹھیک چار بجے رقم لے کر کاکس بازار کے کاٹیج نمبر سولہ میں پہنچ جاؤ۔ میں نے اسے تمہارے نام سے بک کر دیا ہے۔ یہ تین بیڈ رومز کا نہایت آراستہ و پیراستہ کاٹیج ہے۔"

"تم مذاق تو نہیں کر رہے ہو رضوان!" وہ فرط مسرت سے بولی۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ "تم وہاں کیا کر رہے ہو۔ اس بلیک میلر سے تمہاری کیسے اور کہاں ملاقات ہوئی؟ وہ اس مرتبہ دھوکا تو نہیں دے گا؟"

"اس میں مذاق کی کیا بات ہے؟" رضوان نے ناگواری سے کہا۔ "میں یہاں فلم کی شوٹنگ کے لئے آیا ہوا تھا کہ اس بلیک میلر سے اتفاقیہ مڈبھیڑ ہو گئی۔ تم ملو گی تو میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں گا............ اب وہ دھوکا نہیں دے سکتا ہے کیونکہ میں اس کے نام اور ٹھکانے سے واقف ہو چکا ہوں۔ اوکے گڈ بائی! کل شام چار بجے ملاقات ہو گی۔"

☆======☆======☆

زرنگار نے رستم کو اپنے ہمراہ اس لئے لے لیا تھا کہ اسے گھر سے باہر نکلتے ہوئے

ایک خوف سا محسوس ہوتا تھا۔ اغوا کا واقعہ اس کے لئے بڑا اذیت ناک تھا۔ خود اعتمادی بحال کرنے کے لئے اسے رستم کی رفاقت کی سخت ضرورت تھی۔ تاہم اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چٹاگانگ پہنچنے کے بعد وہ رستم سے ہمیشہ کے لئے کنارہ کشی اختیار کرلے گی۔ خط اور تصویریں مل رہی تھیں اس لئے اب اسے رستم کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ رضوان کے ساتھ کچھ دن کاکس بازار کے ساحل اور کاٹیج پر گزارے گی۔ پھر وہ رضوان کے ساتھ چٹاگانگ سے واپس آجائے گی۔

وہ رستم کے ساتھ ہوائی جہاز سے چٹاگانگ پہنچی تھی۔ پھر دونوں ٹیکسی کرکے کاکس بازار پہنچے تو تین بج چکے تھے۔ کچھ دیر کے بعد اس کے خوابوں کا شہزادہ رضوان آنے والا تھا۔ وہ رضوان کے آنے سے پہلے ہی رستم کو چلتا کردینا چاہتی تھی۔ اس نے ایک پھولا ہوا لفافہ نکال کر رستم کی طرف بڑھایا۔ رستم نے اسے لیتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

"یہ دو لاکھ ٹاکا ہیں۔" زرنگار نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "تم اسے لے کر ابھی اور اسی وقت چلے جاؤ۔ یہ تمہاری خدمات کا صلہ ہے۔"

"میں نے جو کچھ کیا وہ کسی صلے کے لئے نہیں......... آپ کی محبت ہی میرے لئے بہت بڑا صلہ ہے' منزل ہے۔" رستم نے کہا۔ "مجھے اس رقم کی کوئی ضرورت نہیں........."

"محبت........." زرنگار کا لہجہ یکایک حقارت آمیز ہوگیا۔ "تم میری محبت کا سپنا دیکھ رہے ہو......... مجھے تم سے کبھی محبت نہیں رہی ہے۔ جسے تم محبت سمجھ رہے ہو وہ ایک کھیل تھا۔ جوا تھا جو میں نے ہاری ہوئی رقم جیتنے کے لئے تم سے کھیلا تھا۔ بلیک میلر سے نجات پانے کے لئے تم سے محبت کا ڈھونگ رچانا پڑا۔ ذرا سوچو تو سہی......... میں تم سے محبت کیسے کرسکتی ہوں؟......... میں ایک عظیم ترین ہستی میری محبت رضوان ہے۔ وہ میری منزل ہے۔ تم نے مجھ پر جو احسانات کئے آج میں نے اس کا حساب چکا دیا

ہے۔ تم محبت کی بازی ہار چکے ہو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم یہ رقم لے کر چلے جاؤ۔"

"تو یہ ہے آپ کا اصل چہرہ........." رستم نے بڑے سکون سے کہا۔ "مجھے اس بات کا احساس تھا کہ میں سراب کے پیچھے بھاگ رہا ہوں۔ میں چونکہ آپ سے سچی محبت کرتا تھا اس لئے میں نے بھی محبت کا جوا کھیلا۔ کوئی بات نہیں' کھیل میں ہار جیت ہوتی ہی ہے۔ محبت کی بازی ہار کر مجھے اس لئے دکھ نہیں ہے کہ اس دنیا میں اس سزا یافتہ شخص کو چاہنے والی ایک ہستی موجود ہے۔ اس کا نام جھرنا ہے۔ آپ کی یہ رقم میں جانی بابا کو لے جاکر دے دوں گا۔ میرے ہاتھ پیر سلامت ہیں۔ میں ان سے محنت کی روٹی کھا سکتا ہوں۔ جانی بابا کو اس کی ضرورت ہے تاکہ ان کا بڑھاپا سکون و آرام سے گزر سکے۔ ایک طرح سے یہ اچھا ہوا کہ آپ نے مجھ اپنا اصل چہرہ دکھا دیا ہے۔ یہ بڑا مکروہ اور گھناؤنا ہے۔ ایک عورت جو اپنے شوہر سے بے وفائی کرسکتی ہے وہ پھر کسی کی بھی نہیں ہوسکتی۔ تم نفرت انگیز گالی ہو۔"

اسی وقت باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی تو وہ ہذیانی لہجے میں چیخی۔ "میں کہتی ہوں میری نظروں کے سامنے سے دفع ہوجاؤ۔ جاؤ' نکل جاؤ۔"

رستم خاموشی سے کمرے سے نکل آیا۔ وہ زرنگار سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ زرنگار نے اس کی محبت اور خوابوں کو ڈس لیا تھا۔ وہ عورت نہیں ایک زہریلی ناگن تھی۔ وہ بازی ہار کر نکل رہا تھا۔ اب کے پاس کچھ نہیں بچا تھا لیکن جھرنا تو تھی.........؟

رضوان جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا زرنگار اس کی طرف دیوانہ وار لپکی۔ محبت کے پُرجوش اظہار کے بعد رضون نے پوچھا۔ "تم رقم لائی ہو؟"

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ وہ خط اور تصویریں لائے ہو.........؟ وہ کہاں ہیں.........؟" وہ بے تابانہ لہجے میں بولی۔

"وہ بریف کیس میں میری گاڑی کی ڈگی میں موجود ہیں۔" رضوان نے جواب دیا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"میں رقم نہیں لائی .... کیونکہ مجھے رستم نے منع کر دیا تھا۔ میں تمہیں رقم ڈھاکہ پہنچ کر دے دوں گی۔ تم مجھ پر اعتبار کرو۔ مجھے خط اور تصویریں دے دو تاکہ میں انہیں اپنے ہاتھوں سے جلا دوں .... ضائع کر دوں .... انہوں نے میری زندگی عذاب کر رکھی ہے۔"

"میں نے کبھی اپنے باپ پر اعتبار نہیں کیا.......... تم پر کیسے کر سکتا ہوں۔ تم بہت چالاک ہو زرنگار! تم نے مجھے دھوکا دیا' بے وقوف بنایا؟" رضوان نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہ تم کہہ رہے ہو رضوان!" زرنگار حیرت اور دکھ سے بولی۔ "یہ بتاؤ .... میں نے تمہیں کب اور کس وقت دھوکا دیا۔"

"یہ جو تم خالی ہاتھ آئی ہو .... کیا یہ فریب اور دھوکا نہیں ہے؟" رضوان برافروختہ ہو گیا۔

"میں ڈھاکہ پہنچتے ہی رقم تمہارے حوالے کر دوں گی۔ تمہیں میری بات پر اعتبار نہیں ہے تو رات کی فلائٹ سے میرے ساتھ واپس چلو.........." لیکن زرنگار کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔ وہ چونک کر حیرت سے بولی۔ "تم سے رقم لئے بغیر بلیک میلر نے خط اور تصویریں کیسے دے دیں؟"

"میرا خیال ہے کہ اب میں تمہیں سچ بتا ہی دوں۔ کیونکہ اب میرے اور تمہارے راستے جدا ہو جائیں گے بلیک میلر میں ہی ہوں۔ میں نے یہ سارا چکر اس لئے چلایا کہ تم سے رقم وصول کر کے فلم بناؤں.......... میں اور نئی ہیروئن کویتا شادی کرنے والے ہیں۔"

"کیا..........؟" زرنگار پر سکتہ سا چھا گیا۔ اس نے اپنے سینے میں زہر میں بجھی ہوئی چھری اترتی ہوئی محسوس کی۔ پھر وہ یکایک غضبناک ہو کر پھنکاری۔ "تم ذلیل شخص ہو .... کمینے ہو.......... تم نے مجھے دھوکا دیا۔ میری محبت کو روند دیا۔ میرے جذبات کو ٹھیس پہنچائی .... لیکن ایک بات یاد رکھو۔ تمہاری تصویریں جو میرے ساتھ

اتاری ہوئی ہیں وہ تمہارے لئے مصیبت کھڑی کر سکتی ہیں۔"

"یوں تو تمہاری زندگی اور مستقبل تباہ کرنے کے لئے خط ہی کافی ہے۔ ان تصویروں سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ میں جا رہا ہوں۔ کیونکہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ کویتا ہوٹل میں میرا انتظار کر رہی ہے۔ کل بارہ بجے دن تم رقم لے کر میرے ہاں پہنچو گی۔ تم نے پھر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی تو میں تمہارے شوہر سے براہ راست رابطہ قائم کر لوں گا۔"

رضوان رکا نہیں بجلی کی سی تیزی سے باہر نکل گیا۔ زرنگار اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی وہ اسے روک بھی نہ سکی۔ روکتی بھی کس لئے۔ پھر وہ کٹی پتنگ کی طرح بستر پر گر پڑی۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بہت دیر تک تکیے میں منہ دیئے روتی رہی۔ اس کے آبگینہ دل پر ایک بے رحم پتھر تڑ سے آ کر لگا تھا۔ وہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس کی ساری کرچیاں اس کے وجود میں چبھ گئی تھیں۔ وہ محبت کی جیتی ہوئی بازی ہار چکی تھی۔ اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ کویتا نے یہ بازی جیت لی تھی۔

زرنگار کو ایسا محسوس ہوا کہ کوئی اس کے کمرے میں خاموشی سے کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے فوراً ہی سر اٹھا کر دیکھا۔ رستم کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ رستم کو دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ پھر وہ پھٹ پڑی۔ "کیا میری بربادی کا تماشہ دیکھنے آئے ہو؟"

"نہیں۔" رستم نے سر ہلایا۔ "میں آپ کو یہ بتانے کے لئے آیا ہوں کہ خط اور تصویریں اب میرے پاس ہیں۔" اس نے بریف کیس کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہارے پاس..........؟" وہ تحیرزدہ لہجے میں بولی۔ اسے یقین نہ آیا۔ "یہ تمہارے پاس کیسے آیا؟"

"میں آپ دونوں کی گفتگو سننے کے لئے رک گیا تھا۔ میں نے اس کی گاڑی کی ڈگی سے بریف کیس نکال لیا۔ پھر میں نے اسے کھول کر دیکھا اس میں خط' ساری تصویریں

اور ان کے نیگیٹوز موجود ہیں۔"

"اوہ رستم! مجھے معاف کر دو.........." اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ سرشاری سے بولی۔ "یہ بریف کیس مجھے دے دو۔ میں تمہیں پچاس لاکھ ٹاکا دے دوں گی۔ اپنی محبت بھی.........."

"آپ پچاس لاکھ کیا ایک کروڑ بھی دیں گی تو میں یہ بریف کیس نہیں دوں گا۔ یہ میرے پاس رہے گا۔" رستم نے سرد لہجے میں کہا۔ "رہی آپ کی محبت مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں نالی کا کیڑا ہوں۔ وہ نالی میں ٹھیک رہتا ہے۔"

"اب تم مجھے بلیک میل کرو گے؟" زرنگار کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

"ہاں .... اب میں آپ کو بلیک میل کروں گا۔ میرا معاوضہ یہ ہو گا کہ آپ اپنے شوہر سے بے وفائی نہیں کریں گی۔ اسے قتل نہیں کریں گی۔ ایک فنکار کی حیثیت سے اپنی زندگی گزاریں گی۔" رستم اپنی بات ختم کر کے باہر نکل گیا۔

☆======☆======☆

رستم بس میں چٹاگانگ جا رہا تھا۔ راموکے مقام پر اس نے ایک بھیڑ دیکھی ایک ایمبولینس بھی کھڑی تھی۔ اس نے سڑک کے کنارے ایک گاڑی کو دیکھا جو الٹی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے یہ گاڑی پہچان لی۔ یہ گاڑی رضوان کی تھی۔ ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے اس کی بس رک گئی تھی۔ سڑک پر کھڑے ہوئے ایک شخص کو بلا کر اس نے پوچھا۔ "کیا ہوا..........؟"

"ہیرو رضوان کی گاڑی تیز رفتاری کی وجہ سے الٹ گئی ہے۔ اس کے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے اور سر پر بھاری چوٹ بھی آئی ہے۔ وہ بے ہوش ہے۔ اسے ہسپتال لے جایا جا رہا ہے۔" اس شخص نے بتایا۔

وہ گھر پہنچا تو اس نے جھرنا کو دیکھا۔ وہ اس کا کمرہ ٹھیک کر رہی تھی۔ وہ جانے لگی تو

رستم نے اسے روک لیا۔ "جھرنا کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم کل سے سدا کے لئے میرے گھر میں ہی نہیں بلکہ میرے دل میں بھی رہو.......... مجھے تمہارا روز روز کا اس طرح تھوڑی دیر کے لئے آ کر صفائی کر کے چلے جانا ذرا بھی پسند نہیں ہے۔"

"رستم!" جھرنا سسک کر اس کے سینے سے آ لگی۔ اسے یقین نہیں آیا تھا کہ اس نے محبت کی بازی جیت لی ہے۔

☆======☆======☆

شادی کے دس دن کے بعد جھرنا اخبار پڑھتے ہوئے ایک دم سے رونے لگی۔

رستم نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا ہوا.......... یہ تم رو کیوں رہی ہو؟"

"اس لئے کہ اب زرنگار کبھی ناچ نہیں سکے گی..........؟"

"وہ کس لئے..........؟ اسے کیا ہوا۔" رستم نے حیرت اور تجسّس سے پوچھا۔

"وہ سڑک پار کرتے ہوئے ایک تیز رفتار گاڑی کی زد میں آ گئی۔ اس کے دونوں پیر کچلے گئے۔ وہ ہسپتال میں داخل ہے۔" جھرنا کی آواز بھرا گئی۔ "آخر اسے کس بات کی سزا ملی؟"

"یہ ہم نہیں جانتے ہیں' اوپر والا جانتا ہے۔ بلندیوں کو چھونے والے ایک دن اس طرح نیچے آ گرتے ہیں۔" رستم نے جواب دیا۔ اس کے دل کو بھی صدمے کا احساس ہوا۔ کیونکہ وہ اس کی پہلی محبت تھی۔

☆====== ختم شد ======☆